THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222267

UNIVERSAL
LIBRARY

۸۹۱۲۴۲۳۳
ر - ص

صبح زندگی

از

راشد الخیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح زندگی

تصنیف

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

مصنف شام زندگی - شب زندگی - نوحہ زندگی - الزہرا - وغیرہ وغیرہ

جسے

ملا محمد واحدی دہلوی

نے

ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ ہجری النبوی مطابق فروری ۱۹۲۹ء عیسوی

چودھویں مرتبہ

فوٹو لیتھو ورکس دہلی میں باہتمام پنڈت رام شرن چھپوا کر شائع کیا

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

صبح زندگی
کا
نام اور مضمون

پریس ایکٹ کے علاوہ انڈین کاپی رائٹ ایکٹ اور مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعات ۸، ۴ و ۹، ۴ کے ماتحت بھی رجسٹری کرالیا گیا ہے۔ لہذا کوئی صاحب لالچ میں آکر اس کے نام اور مضمون سے فائدہ اٹھانے کا کبھی قصد نہ کریں ورنہ یہ دیوانی ہی نہیں فوجداری جرم بھی ہوگا جس کا انہیں برا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

پبلشر

تصنیفات مصور غم علامہ راشد الخیری

- صبح زندگی
- شام زندگی عہ
- شب زندگی حصہ اول عہ
- شب زندگی حصہ دوم عہ
- نوحہ زندگی ۱۲ر
- الزہرا ۱۲ر
- قطرات اشک عہ
- جوہر قدامت عہ
- یاسمین شام ۸ر
- تیغ کمال عہ
- منازل السائرہ عہ
- ماہ عجم عہ
- عروس کربلا عہ
- محبوبہ خداوند ۱۲ر
- بنت الوقت ۸ر
- سراب مغرب ۸ر
- فسانہ سعید ۱۰ر
- تائید غیبی ۸ر
- لڑکیوں کی انشا ۱۲ر
- سوکن کا جلاپا ۶ر
- موءودہ ۸ر
- اعمالنامے ۸ر
- گوہر مقصود ۶ر
- دُر شہوار ۱۰ر
- شاہین و دراج ۸ر
- انگوٹھی کا راز ۸ر
- جوہر عصمت عہ
- روداد قفس ۱۲ر
- آمنہ کا دم واپسیں ۶ر
- بچہ کا کرتہ
- ویڈیا کی سرگذشت ۴ر
- گلدستہ عید ۱۰ر
- منازل ترقی ۴ر
- ستونتی ۸ر
- قلب حزیں ۸ر
- نوبت پنج روزہ عہ
- نانی عشو ۱ر
- سیلاب اشک عہ

ملنے کا پتہ: منیجر نظام المشائخ - پوسٹ بکس ۵۱ - دہلی

دیکھتی ہو؟ آج تو خیر میں نے تم کو چھوڑ دیا۔ اب اگر کسی چیز کو دیکھ کر بلکیں یا مانگی تو ایسا ماروں گی کہ تم کو مزہ بھی آجائے گا۔

دل کیا اُڑا۔ زبان کی تیزی تھی۔ کلام بنا ہوا تھا۔ پھوپھی کے منہ سے بات نکلنے کی دیر تھی بس سیدھی بھتیجی کے دل میں جا کر اتری۔ وہی نسیمہ جو دو دو نوالہ چاولوں پر بھی کچھ ہلکان ہوتی۔ من من چیز گھر میں آتی اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی۔

(۳)

تخم تاثیر صحبت کا اثر۔ سنجیدہ جیسی عورت۔ پھوپی کی پھوپی ماں کی ماں استانی کی استانی معلمہ کی معلمہ جس کی رگ رگ میں خدا کی عظمت اور مذہب کی وقعت بھری ہوئی تھی اس کی تربیت کا فیض جو کچھ ہوتا تھوڑا۔ جاڑا پالا گرمی برسات صبح شام دن رات۔ آندھی چلے مینہ جائے مگر اس کی نماز اور قرآن نہ جائے اتنا وہ تم زیادہ سمجھتی تھی کہ چھ برس کی جان سمجھے گی تو کیا خاک مگر ساتھ ہی یہ بھی جانتی تھی اور خوب جانتی تھی کہ کچی لکڑی کے سیدھا کرنے کا یہی وقت ہے۔ ذرا غفلت کی تو سانپ نکل گیا۔ لکیر کو بیٹھی پیٹا کرو۔ پھر ٹھنڈے لوہے ہتھوڑے سے درست ہونے والے نہیں۔ نسیمہ ہی کا نمونہ موجود ہے۔ تیرہ چودہ برس کی لونڈھیا بیٹی کیسی نماز اور کہاں کا روزہ کیسا خدا اور کس کا قرآن۔ دوپہر دن چڑھے سو کر اٹھی منہ پر دو چار چھپکے مارتا تو باسی جو ہاتھ لگا کھانے بیٹھ گئی چھوٹی آ۔ لڑتی غرور خانہ داری سے الگ۔ شرم و حیا سے کوسوں دور۔ ذرا کوئی بات خلاف مزاج اور آواز ہے کہ پر محلے پہنچ رہی ہے۔ ماں باپ کی لاپروائی۔ ماں کو خیال ہوا نہیں بلی جنگل تھکتے جاتی رہی۔ سنجیدہ کے واسطے یہ اُفتاد خاصا اچھا سبق تھی اس نے اپنی چھوٹی بھتیجی کو اس ڈھرے پر ڈال لیا کہ نماز سے فارغ ہوئی قرآن کھولا اور وضو کر کے نماز پر کھڑی ہو بیٹھی۔ گرمی کے موسم میں ایک دن صبح کا سہانا وقت تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ سنجیدہ نسیمہ کو پاس بٹھائے قرآن پڑھ رہی تھی۔ کوٹھے کی ممٹی پر شاملاتے لوان تھرتھر

کیا۔ بچی کچھ دیر تو چپکی بیٹھی غور سے دیکھتی اور شوق سے سنتی رہی اور پھر کہنے لگی۔

"اے لو پھوپھی اماں تنا مابول رہی ہے"

پھوپھی۔ تم جانتی ہو یہ کیا کہہ رہی ہے۔

Checked 1978

نسیمہ۔ نہیں تو۔ کیسے مزے سے بول رہا ہے۔

پھوپی۔ یہ صبح ہی اٹھکر خدا کی تعریف کر رہی ہے اور دعا مانگ رہی ہے کہ سارا دن خیر صلاح سے گزر جائے۔

~~پھوپی~~۔ خدا کیسی سن رہا ہے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے! خدا تو آسمان پر ہے۔ ہاں ہاں پھوپی اماں دیکھو اس کا منہ بھی آسمان ہی کی طرف ہے! خدا ہی سب کو کھانا بھی دیتا ہے اچھی پھوپی اماں مجھے بھی رات کو اسی نے آم دئیے تھے۔

پھوپی۔ ہاں ساری دنیا کو وہی کھلاتا پلاتا ہے۔ امیر ہو چاہے غریب، آدمی ہو چاہے جانور سب اس کے محتاج ہیں۔ رونگٹا رونگٹا اسکا شکریہ ادا کرے تو پورا نہیں ہوسکتا۔ ماں سے زیادہ چاہنے والا۔ باپ سے زیادہ پیار کرنے والا تکلیف کا سننے والا، دکھ درد میں کام آنے والا، کھانا۔ پانی۔ کپڑا۔ لتہ گہنا پاتا اوڑھنا۔ بچھونا سب اسی کی برکتیں ہیں۔

نسیمہ۔ اچھی اچھی میری پھوپی اماں لاؤ میں بھی خدا کی تعریف کردوں۔

پھوپھی۔ تم کہاں تک اس کی تعریف کروگی۔ اس کی محبت کو تو دیکھو۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ باتیں کرنے کو منہ دیا۔ کام کاج کو ہاتھ دئیے چلنے پھرنے کو پاؤں دئیے۔ کس کس چیز کا شکر کروگی۔ ہماری ہی بہنیں بہت سی ایسی ہیں جنکو گر بھر تھگلی بھی نصیب نہیں جو پڑی رہیں نذیر ابا دسے آتی دفعہ دیکھا نہیں تھا؟ بہت سے فقیر اور فقیرنیاں جامع مسجد کی سیڑھیوں پر سکڑے پڑے تھے۔ لحاف نہ رضائی پلنگ نہ چارپائی۔ رحیمن بیچاری کو دیکھو آنکھوں سے اندھی ہاتھوں سے لولی پاؤں سے لنگڑی۔ یہ بھی تو آخر ہماری جیسی آدمی ہے۔

تندرست تھی تو بہتیرا ہی کہا پر یہ کمبخت کبھی تو خدا کو بھی یاد کر لیا کر۔ مگر اس چار دن کی زندگی پر ایسی پھولی کہ کبھی بھول کر بھی اس کے آگے سر نہ جھکایا۔ اب دیکھو کسی کو رحم آگیا۔ آدھی پاؤ روٹی دیدی نہیں تو کڑاکے کے فاقے۔ جو بویا وہ کاٹے۔ جیسا کیا ویسا بھگتے۔ ہم سب مرد اور عورتیں اللہ کے لونڈی غلام ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہر وقت اس کا شکریہ ادا کرتے رہیں۔ دلوں کے حال وہ جانتا ہے۔ جو کہتے ہیں وہ سنتا ہے۔ جو کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے۔ ذرا اپنے گملوں کو تو دیکھو کیسے رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہیں۔ یہ سب اسی کی قدرت کا نمونہ ہے چاند سورج دن رات سب چیزیں ہمارے آرام کے واسطے بنائیں دیکھو یہ پھول ہوا سے سر ہلا نہیں رہے اپنے خدا کی درگاہ میں سر جھکا رہے ہیں۔ تمہاری بوا صبح ہی صبح اٹھ کر گڑیوں کے سنوارنے کی تو پڑ جاتی ہے کبھی یہ بھی خیال آتا ہے کہ اپنے تئیں بنا سنوار کر خدا کے حضور میں حاضر کرو۔ بتاؤ تو سہی دن میں کے دفعہ وضو کر کے نماز پڑھتی ہو۔ بڑی بی کو دو روپے پہننے اور کھانے پر ہم نے گویا مول لے لیا۔ ذرا کام کو دیر ہو جاتی ہے تو کیسا غصہ آجاتا ہے۔ پرسوں تمہاری ٹکیا ذرا جل گئی تھی کتنی بگڑی ہو۔ مگر تم کو بھی کبھی اپنے آقا اپنے مالک کا دھیان آتا ہے

نسیمہ۔ تو پھوپی اماں آپ نمازیں اللہ ہی کی تعریف کرتی ہیں۔

پھوپھی۔ نماز تو ہم پر فرض ہے۔ جس طرح بڑی بی کھانا پکا کر اپنا فرض ادا کرتی ہیں اسی طرح ہم نماز پڑھ کر فرض سے ادا ہوتے ہیں۔ خدا کی عنایتیں اور مہربانیاں تو اتنی زیادہ ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتیں۔ زمین سے اناج اُگائے۔ آسمان سے مینہہ برسائے۔ پینے کو پانی دیا۔ سانس لینے کو ہوا دی۔ جب تک چاہے زندہ رکھے۔ جب چاہے مار ڈالے دنیا میں ہمکو اس لئے بھیجا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ جب ہم اُسکے پاس جائینگے اور آمنا سامنا ہوگا اس وقت وہ ہم سے پوچھیگا کہ میرے احسانوں کے بدلہ میں تم نے مجھکو کتنا یاد کیا۔ میں نے تم کو روٹی دی ٹکیاں دی چلوا دیا۔ مگر جب میں بھوکا ہو کر تمہارے پاس آیا تو تم نے مجھپر رحم نہ کھایا اور منہ پھیر لیا۔

نسیمہ۔ ہے ہے پھوپی اماں تو اللہ بھی بھوکا ہو کر آتا ہے۔
پھوپھی۔ ٹھہر و پہلے سن لو۔ اور صاحب! میں نے تم کو کانوں میں بالیاں دیں۔ ہاتھوں میں پہنچیاں دیں پاؤں میں چوڑیاں دیں تاروں کی اوڑھنیاں دیں گوٹے کے کرتے دیئے چوڑیئے کا پائجامہ دیا اور یہی بیں نے تم سے مانگا تو تم نے ایک پیسہ بھی مجھکو نہ دیا۔ بھوکا ہوا تو روٹی نہ دی پیاسا ہوا تو پانی نہ پلایا۔ میں بھوکا پیاسا تھکا ہارا مرتا رہا اور تم نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔
نسیمہ۔ بس تو پھوپھی اماں آج اللہ کو بلا دینا۔ میں اپنی روٹی کھلا دونگی۔
پھوپی۔ توبہ! توبہ! اللہ کچھ تھوڑی کہتا ہے۔ اسکا تو نہ ہاتھ ہے نہ پاؤں منہ ہے نہ سر
نسیمہ۔ ہائیں واہ! اور ابھی کیا کہہ رہی تھیں۔
پھوپی۔ ہاں سچ تو کہہ رہی تھی۔ جب بُھوکے پیاسے مصیبت مارے ہم سے اگر سوال کرتے ہیں تو اُن کا دینا ایسا ہی ہے جیسے اللہ کو دیا۔ اللہ نے ہم کو حکم دیا ہے تم اُن کو دو مجکو پہنچ جائیگا۔ بن باپ کے بچے کئی کئی وقت کے بھوکے بڑی آس لگا کر ہمارے پاس آتے ہیں اُنکو محبت سے کھلانے والا پیکار کر پاس بٹھانے والا کون ہوتا ہے۔ اگر انکو دیکھکر ہمارا دل کڑھے اور ہم اُن کی خدمت کریں تو اللہ ایسا ہی خوش ہوگا جیسا اسکو مل گیا۔ بیٹی بڑے ناگنے اور بیوقوف ہیں وہ لوگ جو دنیا میں آکر خدا سے غافل ہو جائیں۔ بھلا سوچو تو سہی جانور اپنے پیدا کرنیوالے کی یاد کریں اور ہم آدمی ہو کر بھول جائیں۔ اللہ تمہاری عمر میں برکت دے۔ ایمان سب سے بڑی نعمت ہے۔ اور ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ہر وقت یاد رہے جب اسکی درگاہ میں عاجزی سے حاضر ہوگی اور اس کو یاد کروگی تو وہ جو سب باتوں کا مہربان ہے جو چاہو گی وہ پاؤگی جو مانگو گی وہ لوگی۔ اچھا آؤ میرے ساتھ ملکر اسکی تعریف کرو۔

حمد جناب باری — رکھو زباں پہ جاری
باقی ہے بس وہی رب — فانی ہے ماسوا سب

کافی ہے وہ اکیلا		باقی ہے سب جھمیلا
وہ خالق جہاں ہے		وہ رازق جہاں ہے
حاکم ہے بحر و بر کا		مالک ہے خشک و تر کا
فرش زمیں اُسی کا		عرش بریں اسی کا
از ماہ تا بماہی		ہے اسی کی بادشاہی
شاہنشہ جہاں ہے		معبود انس و جاں ہے
حاکم ہے دو جہاں کا		مالک ہے این و آں کا
ہر جا ظہور اُس کا		ہر شے میں نور اُس کا
ہر چیز میں نہاں ہے		ہر چیز میں عیاں ہے
سب سے قریب تر ہے		سب سے عجیب تر ہے
خورشید میں نہ آئے		کچھ ذرہ میں سمائے
کھائے پیئے نہ سوئے		بولے ہنسے نہ روئے
بے آنکھ سب کو دیکھے		بے کان سب کی سُن لے
بے ہاتھ پاؤں سب کام		کرتا ہے وہ بہ آرام
ممکن نہیں کسی سے		تعریف اس کی لکھے
توصیف اس خدا کی		کیا لکھے مشتِ خاکی
مذکور جلوۂ ذات		چھوٹا سا مُنہ بڑی بات

بس کر کہ تیرے بس کا
راشد نہیں یہ قصہ

پھوپی نے تو بھتیجی کے سامنے باتوں ہی باتوں میں خاصا چھوٹا سا وعظ کہہ دیا۔ جیسی چھوٹی سی سُننے والی ویسا ہی چھوٹا سا وعظ۔ چپکی بیٹھی ٹکر ٹکر پھوپی کا منہ تکتی رہی

دعا کا وقت آیا تو ننھے ننھے ہاتھ اُٹھا کر خدا کی تعریف بیان کرنے لگی۔ اتفاق کی بات ہے۔ جب تک وعظ ہوتا رہا شاما بھی بیٹھی رہی۔ ادھر دعا ختم ہوئی اُدھر شاما پھُر سے اُڑ یہ جا وہ جا۔ سچ پوچھو تو سنجیدہ کی نہ یہ غرض تھی نہ یقین کہ آج ہی دین کی ساری باتیں اُسے گھول کر پلا دوں۔ ہونہار بِروا کے چکنے چکنے پات مضمون تھا سچا۔ بات تھی اچھی۔ بچی کے دل پر جم گئی۔ منجھلی بہن کا یہ حال اوّل تو نو بجے کے بعد سو کر اُٹھے اور پھر چھوٹتے ہی ناشتہ کا سوال۔ جب تک کلّا گرم نہ ہو کسی سے بات کرنی قسم۔ ذرا دیر ہوئی اور گھر بھر پر آفت، یہ توڑ وہ پھوڑ۔ اس کو مار اس کو دھاڑ۔ تن تازہ ہونے سے پہلے ٹھنڈے پیٹوں بات کرنی گناہ۔ کھا پی پیٹ آباد کیا اور گڑیوں میں جا داخل۔ پھر قدری کر ڈالو کوئی مرے یا جیئے اس کو وہاں سے اُٹھنا حرام۔ کبھی کبھار بھولے بسرے، اُٹھی بھی تو ایک کو گھرک دوسرے کو ڈانٹ۔ بہن کو نوچ بھائی کو کھسوٹ۔ غرض جس طرف نکلی ترا نہ ترا مچ گئی۔ اماں تنگ، پھوپی نالاں۔ لونڈیاں حیران، مامائیں پریشان۔ لڑکی کیا عذاب تھا۔ جدھر گئی آفت ادھر جس کے سر ہوئی جھاڑ کا کانٹا۔ خدا کا خوف نہ دنیا کا ڈر۔ ماں کا لحاظ نہ باپ کا وقر۔ ماں کو رہی ماں تا باپ رہا بے خبر۔ لڑکی ماشاء اللہ دن دونی رات چوگنی۔ ذرا سی غفلت میں کا بیل اور تل کا پہاڑ بن گئی۔ شروع میں علاج ہوتا تو آج یہ نوبت کاہے کو آتی۔ مرض ہوا لاحق دوا کی نہیں۔ پردہ کھلتا گیا۔ زبان بڑھتی گئی۔ جھوٹی۔ لپاٹن۔ کٹر۔ بے رحم۔ نکمی۔ کام چور۔ گستاخ۔ بے ادب۔ بے شرم۔ بیحیا۔ غرض پانچوں عیب شرعی موجود تھے۔ اسی پیٹ کی اولاد اور اسی باپ کی بیٹی نسیمہ تھی کہ ایک وعظ نے کندن بنا دیا۔ صبح منہ اندھیرے اُٹھی لوٹا بھر وضو کیا۔ اور پھوپھی کے ساتھ جا نماز پر ہو بیٹھی۔ ادھر پھوپی نے سلام پھیرا۔ ادھر اس نے گڑگڑا گڑگڑا کر دعا مانگنی شروع کی۔

(۴)

عید کے دن دوپہر کے قریب محلہ میں ایک موت ہوئی۔ رجب گھر کا قدیم سقہ بڑوں کے

زمانہ کا آدمی ایک ٹانگ سے لنگڑا۔ بڈھا پھونس۔ آس پاس کے ٹھکانوں میں پانی بھر بھرا یا ان بچوں
کے پیٹ میں ٹکڑا ڈال دیتا۔ دو میاں بیوی ایک لڑکی سستا سماں۔ برکت کے دن پشتم
پشتم کسی طرح گزر کر لیتے۔ جاڑے کا موسم ضعیف آدمی چار بجے صبح اٹھ کر پانی بھرتا، بخار اور
بخار کے ساتھ پسلی میں درد ہوا۔ تپ نا زلوم جہاں جو کچھ موجود تھا بیماری میں ختم ہوا۔ مرا تو ایسا کہ
گور گڑھا اور کفن دفن تو در کنار ملتانی کے واسطے ادیتی کی کوڑیاں بھی گھر میں تھیں۔ نسیمہ
خدا جانے کس کام کو کوٹھے پر جا نکلی برابر کے گھر سے رونے کی آواز آئی۔ کھڑکی کھول کر دیکھتی ہے تو
سقنی رو رو کر دیواروں سے ٹکریں مار رہی ہے۔ رو چکی تو خالہ سے کہنے لگی اب کس کس کے آگے ہاتھ
پھیلاؤں کہاں کہاں بھیک مانگوں، برس کا برس دن تہوار کا روز اپنی اپنی حیثیت خوشیاں منا رہے
ہیں۔ کون کسی کی سنتا ہے۔ بڑے نواب صاحب کے ہاں گئی تھی بیگم صاحب تو میری جان کو آگئیں میں نے
تو اپنی بپتا سنائی وہ لگیں خفا ہونے کہ بوا میرے دل میں ہم آتا ہے گھر کے مرد اللہ رکھے نماز کو سدھارے
ہیں۔ تہوار کے دن میرے ہاں بیٹھ کے تو تو رو نہیں وہاں سے اٹھ حکیم جی کے ہاں آئی وہ
پوری طرح ابھی سننے بھی نہ پائی تھیں چھوٹتے ہی کہنے لگیں واہ ری خوبن واہ میری جان چولہا
کا گھر تو بے نہائے دھوئے اندر گھس آئی۔ یتیم خانہ میں چلی جا وہاں سے گور گڑھا ہو جائیگا۔
اپنا سا منہ لیکر چلی آئی۔ رستے میں تھی مسجد۔ ملا جی سے کہا پہلے تو وہ سمجھے سوئیاں لائی ہے۔
جھوٹی چینی کا بڑا سا پیالہ لیکر لپکے میں نے حال سنایا تو اس طرح دھتکارا جیسے کوئی کتے کو دھتکارتا
ہے۔ بچی کے کان میں چاندی کی بالیاں ہیں۔ میں انکو لیجاتی ہوں مگر وہ کہیں ہی گی کتنے
کی۔ دو روپیہ کی تو جمع میں خریدی تھیں۔ اتنی دیر کا مردہ پڑا ہوا ہے اور اس مسلمانوں کے محلہ میں
کوئی اتنا نہیں کہ اول منزل کر دے، اتنا کہکر خوبن کا جی بھر آیا۔ ہچکی بندھ گئی۔ بچی کو پاس
بلا کر بالیاں اتارنے لگی۔ تار کے چھید ہوئے کان پک پک کر چھچے گئے تھے۔ ابھی ہی پانی نے
کان لہو لہان کر دیا۔ نسیمہ کچھ دیر تک تو چپکی بیٹھی ٹھنڈے سانس بھرتی رہی۔ دل تو خوبن ہی کے
بیان نے ہلا دیا تھا۔ لڑکی کے کان نے بالکل ہی بے قابو کر دیا۔ عیدی کے چند روپے رکھے تھے

آئی صندوقچی کھول پانچ روپے نکال اوڑھنی کے کونے میں باندھے۔ اوپر جا پھوپھی پر سے لٹکا کر کہنے لگی "یہ گرہ کھول لو"۔ روپے دیکر آئی تو پھوپی نے کہا بیٹی! کیا لے گئی تھیں۔

نسیمہ۔ جی کچھ نہیں ایک چیز لے گئی تھی۔

پھوپی۔ جب لے گئیں تھیں تو کچھ نہیں کیسا! اسی چیز کو تو پوچھتی ہوں کیا لے گئی تھیں

نسیمہ نے پہلے تو کچھ تامل کیا۔ مگر جب پھوپی نے زیادہ اصرار کیا تو سارا حال ڈرتے ڈرتے بیان کر دیا۔ سنتے ہی سنجیدہ نے نسیمہ کو کلیجے سے لگا لیا اور کہنے لگی میں اپنی بچی کے قربان۔ نسیمہ بیٹی تم نے ایسا اچھا کام کیا کہ میرا دل بہت ہی خوش ہوا۔ یہ کہکر کوٹھری میں گئی تین اشرفیاں پانچ روپے لاکر دیئے اور کہا لو تم اپنی صندوقچی میں رکھو۔ بتاؤ یہ کتنے روپے ہوئے۔ ایک اشرفی کتنے کی ہوتی ہے۔

نسیمہ۔ پندرہ کی ہوتی ہے نہ!

پھوپی۔ تو پندرہ تئے کتنے ہوئے؟ پندرہ کا پہاڑہ پڑھو۔

نسیمہ۔ پندرہ تئے پینتالیس۔

پھوپی۔ اور پانچ۔

نسیمہ۔ پچاس۔

پھوپی۔ بس تو پانچ کے بدلے اللہ نے تم کو پچاس دیئے۔ ایک کے بدلہ دس ہو گئے نہیں۔

نسیمہ جی ہاں پھوپھی اماں! وہ دین و دنیا سنوارنے اور عاقبت کے الگ ہے۔

پھوپی۔ ہاں ہاں شاباش شاباش۔ اچھا ایک بات تو تم بتاؤ۔ تم نے یہ روپے خوبن کو خوش کرنے کے واسطے دیئے یا اللہ کو۔

نسیمہ۔ پھوپی اماں میں نے تو فقط اللہ کے واسطے دیئے ہیں۔

پھوپی۔ آؤ۔ پھوپھی کے گلے سے لگ جاؤ۔ اس سے زیادہ پاجی کوئی نہیں جو دے کر

احسان جتبائے تمکو بھی معلوم ہے کہ رجب نے تمہاری کتنی خدمت کی ہے۔ اور اسکا تمہارے اوپر کیا کیا حق تھا۔ اس دکھ اور بیماری میں کہ ایک ٹانگ سے معذور تھا۔ لکڑی ٹیکتا کنوئیں پر جاتا اور تمہارے لئے مشک بھر کر لاتا۔ خود تکلیف اٹھا کر تمکو آرام دیتا تھا۔ بخوڑا آجکل کا بھی تو نہیں۔ چالیس برس کا سقہ گرمی کے دنوں میں جب پانی مٹکے میں اور صراحی میں تیل ہوتا تھا کوس بھر سے اندارے کی ٹھنڈی مشک لاتا تھا۔ چلے کے جاڑے میں جب دانت سے دانت بجتے تھے ٹھنڈا پانی کندھے پر ڈھو کر لانا آسان کام نہیں ہے۔

نسیمہ مگر پھوپی اماں اسکو مہینہ بھی تو اسی کا ملتا تھا۔

پھوپی۔ ضرور ملتا تھا اور اسکا کام بھی یہی تھا۔ مگر پھر بھی جس طرح یہ لوگ ہماری خدمت کرتے ہیں۔ ہمکو لازم ہے کہ انکے وقت پر ہم کام آئیں۔ ہمارے اوپر بھی تو ان کا حق ہے۔ اور خدا نہ کرے کہ کسی حقدار کا کوئی حق مارے۔ تم نے جو کچھ کیا تمکو کرنا یہی چاہیئے تھا۔ سچی خیرات اسی کا نام ہے۔ یہ ہٹے کٹے موٹے تازے مسٹنڈے اور خنگرے جو دن بھر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور دھوکے دے دے کر آٹوں سے جھولیاں اور پیسوں سے جیبیں بھرتے ہیں اُن کا دینا حاصل دین نہ حاصل دنیا بلکہ اُلٹی اُنکو بھیک مانگنے کی عادت سکھانی ہے۔ خیرات کے قابل صرف وہ لوگ ہیں جو سچ مچ کمانے سے بالکل ہی معذور ہیں۔ اور خدا کا حکم بھی یہی ہے کہ مستحقوں کو دو اور الغفتوں کو کھلانا اور حاجتمندوں کے حق مار کر ان بدمعاشوں کو دینا سخت گناہ ہے۔ ہمکو اگر خدا نے دیا ہے تو اس لئے دیا ہے کہ بھوکوں کو کھلا کر کھائیں نہ یہ کہ بھوکے بیچارے تو پیٹ سے پٹی باندھ کر پڑے رہیں اور یہ فیلسوف صبح سے شام تک سیروں آٹا اکٹھا کر لیں کہیں ڈولی بنجا میں کہیں پیرانی جی ہو جائیں۔ کسی کو راگ کسی کو دھوکا خدا ایسے دغاباز فقیروں اور فقیرنیوں سے سب کو بچائے۔ یہ خالہ رحمت ان ہی کی ماری ہوئی ہیں جو آجتک نہ ہنسیں۔ ایک ٹھگنی کے ڈھب پر چڑھ کر دینی بہن بنیں، خدا تھی تو وہ، رسول تھی تو وہ۔ اس کٹنی نے ہاتھ گلا سب اینٹھا۔ اور مہینہ ڈیڑھ مہینہ خدمت کروائی۔ سو الگ۔ ہیں اُن کا روں

کے نام سے جلتی ہوں۔ اچھی خاصی ہاتھ پیروں سے تندرست صبح ہوئی اور بھیک مانگنے نکل کھڑی ہوئیں مفت کی روٹیوں کا مزہ پڑ گیا۔ نوکری کرے اُنکی جوتی اور کام کرے اُن کا صدقہ۔ اُن کو دینا کنوئیں میں پھینکنا ہے۔ میں بہت خوش ہوئی کہ تم نے سچی خیرات کی۔ خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے۔ حقداروں کے حق اسی طرح سمجھنا اور کبھی اس بات کا خیال نہ کرنا کہ کسی کے ساتھ سلوک کرو تو وہ احسان مانے۔ چلو اب ابّا جان کو بھی سلام کر لو۔ عیدگاہ سے آگئے ہونگے۔

(۵)

آگے آگے پھوپھی۔ پیچھے پیچھے بھتیجی۔ کھڑکی میں سے نکل بڑے گھر میں آئے دیکھتی ہیں تو وہاں عجب ہی تماشا ہو رہا ہے۔ منجھلی نے ایک کتیا کے گلے میں رسی کا ٹکڑا ڈال۔ در سے باندھ رکھا ہے اور لکڑیوں پر لکڑیاں مار رہی ہے۔ کتیا غریب رسے بندھی ہوئی نہ کہیں بھاگ سکتی تھی نہ چھپ سکتی تھی۔ صبح سے جو مار پڑنی شروع ہوئی ہے تو دوپہر قریب آگئی۔ بانس کی کھپچی کے پرزے اُڑ گئے مگر مار وہاں ختم نہ ہوئی۔ مارتے مارتے تھک گئی۔ تھوڑی دیر دم لے لیا اُٹھی اور پھر مارنا شروع کر دیا۔ بے زبان جانور نہ کچھ کرنے کے قابل نہ کہنے کے لائق۔ ایک ایک کا منہ حسرت سے تک رہی تھی کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ ایسا رحم دل آجائے جو مجھے اس مصیبت سے بچالے۔ ماماؤں بیچاریوں کی تو ہستی ہی کیا تھی جو دم مار سکتیں خود بدولت یعنی اماں جان کا یہ حال کہ ایک دفعہ منع بھی کیا تو جانور پر رحم کھا کر نہیں بلکہ اپنی تکلیف سے اکتا کر اور وہ بھی اس طرح۔

"اے ہے منجھلی بس چھوڑ دے۔ کیا موئی ہار رہی کتیا ہے۔ آواز ہے کہ کان کے پار ہوئی جاتی ہے۔"

منجھلی۔ ہیں۔ میں تو اس کی کھال اُڑا دونگی۔

پھوپھی۔ اور تم نے اس کو پکڑا کیونکر۔

منجھلی۔ اور تم نے پہچانا بھی؟ ممانی جان والی کتیا ہے میں تو اس سے بہت جلی ہوئی ہوں۔ اس دن میں تو اُن سے ہنسی ہنسی میں چھاپے چھین رہی تھی آپ نے مجھ پر ہاں سے بھونکتی ہوئی۔ میں تو اسی دن سے اس کے فکر میں تھی۔ بڑی مشکل سے ہاتھ آئی ہے۔ کیا لپ لپ کرکے قلمی بڑا کھایا ہے چیختی کتنا ہے یہ تو دیکھو، اتنا کہہ لڑکی نے پھر مارنا شروع کیا۔

پھوپھی۔ بیٹی برس کے برس دن اچھا ثواب کمالیا یہ تو کوئی ایسا قصور نہیں ہے۔ تم نے اُن سے چھاپے چھینے۔ وہ سمجھی یہ میری مالک سے لڑ رہی ہیں۔ اپنے آقا کا دشمن سمجھکر تم پر بھونکی گناہ کیا کیا۔ تم زبردست ہو یہ کمزور ہے تمہارے قبضہ میں ہے اور پھنسی ہوئی جتنا جی چاہے مارلو۔ مگر جس طرح آج تم اس پر حاوی ہو اسی طرح کوئی تمہارا اور اسکا دونوں کا مالک بھی ہے جو تم سے بھی شہ زور ہے۔ کمزور پر ترس نہیں آتا تو طاقتور سے تو خوف کرو۔ جانوروں کا بنانے والا بھی وہی ہے جو آدمیوں کا۔ انکو اس لئے نہیں بنایا کہ تمہارے ہاتھوں ایسی ایسی اذیتیں بھگتیں۔ کان تو بہرے مار رہی ہو اور دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا جانور بد دعا نہیں دیتے۔ اس سچے دربار میں جو ایک زبردست بادشاہ کا ہے آدمی ہو یا جانور سب یکساں ہیں۔ جس طرح تمہاری سنتا ہے اسی طرح اُنکی سنیگا۔ شاباش ہے تمہاری طبیعت کو کس دل سے تم ایک بے زبان جانور کو یہ کچھ تکلیف پہنچا رہی ہو۔ تم نے تو سینکڑوں ماریں اور بس نہیں۔ اگر ایک کھپچی میں تمہارے لگا دوں تو کیسی ساٹھ۔ جانوروں پر رحم کرنا انسانیت کی ایک صفت ہے آدمی کو ستاؤ گی تو وہ ایک کے بدلے چار یوں سنائیگا اور ہزار آدمیوں میں بات پہنچائیگا۔ کتیا بدنصیب تو اتنا بھی نہیں بتا سکتی کہ اتنی دیر کہاں رہی۔ ہمارے پیغمبر صاحب نے تو ایک دفعہ اپنے ہاتھ سے ایک کتے کو جو پیاس کے مارے ہانپ رہا تھا پانی پلایا۔ بلکہ ایک دفعہ کسی شخص نے چیونٹیوں کو جلا کر اُنکے بلوں میں بھیل ڈالدیا۔ آپکو خبر ہوئی تو بہت ناخوش ہوئے۔ تم مسلمان ہو کر ایسی کٹر کہ جانوروں پر اتنا ظلم روا رکھا اور ہنستی پھر رہی ہو سبکتگین بادشاہ کا حال تم نے تو کیا خاک سُنا ہوگا۔

مار سکوں چپکی بیٹھی دیکھ رہی ہوں اور جل رہی ہوں"

پھوپھی کا تو خیر وہ سچ یا جھوٹ۔ زیادہ یا کم کچھ نہ کچھ لحاظ کرتی یا نہ کرتی گفتگو کے ختم کا انتظار اور جواب میں کچھ سوچ بچار کرنا ہی پڑتا۔ مگر ماں غریب تو ایک بات کہہ کر گنہگار ہو گئی سب کو چھوڑ چھاڑ۔ پنجے جھاڑ جو ماں کے پیچھے پڑی تو جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔ زبان تھی کہ الامان۔ ایک منہ میں بیسیوں کوسنے اور ایک سانس میں سیکڑوں فضیحتیاں۔

"آئیں بڑی بچاری وہاں سے۔ مانتے ہی تو ہم کہتے ہیں تو ہم دوسرا حمایت لینے والا کون۔ اسی واسطے میں کسی سے بولتی نہیں چالتی نہیں۔ پھر مجھے کیوں کہے۔ اس کتیا کے تو آج میں پرخچے اڑا دوں گی۔ دیکھوں تو سہی کون روکتا ہے"

اتنا کہتے ہی جو کتیا پر پلی تو مارے کھپچیوں کے بھرکس نکال دیا۔ انگنائی میں پھوپھی بھتیجیاں۔ چبوترے پر کتیا سنبھلی۔ دالان میں ماں۔ باورچی خانہ میں ماما سب م بخود کھڑے تھے۔ ماں نے تو جیسا کیا ویسا پایا۔ مگر پھوپھی کو تو گویا سانپ سونگھ گیا۔ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ کتیا اتنی پٹی کٹی مگر پھر بھی زندہ رہی۔ اتنے میں میرزاہد بھی آگئے۔ بھائی کو آتا دیکھ کر سنجیدہ بچی کا ہاتھ پکڑ اپنے ہاں چل دی۔ تہوار کا لحاظ۔ ماں باپ کی شرم اتنا اثر بیٹی پر بھی ہوا کہ کتیا کو چھوڑ کمرے میں گھس گئی۔ مگر میرزاہد بہرے نہیں اندھے نہیں بیٹی کے بنکارنے کی آواز سات گھر پرے پہنچ رہی تھی۔ وہ باہر ہی سے سمجھ گیا تھا کہ کہیں وزنہ چمکتا ہے میرے ہاں عید چمک رہی ہے۔ خدا خیر کرے۔ خبر نہیں کیا آفت آئی سنجیدہ اس وقت تو بھتیجی کا ہاتھ پکڑ ساتھ لیتی گئی۔ مگر وہاں پہنچ کر جو خیال آیا تو کہنے لگی۔

"نسیمہ جاؤ باپ کو سلام کر آؤ۔ دیکھو ادب سے بیٹھنا جو کچھ پوچھیں اس کا جواب دینا۔ خبردار جو خواہ مخواہ کسی معاملہ میں دخل دیا۔ نیچی نگاہ کرکے ایک طرف بیٹھ جانا"

(۶)

پھوپھی کا حکم پاتے ہی نسیمہ ماں کی طرف چلی تو پھوپی نے کہا یہاں تم آؤ۔ میں تو

فقط تم کو دیکھ رہی تھی کہ خود بھی خیال آتا ہے یا نہیں ہر طرح چھم چھم کرتے باپ کے آگے جانا۔ تم کو شرم نہیں آتی۔ اب تم ایسی نادان نہیں ہو جو اتنی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکو تم باپ کے سامنے اس جھنکار سے جانا شاباش بیٹی شاباش۔ وہ تو مرد ہیں اور میں عورت پھر ایک لحاظ سے پھوپھی ایک لحاظ سے ماں مگر خدا کی قسم تمہارا یہ چھننا کا مجھکو زہر معلوم ہوتا ہے۔

پھوپی کی زبانی اتنا سنتے ہی نسیمہ پانی پانی ہوگئی۔ جھانجن جوڑیاں اتار پلنگ پر ڈالے اور باپ کے سلام کو چلی۔ سنجیدہ نسیمہ کے ایک ایک قدم کو نگاہ میں رکھتی تھی۔ جب وہ کھڑکی کے پاس پہنچی غور سے دیکھتی رہی اترا چاہتی تھی کہ پھوپی نے وہیں سے کہا نوج ایسی بے ڈھنگی بیٹی ہو کہ کسی چیز کا ٹھیک ٹھور ہی نہیں جہاں چاہا اتار پھینکی۔ تم تو پھینک پھانک لمبی ہوا اور میں بیٹھی رکھوالی کروں۔ تہوار کا دن آنے جانے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ دھوبن بہشتن۔ ماما بھنگن بیسیوں انیاں جنیاں آجا رہی ہیں۔ ذرا میری نگاہ چوکی اور کوئی بغل میں رکھ چلتا ہوا تو بیٹھی رونا بیٹی ذات اور ایسی بے تمیز کہ کسی چیز کی سرت ہی نہیں۔ لو کنجیاں لو قفل میں رکھو۔

نسیمہ کوٹھری کھول چیزیں رکھنے چلی تو ایک ڈانٹ اور پڑی۔

"کے دفعہ بتا چکی ہوں کہ اوڑھنی کا آنچل سیدھی طرح لگایا کرو مگر جب دیکھو بیہودہ پنے سے بیٹی الٹی طرف کا پلا زیادہ رکھتے ہیں۔ سیدھی طرف کا آنچل لگا الٹی طرف کا کندھے پر ڈال لیا۔ مردوں کے سامنے تو ان باتوں کا خیال رکھا کرو بے شرم باپ کے سامنے جا رہی ہے اور سارا بازو کھلا ہوا ہے۔ آج باپ بھائی سے لحاظ کرو گی تو کل دیور جیٹھ سے شرم آئے گی۔ یہیں سے دیدہ ہوائی کیا تو وہاں کیا خاک ہوگا۔

اوڑھنی ٹھیک کر باپ کے پاس پہنچی تو دونوں میاں بیوی سر جوڑے منجھلی کی بے ترتیبی پر افسوس کر رہے تھے۔ میرزا ہر بیوی پر الزام تھوپ رہے تھے اور بیوی میاں پر سارا چھپر رکھ رہی تھیں۔ اتنے میں نسیمہ گلابی ململ کی ریشمی اوڑھنی آگے ٹھپا پیچھے چمپا کی توئی بیچ میں

تین گوکھرو کی پٹیاں۔ سبز ساٹن کا پاجامہ موریوں پر چنبیلی کے جال کا پٹھا آگے بانکڑی گلابی ریشمین کرتہ گھیر میں تو نی ٹھپا کلیوں پر ایک تاری پیک گلے میں چمپا کلی ہاتھ میں ٹھوس کڑے نوک میں ایک ایک پتہ بالی، ننھے پاؤں جھلی جھکائی سامنے آ باپ کے سلام کو جھکی سلام کر چکی تو الگ کھڑی ہو گئی۔ باپ نے دیکھا تو پسینے پسینے ہو رہا تھا پنکھا ہاتھ میں لے بیٹھ کے پیچھے جھلانے لگی باپ نے دعا دی۔ پانی مانگا تو نسیمہ نے قلعی دار کٹورہ لیجا کر پہلے خوب دھویا۔ پھر صراحی میں سے پانی الٹا و پیچھے ہاتھ رکھ سامنے لا کھڑی ہو گئی۔ بیٹی کی یہ تمیز دیکھکر باپ کا دل بہت ہی خوش ہوا۔ پانی پی چکا تو اپنے پاس بلا کر کہنے لگا۔ او ہو بیٹی تمہارے کپڑے تو ماشا، اللہ خوب ہیں۔ عید تو اصل میں تمہاری ہی ہے۔ کہو عیدی کے کتنے روپے جمع ہوئے۔

نسیمہ۔ چھ روپے ہوئے تھے جس میں سے پانچ اٹھ گئے۔ اللہ نے مجھے پچاس اور دیئے اب اکیاون ہیں۔

باپ۔ پچاس روپے تم کو کس نے دیئے۔

نسیمہ۔ پھوپھی اماں نے۔ لیجئے وہ بھی آگئیں۔

پھوپھی۔ پچاس کیا اگر پانسو ہوتے تو میں اپنی بچی پر قربان کر دیتی۔ رجب سقہ کا مردہ بے کفن پڑا تھا۔ اپنی عیدی میں سے اس نے پانچ روپے دیئے میرا تو دل خوش ہوا کہ بس میں ہی جانتی ہوں۔

دونوں ماں باپ یہ سنکر دعائیں دینے لگے۔ باپ نے اسی وقت دس ماں نے پانچ روپے نکالکر اور دیئے۔ پھوپھی نے پوچھا ہاں لو اب تو بتاؤ تمہارے پاس کل کتنے روپے ہوئے۔

نسیمہ۔ اکیاون تو پہلے ہی تھے دس ابا جان کے اور پانچ اماں جان کے چھیاسٹھ ہوئے۔

باپ۔ سو میں کتنے کم رہے۔

نسیمہ۔ چھیاسٹھ اور چار ستر، ستر اور تیس سو۔ تیس یہ چار چونتیس ہے۔

باپ۔ تمہارے پاس روپے ہو جائیں تو بس دھوم سے گڑیا کا بیاہ کر ڈالو۔

ماں۔ واہ۔ اچھا وہم ہے کیلدہ تو ایسی سوم ہے کہ خدا کی پناہ۔ نگوڑی مٹھائی کی دوڈلیوں کی بھی کچھ اصل ہے۔ آٹھ دن سکھا کر رکھیں اور پھر بھی خبر نہیں کہ کھائیں یا نہیں۔ وہ ایک ایک پیسہ جوڑ کے روپئے کرتی ہے۔

پھوپھی۔ واہ بوا واہ سوم کیوں ہونے لگی کس کام کی وہ لڑکیاں کہ پیسہ ہاتھ میں آیا اور چل پیٹ میں ایسے کھانے سے خاک نہ کھائے۔ خدا نہ کرے جو کواری بیٹی کو چاٹ چاٹ لونڈوں کا مزہ پڑ جائے۔ ہوت نہ ہوت تو سب ہی کے ساتھ ہے۔ لپکا پڑ گیا تو پھر نہیں چھوٹتا۔ چوری کر دیا قرض لو۔ میکے میں میّا کا دوپٹہ سسرال میں میاں کی پگڑی بیچ باچ چٹ کر لو۔ دور کیوں جاؤ۔ پڑوس ہی میں دیکھ لو نہ ادھر کا چھن بارہ آنے کو جھپاٹے رہی ہے۔ ادھر کھچوری والی ڈیڑھ روپئے کو بیٹھ رہی ہے۔ کنجڑا الگ رو رہا ہے۔ حلوائی جدا سر ہو رہا ہے۔ کس کام کی وہ بیٹی جس کی وجہ سے دروازے پر تقاضا آئے۔ انکو کھلانے پلانے والے ہم کیا مر گئے۔ بہن۔ بڑی تازی باسی جو میسر ہو پہلے یہ پیچھے ہم۔ بیشک وہ تو کبھی ادھی بھی نہیں کھاتی میں خود ہی دو پیسہ روز کا سودا منگا دیتی ہوں اس کے ہاتھ میں پہنچ جائیں تو وہ انکو بھی جمع ہی میں ڈالے۔

ماں۔ بوا تمہارا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ مگر ایک بات تو بتا دو ان گوٹے ٹھپوں پر تم تو ہمیشہ ناک بھوں چڑھاتی ہو۔ پھر بچی کو کیوں مصالحہ میں لاد دیا۔ اب یہ بوجھوں نہیں مر رہی۔

پھوپھی۔ میں اب بھی وہی کہتی ہوں اور سچ کہتی ہوں تمہارے سمجھنے میں فرق ہے۔ سینکڑوں روپیہ مصالحہ میں اندھا کرنا بیوی میری سمجھ میں تو آتا نہیں میں نہیں کہتی کہ دھوبی کے دھوئے ہوئے سفید کپڑے پہنو مگر ہاں یہ ضرور کہتی ہوں کہ مصالحہ سے بچے ہوئے جوڑے صندوق میں سینت سینت کر رکھنے۔ حاصل دین نہ حاصل دنیا۔ تم ہی کہو تمکو کتنے جوڑے ملے کتنے کام آئے اور کتنے کپڑوں کی نذر ہوئے۔ میرا چار ساڑھے چار سو کا چوتھی کا جوڑا

یوں ہی رکھا رکھا غارت ہو گیا۔ اس ڈھائی ڈھوئی میں ادھر تو لگا ٹپکا۔ ادھر عید روز تھا پرنالہ دراڑوں اور درزوں میں سے سارا پانی اندر پہنچا۔ دوپٹہ اور پاجامہ دونوں گلگرا ہو گئے میں یہاں کچھ نہیں اماں جان کو اللہ بخشے خیال ہی نہیں دھوپ دینے کی کبھی نوبت نہ آئی ایک تو وہ اور اس کی لپیٹ میں سات اور سب اسی مینہ کی بھینٹ چڑھے۔ مصالحہ ٹانکو میں منع نہیں کرتی مگر ضروری ضروری یہ نہیں کہ گرمی میں ایک تو ڈھائی پاٹ کا دوپٹہ اوپر سے مصالحہ انبار روں۔ پوے ایک ٹانک کا بوجھ ہو جائے۔ اور جو کہیں خدانخواستہ بیچنے کی نوبت ہوئی تو روپیوں کا مال کوڑیوں کے مول۔ یہ سترہ اندرائیں جوڑے تم ہی کو پسند ہونگے میں ہکو غرض نہیں سمجھتی کہ چاہے جان تک کی بک جائے۔ مگر جوڑے لیسے ہی ہوئے ہوں تو تم ہنسو گی تو ہنسی مگر میں سچ کہتی ہوں تو وضع وضع کی بیلیں اور طرح طرح کے کنارے تمہاری ان کناری بانکڑیوں سے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ خوبصورت سے خوبصورت صونفیانی کی صونفیانی۔ اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ کنواری بیاہیوں میں بھی کچھ فرق ہوگا یا نہیں۔ اپنی گھر والی گھر تینوں تین آزاد مختار جتنا چاہیں اوڑھیں۔ جو چاہیں بنائیں بیچاریاں ماں کی محتاج باپ کی دست نگر جو ہاتھ اٹھا کر دیدیا وہ لے لیا۔ ان کے ۔ل رکھنے کا وقت تو یہی ہے۔ چار پانچ برس کی مہمان سمجھ لو۔ پھر خدا جانے تقدیر میں کیا لکھا ہے کوئی بھلے مانس مل گیا عزت آبرو سے گزر گئی۔ کسی بدذات سے پالا پڑا ہر وقت کی سوختنی۔

میکہ میں بھی انکی بات نہ پوچھی گئی تو سو بدنصیبوں کی بدنصیب تو یہی ہیں۔ تم سب مجھ کو دیوانی کہو یا سڑن کہو۔ میں تو کہوں ہانکے پکارے کہوں کھلے خزانے کہوں۔ کہوں اونچوں میں کہوں کہ ہم سب بے ایمان۔ خدا نے تو مرنے ہی کے بعد انکا آدھا حصہ کیا تھا۔ تم نے جیتے جی انکو لونڈیوں سے بدتر بنا دیا۔ سنا ہے کہ عرب میں جیتی لڑکیوں کو گاڑ دیتے تھے۔ بلا سے وہ اچھا تھا یہ روز روز کے کچوکے اور ہر وقت کی آفت تو نہ تھی کہ تار کا سالن بیٹوں کو ڈبڈبا بھر تلیا بیٹیوں کو۔ روغنی روٹیاں بیٹوں کی تر بتر پراٹھے بیٹوں کے بچا کھچا رکھا رکھایا ان بیچاریوں

کے واسطے۔ کپڑوں کو دیکھو اپنی اپنی حیثیت کے بموجب اُجلے بہین نُنے ثابت جو کچھ ہیں پہلے بیٹے۔ وہ بنے پھریں چھیلا۔ یہاں کے گہر مٹی کو دیکھ لیسٹی رہیں۔ نے اپنی آنکھ سے بڑی ممانی جان کے ہاں دیکھا ہے اور آجتک یاد ہے کہ ایک دن برف والا بولا بڑے نے سات اور چھوٹے نے چھہ قلفیاں چٹ کیں اور تینوں لڑکیاں میٹھی منہ دیکھتی رہیں جب وہ اچھی طرح کہا چکے نیت اور پیٹ دونوں بھر گئے تو ممانی جان نے کہا ایک ایک قلفی ان تینوں کو بھی لا دے۔ خدا کی قسم میرا کلیجہ کٹ گیا جب بڑے نے آکر کہا تاقلفیاں ہو چکیں۔ بوا یہ تو ساون کی چڑیاں ہیں چگ چگا کر اُڑ گئیں جب تک ان کی تقدیر کا آب و دانہ ہے بیٹھی ہیں جب اُٹھ گیا دوسرا گہر جا بسایا پھر طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں۔ ذرا تو انصاف کرو یہ تو جانوروں سے بھی بد تر نکلیں یہاں بھی ان کی خاطر مدارات نہ ہوئی تو یہ کبھی کیا یاد کریں گی کہ ہم دنیا میں پیدا ہوئے۔ اُن کی تقدیر کا سکھ چین تو بس میکے ہی تک سمجھ لو۔ سسرال جا کر تو بڑی بڑی رئیس زادیوں کو دیکھ لیا۔ ایمان نہ نگلو۔ ایکدن خدا کو منہ دکھانا ہے۔ جیسے ان بیچاریوں کے من مارے ہیں [illegible] ان کی مٹی پلید کی ہے۔ خدا دشمن کی نہ کرے۔ کیسے ظلم کی بات ہے جو سدا کے [illegible] گہر کے مالک مختار [illegible] یہ آنکھ تک میلی نہ ہوا اور وہ بیچاری [illegible] تھک کر رات کی رات دم لینے آٹھریں۔ اُن کی بات بھی نہ پوچھو۔ بوا بیٹیوں کے لئے تو میکہ سرا سمجھو۔ چڑیا رین بسیرا ہے صبح ہونے کی دیر ہے۔ ادہر نقارہ بجا اُدہر کوچ۔ پھر یہ کہاں اور تم کہاں۔ تمکو تمہارے بیٹے مبارک تمہارا گہر نصیب بیاہی بیٹی تڑوسن ڈہل جائے بیٹے تو جوتیاں مارینگے اور لیں گے۔ لینگے اور عمر بھر لیں گے۔ زندگی کی کمائی بیٹے۔ ہزار برس کی بیوہو۔ گہر کا کوڑا ایٹی۔ جہاڑ و دی نکال پہینکا! اللہ رکھے تم بھی اولاد والی ہو۔ خدا بچوں کی عمر میں برکت دے! یہاں سے کہنا جتنی بے فاقت کی بوان بے زبانوں سے آتی ہے۔ لڑکوں میں بھی پاتی ہو؟ پھر اس مجبوری اور بے بسی کو دیکھو جس کے سر چاہا چپیک دیا جہاں جی چاہا پٹخ دیا۔ ہر حال راضی ہر جگہ خوش۔ بی سعیدہ ہی کو دیکھ لو سینکڑوں

کوسوں دور جا پڑیں۔ کس میں اتنا بوتا ہے کہ تین سو روپے خرچ کرے اور بلائے۔ بال بچوں کے جھگڑوں میں ایسی پھنسیں کہ سب بھول بسر گئیں۔ آرام کے دن اور سکھ کا وقت تو بس وہی تھا جو میکہ میں کٹ گیا۔ اماں باوا کی صورت دیکھنے کو دل نہ تڑپتا ہوگا؟ بہن بھائیوں سے ملنے کو جی نہ چاہتا ہوگا؟ مگر کس سے کہے اور کیا کہے؟ نہ آنے والی میں اتنی ہمت نہ بلانے والوں میں اتنی طاقت۔ ہم یوں گئے نہ یوں گئیں۔ ہم یہاں تلملائیں وہ وہاں تلملائے۔ چلو چھٹی ہوئی۔

(۷)

بھاوج غریب نے تو آمد سخن ایک بات کہدی تھی۔ اسکو کیا خبر کہ نند ایک داستان شروع کردیگی۔ کچھ دیر تک تو بیٹھی سنتی رہی اور ہنستی رہی مگر یتیم کی باتیں تھیں ایک چھوڑ تین تین بیٹیاں آگے۔ کچھ ایسا ماما کا جوش ہوا کہ بے اختیار ہو گئی۔ نسیمہ سے چار نہیں ہونا تھا کہ آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ دوڑ کر گلے لگا لیا اور لگی بلائیں لینے۔ بیچ زاہد بیچارے سیدھے سادے بھولے بھالے۔ ادھر تو بہن کی لچھے دار تقریر [illegible] شروع کیا رونا۔ نرم دل تو تھا ہی دل بھر آیا۔ پہلوٹی کی بیٹی سعیدہ [illegible] بیٹھی تھی۔ کچھ اس کی جدائی کا خیال کچھ منجھلی کی شرارتوں کا [illegible] بے قابو کہ ہچکی بندھ گئی۔ بھائی کو روتا دیکھ بہن کو بھی تاب نہ رہی ادھر بہن بھائی ادھر ماں بیٹیاں چاروں دیر تک روتے رہے مگر صد آفریں اس کمبخت منجھلی کو یہ کچھ ہوا کہ مامائیں تاپ پیچ گئیں مگر وہی لٹ سے مس نہ ہوئی۔ اس پر طرہ یہ کہ ماما کی لڑکی کو دیا پیسہ کہ لونگ چڑے لادے۔ چھ برس کی جان عید کا دن کیا بولی دونا ہاتھ میں ادھر اُدھر دیکھتی بھالتی چلی آتی تھی نکڑ پر آئی تو اوپر سے چیل نے ایسا جھپٹا دیا کہ کباب پنجہ میں اور دونا موری میں۔ ہاتھ میں خون نکلا سو الگ۔ غریب روتی بسورتی گھر میں آئی شہزادی بلند اقبال کے دربار میں تو کس کی مجال تھی کہ دم مارتا۔ لڑکی دور سے لگی سوں سوں کرتی اپنے ہاتھ کو دیکھ

رہی تھی۔ پوچھا کباب لائی؟ بھبھٹے کا نام سنتے ہی ایک ایسا دھکا دیا کہ بچی لڑکتی پڑکتی انگنائی میں پہنچی۔ ادہر پنجوں کی کھرنچ ادہر دھکے کی چوٹ اُوپر سے پڑا دھتڑ بلبلا اُٹھی۔

ماں کی ممتا تو امیر غریب سب ہی کی ہوتی ہے۔ بیٹی کی یہ کیفیت دیکھکر ماما سے صبر نہ ہوا۔ گھبرا کر اٹھی اور بگڑ کر کہنے لگی۔ "اے ہے منجھلی بیگم وہ تو ابھی کیڑا ہی ہے چیلیں نامرادیں تو بڑے بڑے مردوں کے ہاتھوں سے چیزیں لے جاتی ہیں۔ ایک پیسہ کے واسطے آپنے بچی کو ہلکان کردیا۔ اس کا ہاتھ تو پہلے ہی لہولہان ہو رہا ہے۔ برس کے برس دن نگوڑا اتنا سارا جیتا جیتا خون نکل گیا"۔

منجھلی۔ لہولہان کیا میں تو اس کو جان سے مار ڈالوں گی۔ میرا پیسہ مفت کا تھوڑی ہے کہ کباب کھلا دونا چاٹ جھوٹ موٹ سو سو بہانے چلی آئی۔ بڑی [illegible] صراف ہو تو میرا پیسہ دیدو۔

لڑے کا معاملہ، بیچ انگنائی کا ذکر ٹھیک دوپہر کی بات، ماں اور بیٹی [illegible] ں گھٹنوں میں سر دیے ادھر [illegible] ں میاں [illegible] سرے کا منہ دیکھکر چپ ہو گئے۔ کس کے سر پر اتنے بال تھے کہ الف سے بے کرتا۔ دیکھا اور منہ پھیر لیا کسی نے ہنسکر کسی نے رو کر۔ ماما نے بٹوا کھول پیسہ نکال آگے ڈالدیا۔ اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ باورچیخانہ میں چلی گئی۔

گرمی تو تڑاقے کی پڑ رہی تھی۔ میر صاحب عید گاہ کی تھکان بوڑھی ہڈی کو فوت پلنگ پر لیٹے اور لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ باپ کو سوتا دیکھ نسیمہ پنکھا لے پاس بیٹھ گئی۔ جھلنے لگی آنکھ کھلی تو ظہر کا وقت تھا۔ آذان کی آواز آتے ہی سنجیدہ بھتیجی کو ساتھ لے اپنے ہاں آئی دونوں نے وضو کیا نماز پڑھی۔ پڑھ چکی تو سنجیدہ نے کہا۔ بیٹی نسیمہ تم میری باتوں پر بھول نہ جانا۔ وہاں تو میں تمہارے آبا کے سامنے لڑکیوں کی حمایت لے رہی تھی۔ لیکن سچ پوچھو

تو اچھی یا بُری جیسی بھی بیٹی ہو گی ماں باپ بہرے ہی گے۔ گائے کو سینگ ڈوبھر نہیں ہوتے مگر پھٹے سے منہ اُن لڑکیوں پر جو صریحاً جانتی ہیں کہ ماں باپوں کے پاس چند روز کی مہمان ہیں اور دم ناک میں کردیں۔ ماں جیسی چیز کہ اگر دنیا چھان مارو اور زمانہ ڈھونڈھ ڈالو کہیں میسر نہیں نام سے بیزار ہو جائے کیسی محنت اور مصیبت سے پالا پوسا۔ پڑھایا لکھایا۔ اتنا بڑا بوجھ گھنٹہ آدھ گھنٹہ بھی تو نہیں مہینوں پیٹ میں رکھا گود میں رکھا۔ عیش آرام سب حرام کیا۔ کھایا تو پرہیز سے۔ پیا تو احتیاط سے۔ دنیا میں منوں اور انباروں میوے اور ترکاریاں بکیں اور آئیں۔ مگر بچے والی کے دل سے پوچھو کیا کھایا۔ آم وہ نہیں کھاتی برف وہ نہیں چکھتی کھیرے ککڑی خربوزے۔ تربوز اس کی طرف سے ہوئے نہ ہوئے دونوں یکساں لوگوں کے کہنے سننے سے ارادہ بھی کرتی ہے پھر خیال آتا ہے "ثقیل ہیں" قربان کئے تھے خربوزے چولھے میں گئے تربوز خدا میری گود بھری رکھے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو گی۔ پھر مزا یہ کہ نہ کسی کا ظلم ہے نہ زبردستی۔ جو کچھ ہے وہ اپنی خوشی سے اور دلی محبت اور [illegible] سے۔ [illegible] کو دیکھو چکی کا ہتا ہاتھ میں ہے۔ بچہ برابر میں پڑا ہے [illegible] جاتی [illegible] بچہ دیکھ کر نہال ہوئی جاتی ہے [illegible] ہر ٹکڑا ہاتھ پھیلے جا رہی ہے جب پیس پاس کر فارغ ہوئی اور بچہ کو کلیجہ [illegible] دودھ پلایا اس کا دل دیکھو۔ یہ بادشاہ سے بھی تو زیادہ ہے۔ اس کی گود میں ایسی نعمت ہے کہ سلطنت ہو تو اس پہ سے قربان کردے۔

یہ ماتا ہی کا جوش تھا کہ اس وقت بیچاری بلا تن نے تمہاری ہتھیلی آپا کے آگے پیسہ نکال پھینک دیا۔ لو سامنے اس چڑیا کو دیکھو۔ تم کو معلوم ہو جائیگا کہ ماتا کیا چیز ہے موکھے میں بچہ بیٹھا ہے ادھر ادھر سے دانا دنکا جو کچھ ہاتھ لگتا ہے چگ چگا کر لاتی ہے اور اس کے پوٹے میں ڈالتی ہے۔ لے بدنصیبہ ذرا دیکھ تو سہی بچہ کس طرح ماں کے آگے بازو اور پر پھیلا کر چیں چیں کر رہا ہے۔ جانتا ہے کہ ماتا کی ماری کہیں نہ کہیں سے چرا چھپا اپنی جان جوکھوں

میں ڈال لیجو نہ کچھ ضرور لیکر آئی ہو۔ تم بڑی خوش نصیب ہو اور خدا تم کو سدا ایسا ہی خوش نصیب رکھے کہ تمہارے پاس یہ نعمت موجود ہے۔ ہمارے چاہنے والے جن پر ہر طرح کا زور تھا جنگل میں جا سوئے۔ جب تک اد میاں باہر رہتے تھے اماں جان اللہ بخشے بیسیوں ہی دفعہ خیر صلاح سے لوٹنے کی تسبیح پڑہتی تھیں۔ اب جہاں چاہیں خاک اڑاتے پھریں کون پوچھنے والا بیٹھا ہے۔ یوں تو جس کے ساتھ سلوک کرو وہی فرمانبردار اور عاشق زار بننے کو موجود۔ مگر ایسا دعاگو کہاں۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے پاس ہوں یا دور یہی آرزو اور یہی ارمان کہ اقبال میں ترقی عمر میں برکت۔ اگلے ہی برس کی تو بات ہے تم کو کیا یاد نہ ہوگا جب شام کو بکری چر کر آتی تھی دن بھر کے چھوٹے ہوئے بچے کس طرح ماں کو لپٹتے تھے اور کیسی محبت سے وہ انکو چاٹتی تھی۔ جس وقت وہ پھلر واسے بچے اچھل اچھل کر دودھ پیتے تھے اس وقت جیسا بکری کا دل باغ باغ ہوتا ہوگا اس کی قدر مامتا ہی والے سمجھتے ہیں جب غدر پڑا ہے اور ہم سب بھاگ کر وزیر آباد گئے ہیں کیسی حویلی اور کس کے ایک ٹوٹے ہوئے قبرستان میں رات کو بسیرا کیا۔ خدا وہ وقت دشمن کو نہ دکھائے [illegible] کر [illegible] رات بھر [illegible] جاگتے رہے [illegible] اور بچی [illegible] پر اپنے اپنے دوپٹے بچھا [illegible] اور بھوکے پیاسے پڑ رہے۔ بو اسلمتی بھی ساتھ تھیں اُن کی ایک بچی سلمہ جو اسی غدر کی بھینٹ چڑھی گود میں تھی۔ ڈیڑھ پونے دو برس کی ہوگی جس مصیبت سے اُن بیچاری نے رستہ طے کیا ہے میں کیا بتاؤں۔ ڈھیلے پائچوں کا پاجامہ چار پانچ کوس کی ریڑ۔ گود میں بچی ایک ایک قدم بھاری تھا۔ ساری بیویاں لپک لپک کر آگے بڑھی جارہی تہیں اور وہ بیچاری کبھی پائنچے اٹھاتیں کبھی بچی کو سنبھالتیں ایسا تو ہم سولہ سترہ بیویاں تھیں مگر سب کی سب کچھ ایسی گھبرائی اور سٹ پٹائی کہ جو تھا وہ مرکے سے بدتر کیسی سخت مصیبت کا سامنا تھا ادہر سے کالے ادہر سے گورے

پھر کان کے برابر سے گولیوں کا سن سن کرکے نکلنا جانوں کا خدا حافظ اور دلوں کا اللہ بیلی تھا مامتا کا حال معلوم کرنے کا وہ وقت تھا۔ گرمی کے دن دوپہر کا وقت دھوپ اس غضب کی کہ چیل انڈا چھوڑے سلمیٰ بدنصیب کی جوتی بھی اس بھاگڑ میں گر پڑی۔ لو کے وہ جھکڑ کہ الٰہی توبہ۔ مامتا کی ماری بچی کو گلے سے لگائے چلی جا رہی تھی۔ آپ ننگی ہوئی۔ دوپٹہ اُتار چار تہ کیا اور لڑکی کو اُڑھایا کہ لو کے جھونکوں سے کچھ تو بچے، دونوں ہاتھوں سے چھپائے کلیجے سے لگائے چپکے چپکے پڑھ پڑھ کر پھونکتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ "الٰہی میری بچی کی خیر"، کس دقت اور آفت سے وہ کٹھن رستہ طے کیا ہے کہ خدا کی پناہ جھٹ پٹا وقت ہوگا جب ہم وہاں پہنچے۔ قبروں کے ڈھیر اور خاک کے تودوں کے سوا کھانے پینے کو اللہ کا نام تھا۔ بچی۔ ادھر تو پڑی چار پہر کی دھوپ ادھر پیاماں کا جلتا بھلتا دودھ گرمی کے دن رات کا وقت ہوا بند۔ بچے یوں ہی پھول پان ہوتے ہیں۔ کوڑھ میں کھاج مفلسی میں آٹا گیلا۔ لڑکی کو پیاس ہوگئی۔ اب پانی کے واسطے اس بچی کا بلبلانا ایک چیخ آسمان اور ایک زمین۔ تم ابھی بچہ ہو کیا سمجھو گی۔ مگر مجھکو آج کی گھڑی تک یاد ہے کہ اس ڈیڑھ برس کی مینچلی کی مامتا نے ماں کی جان پر بنا رکھی تھی۔ ہا..... پریشان پھر رہی تھیں اور ایک ایک سے پوچھتی تھیں کہ کوئی بھی یہاں [illegible] بھی ملیگا بھلا وہاں پانی کہاں سے ملتی جو دن دہاڑے کوٹھری میں اکیلی جاتی ڈرتی تھیں اندھیر گھپ جنگل بیابان جدھر منہ اٹھا نکل کھڑی ہوئیں۔ اس ننھی سی جان پر اپنی جوان جان قربان تھی۔ چور کا کھٹکا نہ سانپ کا ڈر بچی کو کندھے سے لگا گاؤں کی طرف چل پڑیں کسی اللہ کے بندے نے رحم کھا کر پانی دیا۔ جب ہانپتی لوٹی ہیں۔ گود میں بچی ایک ہاتھ میں مٹی کا لوٹا پانی بھرا ہوا بیٹھے بیٹھے کر یہاں پہنچیں بچی اتنی دیر بولکی بالکل ملکان ہوگئی ادھر ملا پانی اُدھر ٹھنڈی ہوا اور سب سے بڑا ماں کا پنکھا آنکھ لگ گئی ہم سب بھی پڑ کر سو گئے مگر اس اللہ کی بندی کو پلک سے پلک جھپکانی حرام تھی۔ ٹانگیں شل ہاتھ پاؤں تختہ۔

کمر پڑا۔ ایک رُخ بیٹھے بیٹھے گود بھی تھک گئی۔ بہتیرا ہی کہا مگر اس کے دل نے گوارا نہ کیا کہ بچی بے چین ہو۔ وہ آفت اور مصیبت کچھ بھی یاد نہ رہی بچی گود میں کیا تھی گویا خدائی کی نعمت تھی۔ جھک جھک کر پیار کرتی تھی اور بلبلا بلبلا کر دعائیں مانگتی تھی۔ رات بھر تو لڑکی خاصی اچھی طرح سوتی رہی۔ صبح کو بھی اچھی تھی۔ دوپہر بگڑ گئی۔ خدا جانے لو لگی پیاس ہوئی شام تک تو ہاتھوں میں تھی مغرب کی نماز کا وقت تھا اور لڑکی ماں کی گود میں آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ ماں کی نگاہ بچی کے چہرہ پر تھی جب بے بسی کے عالم میں کراہتی تھی تو کلیجہ پر ماتا کی لہر یں اٹھتی تھیں۔ منہ پر منہ رکھ دیتی تھی۔ رو رو کر ہچکی تھی اور گڑگڑا گڑگڑا کر کہتی تھی۔

"میرے اللہ مجھ دکھیاری پر رحم کر۔ اے اللہ میری بچی کو اچھا کر دے"۔

دعا مانگ کر بچی پر دم کر رہی تھی کہ لڑکی نے آنکھ کھول دی۔ اس وقت کی حالت بیان کے قابل نہیں کس محبت سے چمٹی اور رو کر کہا ہے

"اے سلمہ میں ماں نہیں لونڈی ہوں" ابھی ماں کی التجا ختم ہوئی تھی کہ لڑکی کو ایک ہچکی آئی اور ماں کی صورت کو تکتی ہوئی ہمیشہ کے واسطے گود خالی کر دی۔ اِدھر اُدھر کی عورتیں تو وہاں ہی گاؤں کو چلی گئی تھیں۔ بس ہم گنتی کے پانچ آدمی وہاں تھے۔ ہر چند سب نے سمجھایا مگر اس مصیبت زدہ نے بچی کو گود سے نہ اتارا اور رات بھر مُردے کو کلیجے سے لگائے رہی۔ میں نے جب صبح کی نماز کا سلام پھیرا ہے دیکھتی کیا ہوں گم سم بیٹھی لڑکی کے منہ کو ٹکٹکی باندھے تک رہی ہے۔ میرا پاس جا کر بیٹھنا تھا کہ ایک چیخ ماری اور یہ کہکر بیہوش ہوگئی۔

"ہائے آپا اُٹھو اب میری بیگم کو جنگل میں سلا دو"۔

سمجھیں بیوی کستن یہ ہے ماں کی ممتا ماؤں ہی کا دل جانتا ہے جیسی جیسی مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے بچہ کا پنڈا ایھپکا ہوا اور ماں کا خون خشک، ہاتھ پاؤں مار لیئے ہمک کر گود میں

آگیا اور خون چلوؤں بڑھ گیا۔ اپنے تئیں گیلا اُسے سوکھا۔ آپ گُھلُے سکھ ذرا جی بے مزہ ہوا اور جان پر بن گئی۔ دوائی ٹھنڈائی چھانی اور بنائی۔ پیسی اور پلائی۔ کیا کیا بتاؤں ایسی خدمت گزار عورت جس کو ماں کہتے ہیں اسی لائق ہے کہ جب بیٹیاں پل پلا کر بڑی ہو جائیں تو سامنے کھڑی ہو کر زبان چلائیں۔ زمین کا پیوند ہو جائیں ایسی ناگنی اور کیسی بیٹیاں، دنیا میں روپیہ پیسہ عیش آرام کہنا یا تاکیہ اللہ سب چیزیں میسر آجاتی ہیں مگر نہیں ملتے تو ماں اور باپ۔ آؤ تم کو ایک کہانی سناؤں۔

ایک دن لڑتی ہوئی دو عورتیں — آئیں عادل شاہ کے دربار میں
ایک ننھے بچے پر تکرار تھی — دونوں اس معصوم کی تھیں مدعی
شاہ نے ہر چند سمجھایا انہیں — تا کہ جو قصہ ہو وہ سچ سچ کہیں
پھر بھی لیکن یہ کہا ہر ایک نے — میرا بچہ ہے عنایت ہو مجھے
آخرش کچھ سوچ کر شہ نے کہا — ہم ابھی آتے ہیں تم ٹھہرو ذرا
کہہ کے یہ تشریف اندر لے گئے — اور اس بچے کو بھی لیتے گئے
کوئی دس بارہ منٹ میں لوٹ کر — آکے بیٹھے بادشہ پھر تخت پر
ایک خادم کی بغل میں ساتھ تھا — ایک صندوق آبنوسی خوشنما
شہ نے وہ صندوق رکھا روبرو — اور یہ کی عورتوں سے گفتگو
اب بھی گر دونوں نے دعویٰ کیا — تو بڑا نقصان ہوگا دونوں کا
بند ہے وہ بچہ اس میں دیکھ لو — کس کا ہے تم دونوں میں سے سچ کہو
جس کا ہے لے وہی ایمان سے — ورنہ پھر کیا فائدہ نقصان سے
باوجود اس کے کہا ہر ایک نے — میرا بچہ ہے مجھی کو دیجئے
زیر دربار ایک دریا بہتا تھا — بادشاہ نے خادموں سے یہ کہا
پھینک دو دریا میں اس صندوق کو — اور پھر ان دونوں کو بھی ڈال دو

پھینک کر صندوق شاہ کے حکم سے — آئے خادم عورتوں کے واسطے
ایک تو بس جیتے جی ہی مر گئی — ایک غم در دریا میں فوراً جا پڑی
اور جا لپٹی اسی صندوق سے — تا کہ اس کو ڈوبنے بہنے نہ دے
شاہ نے فوراً نکلوایا اُسے — اور یہ تاکید کی خدام سے
لاؤ وہ اس بچہ کو اندر سے ابھی — اصل میں اس بچہ کی ماں ہے یہی
شہ نے اس کا بچہ اسکو دے دیا — اور اس میں یہ بتایا فیصلہ
مستحق بچہ کی ہے یہ نیکبخت — دوسری کو دس برس کی قید سخت
دے کے بچہ ایک کو رخصت کیا — دوسری کو قید میں ڈلوا دیا
تم نے دیکھا؟ کیسی کود دی دوڑ کر — مامتا کا ایسا ہوتا ہے اثر
جان کا اپنی نہیں بالکل خیال — لیکن اس بچہ کا تھا از بس ملال
ماں کے رشتہ سے بڑا رشتہ نہیں — ماں سے بڑھ کر چاہنے والا نہیں
جاگنا راتوں کو بچہ کے لیئے — اور پھرنا گود میں لے کے اُسے
بے مزہ ہو کچھ اگر بچہ کا جی — پھر نہ پوچھو اُسکے دل کی بیکلی
اور بچہ دودھ پیتا ہو اگر — اور اس کے پیٹ میں ہو کچھ کسر
یا اگر ہو جائے بچہ کو زکام — تو اُسے دنیا کی سب چیزیں حرام
کھانے میں پینے میں دن میں رات میں — جاگنے میں سونے میں ہر بات میں
الغرض ہر وقت ہے اس کو خیال — یہ نہ ہو تکلیف پائے میرا لال

کس کو ہے ماں کی محبت میں کلام
بس میاں راشد کرو قصہ تمام

(۸)

دن آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں۔ عمروں کو وفا زمانہ کو قیام روز روز صبح اور روز

روز شام۔ کل کی بات ہے۔ بی نسیمہ کے دودھ چھٹنے کی طیاریاں تھیں۔ آج ماشاء اللہ سات بھر کران گنے میں۔ پڑھنے اور یاد رکھنے کا وقت اصل میں تو اب ہی تھا۔ مگر سنجیدہ وہ سمجھدار اور ہوشیار عورت جس کے پرچھاواں پڑنے سے آدمی تمیزدار ہو جائے۔ بھتیجی کے پڑھانے لکھانے سے غافل نہ تھی۔ پانچ ہی برس کی کو اس نے ایسے رستہ پر لگا لیا کہ جو دیکھتا وہ واہ واہ کرتا۔ اس نے اپنی بنگالہ کی مینا کچھ ایسے ڈھنگ سے اٹھائی اور ایسے رنگ سے سدھائی کہ خدا ساری دنیا کی بیٹیوں کو ایسی استاد نصیب کرے۔ پورے پانچ برس کی بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے بسکٹ کی ننھی ننھی سی ٹکیاں بنا کر حرف لکھوا لیے۔ صبح ناشتے کا وقت آیا اور آٹھ دس ٹکیاں آگے ڈال کر کہا۔ حرف بتاتی جاؤ اور کھاتی جاؤ۔ ایک مہینہ ہی بھر میں الف سے لیکر یے تک سارے حرف ایسے ذہن نشین ہوئے کہ دس بیس کیا ایک ہزار میں چھپا دو تو جو حرف کہو الگ نکال لائے۔ حرف اچھی طرح پہچان چکی تو سنجیدہ نے اپنے ہاتھ سے گڑیاں بنائیں ماتھے پر نام لکھے۔ منی کا خانم گڈے کا احمد۔ گڑیا کا رحمت۔ کسی کا کلن کسی کا سوسن کسی کا مریم۔ کسی کا اسلم۔ گھر بنایا تو ایسا کہ اس اتنی سی ننھی منزل میں ضرورت کی تمام چیزیں۔ سرکنڈے کی تیلیوں کا پنکھا۔ پٹا پٹی کے پردے۔ نواڑی پلنگ۔ بان کی چارپائیاں۔ مٹکا۔ گھڑونچی۔ لوٹا۔ صراحی۔ توا پھکنی کڑچھا کڑاہی۔ گرمی کا سامان الگ۔ جاڑوں کا اسباب جدا۔ ہر چیز پر نام لکھا ڈھنگ سے رکھی قرینے سے لگی۔ غرض پڑھنے پڑھانے کا تو اس نے ابھی نام بھی نہ لیا۔ اور کھیل ہی کھیل میں یہ کمال کیا کہ چار حرف تک کے لفظ کیسے مشکل کیوں نہ ہوں۔ مجال نہیں کہ اٹک جائے۔ رات کو ساتھ لیکر لیٹتی۔ تاروں کا ذکر کرتے کرتے دوزخ جنت زمین آسمان سب کے معنی بتا دیئے۔ دن کو پاس لیکر بیٹھی کھانا پینا ملنا جلنا ہر ایک کے متعلق تمام حالات سناتی گئی۔ لڑکی ذہین ایسی کہ جو بات ایک دفعہ سن لی ایسی ذہن نشین ہوئی کہ پھر نہ بھولی۔ سات برس کی نسیمہ تو اردو کی تیسری اور چوتھی ماشاء اللہ فرفر پڑھتی تھی تصویروں کا

شوق بچوں کو قدرتی طور پر ہوتا ہے سنجیدہ یہ نئی ترکیب کرتی تھی۔ تھانوں پر سے چٹھیاں اتاریں اور ہر چٹھی کے نیچے موٹی موٹی تین چار سطریں لکھدیں۔ وہ ایک باتیں منہ زبانی بتا کر ایسی چاٹ لگا دی کہ جب تک سارا حال نہ پڑھ لیتی چین نہ پڑتا تصویروں کا شوق نئی کتابوں کا ذوق نسیمہ تو کتابوں کو ایسی لپٹی کہ سنجیدہ کا بھی جی اُکتا گیا۔ دن ہو یا رات صبح ہو یا شام۔ جب دیکھو کتاب ہاتھ میں نگاہ حرف پر۔ ایک دن صبح کے وقت نسیمہ میٹھی پھوپھی کو سبق سنا رہی تھی۔ اتفاق سے ماں بھی نکل آئی۔ دودھ پیتا بچہ گود میں تھا۔ بیٹی کو پڑھتا دیکھ پاس آ بیٹھی۔ نند نے پان بنا کر دیا۔ بیٹی نے پڑھنا شروع کیا" با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ خوش نصیب ہیں وہ لڑکیاں جو بڑوں کا ادب کرتی ہیں اور رشتہ تک کی بوڑھیوں کا کہا نہیں ٹالتیں۔ گھر بھر میں اُنکی واہ واہ اور کنبہ بھر میں اُن کی تعریف ہوتی ہے۔ جو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کیسی سعادتمند بچی ہے۔ کیسے ہی خفا ہو کتنی ہی فضیحتیاں کرو۔ جا بیجا کچھ ہی کہو مگر کیا مجال جو کسی بات کا بھی جواب دے اتا ہو یا ماما۔ دادی ہو یا نانی بزرگوں کا ادب عین شرافت کی نشانی ہے۔ حیف ہے اس لڑکی پر۔ کسی بڑھی بوڑھی نے کوئی بات کہی اور اس نے ٹکڑا توڑ کر جواب دیدیا۔ لڑکیو اگر آج تم بزرگوں کا ادب کروگی تو کل تمہارے چھوٹے تمہارا ادب کریں گے، اگر اس وقت تم نے اپنی نالائقی اور ناہنجاری سے اُنکی بے توقیری کی تو یاد رکھو اس سے زیادہ تمہاری بے عزتی ہوگی۔ اے اس کتاب کی پڑھنے والی بچیو! بڑوں کی خدمت کرو اُنکا ادب کرو۔ دعائیں لو مرادیں پاؤ۔ پھولوگی پھلوگی۔ خوش و خرم رہوگی جب کسی بزرگ کے سامنے جانے کا اتفاق ہو یا وہ کسی ضرورت سے نکل آئے اس سے اوجھل ہو کر اپنی اوڑھنی سنبھالکر اوڑھو۔ بلکل ٹھیک طرح سے لگاؤ۔ یہ نہیں کہ بازو کھلا سر ننگا۔ اوڑھنی کا چیتھڑا کندھے پر۔ لڑکیوں کا سب سے بڑا جوہر شرم و حیا ہے بعض لڑکیوں میں بدتمیزی سے پان کھانے کا سخت عیب ہوتا ہے۔ کپڑے ٹھیک

کر لینے کے بعد یہ دیکھو کہ پان کی سرخی باچھوں تک تو نہیں آ رہی۔ ہونٹ بیر بہوٹی ہو رہے ہیں تو کلی کر کے منہ صاف کرو اور نہایت ادب سے آہستہ آہستہ چلکر سامنے آؤ۔ جھک کر سلام کرو اور سامنے سے ہٹ جاؤ۔ یہ بھی عیب کی بات ہے کہ بس وہیں کِل گئے۔ وہ بُلائے تو پاس جاؤ۔ سوال کرے تو جواب دو۔ بغیر بُلائے سر پر سوار ہونا اور گھس کر بیٹھنا بڑی بیہودہ بات ہے۔ اگر کسی بات کا جواب دینے کی ضرورت ہو تو نیچی نگاہ کر کے ادب سے جواب دو۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر تڑاق پڑاق باتیں کرنی بھی عیب میں داخل ہیں۔ پاس بیٹھنے کا اتفاق ہو تو اتنی احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ بولنے میں چھینٹیں منہ سے نہ اُڑیں اگر کسی مجلس میں کوئی بزرگ کسی کام کو کہے تو اس کے حکم کی تعمیل شرافت کی عین دلیل ہے۔ اگر چند بیویاں بیٹھی کسی کا ذکر کر رہی ہیں تو سُنی ان سُنی کر دو۔ خواہ مخواہ دخل دینا اور فضول باتیں کرنی سخت نالائقی ہے۔ ایک بہت بڑا عیب لڑکیوں میں لُترے پن کا دیکھا گیا ہے۔ اس کی برائی اس سے اور اس کی اس سے خدا بھلے مانسوں کی بیٹیوں کو اس سے بچائے۔ پہلے پہل تو لوگ بہت عزت کرتے ہیں کہ یہ مخبر ہے اِدھر اُدھر کا حال معلوم ہو گا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں جہاں قلعی کھلی بس جھوٹی عزت رخصت ہوئی۔ بلکہ اُلٹی ذلت حاصل ہوتی ہے۔ کھانا کھانے میں بہت سی باتوں کی احتیاط چاہیئے۔ خصوصاً آواز سے چپڑ چپڑ کر کے کھانا پرلے سرے کی بدتمیزی ہے نوالہ اس طرح چبانا چاہیئے کہ برابر والے کو بھی آواز نہ آئے۔ یہ نہیں کہ منہ میں نوالہ لینے کے واسطے زبان آدھ گز باہر آ جائے۔ جس برتن میں کوئی دوسرا شخص کھا رہا ہو اس میں بھی کھانا اچھا نہیں لیکن اگر ضرورت مجبور کرے تو تمیز کے یہ معنی ہیں کہ اپنے آگے سے کھاؤ نہ یہ کہ دوسرے کے آگے سے اُٹھا اُٹھا کر اپنا پیٹ بھر لیا۔ ایسے کھانے سے بہتر نہ کھانا جو دوسرے ناکام رہیں۔ مانگے تانگے پر فخر کرنا اکثر لڑکیوں میں دیکھا گیا ہے۔ اور یہ ایسا بڑا عیب ہے کہ خدا کی پناہ دوسرے کی چیز پر غرور اور پرائی چیز پر ناز کرنا محض بیوقوفی ہے۔ اپنے پاس چیز

نصیب نہیں مگر دوسروں کی لیکر اترانا عام دستور ہوگیا ہی جو سخت بے شرمی اور بیحیائی
کی بات ہی۔ اگر کسی کی کوئی چیز کھوئی گئی تو نقصان کا نقصان ہوا اعتبار کا اعتبار گیا۔
شرمندگی ہوئی سو الگ، دوسرے کے پلاؤ تورمے اور زردہ بریانی سے اپنی روکھی سوکھی
دال دلیہ ہزار درجہ بہتر۔ جو کچھ خدا نے دیا اس پر قناعت اور جس حال میں رکھا اس پر صبر سب سے
بڑی انسانیت اور سب سے بڑی نعمت ہی۔ بنارس سے کوئی چودہ کوس پر ایک بستی ہے
وہاں کے نواب صاحب کے ہاں بیٹے کا بیاہ رچا۔ دور دور سے لوگ آنے شروع
ہوئے۔ رئیس کے ہاں کی خوشی۔ بیٹے کا بیاہ۔ روپیہ۔ ارمان۔ دل۔ ساچق والے
روز تو تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ صدر دالان میں نواب صاحب کا کنبہ اور بغلی کمروں
میں بیگم صاحب کی میکے والیاں اتری تھیں۔ نواب صاحب کی سگی بھانجی تھی تو لڑکی
مگر لڑکی کیا آفت کی پرکالہ تھی۔ جب دیکھو کلا گرم منہ میں گلوری تھی۔ کوارتن لڑکی کو یوں
تو کاجل آئینہ سامنے رکھا ادھر ادھر پھری اور شکل دیکھنے بیٹھ گئی۔ بیٹھنے کا دھما کا ذرا آفت
کہ جدھر نکل گئی قیامت۔ عطر اتنا غضب کہ ذرا سی دیر برابر میں بیٹھنا مصیبت۔ چال
ایسی، حال ایسا۔ سب بیویوں نے منہ جوڑنا شروع کیا مگر وہ شیخی خوری اسی طرح چاروں طرف
اتراتی پھرتی تھی۔ دو ماما ئیں ساتھ تھیں۔ ایک کے ہاتھ میں خاصدان دوسری کے پاندان۔ دم بہ
دم پان اور گھڑی بہ گھڑی آئینہ۔ بد تمیزی کی یہ کیفیت کہ سفید انڈا سی دیوار پیک کے
دھبوں سے گلنار بنا دی۔ اجلی سفید صاف شفاف چاندنی پانی جو گرا تو گیلی جوڑا اس پہ
اوندھی کاجل کی ڈبیا جگہ جگہ خاصے بڑے بڑے کالے چکتے پڑ گئے۔ چاہیے کہ لڑکی اپنی
اس ناواقفی پر کچھ پشیمان ہوتی۔ لاحول ولا قوۃ۔ خیال تو یہ تھا کہ دستور کے موافق ڈولی
یا پالکی سے اتر پہلے سب سے مل ملالی ہوگی۔ مگر بی بی کی صحنک کے وقت معلوم یہ ہوا کہ کمبخت
کو اتنی بھی توفیق نہ تھی کہ کسی بڑے کے واسطے دو انگلیاں بھی ماتھے پر رکھتی۔ بیگم صاحب
کے پاس گئی تو کس کا سلام اور کیسا ادب۔ دیدہ ہوائی آنکھ میں صفائی انگنائی

ہی میں سے آواز لگائی کہو بی ممانی اچھی ہو۔ کھلکھلاتی چلی جھومتی جھامتی آئی اور آلتی پالتی مار برابر میں آن بیٹھی۔ اسی عمر کی ایک اور لڑکی رشتہ میں بیگم صاحب کی دور پرے کی بھتیجی گو غریب تھی مگر باحیا سلیقہ شعار۔ چاندی کی بالیاں ننگے ہاتھ خالی پاؤں ہوں تو ہوں مگر ایک جوہر شرافت اس کے پاس ایسا تھا کہ لاکھوں کا زیور قربان ہوجائے ایک کونے میں بکی سکڑی کونڈے پر بیٹھی تھی اس شیخی خوری مغرور لڑکی کو اتنی تاب کہاں کہ غریب لڑکی برابر میں بیٹھ جائے پاؤں کا ایک ٹھوکا ایسا دیا کہ مسکین سرک کر الگ جو بیٹھی اس پر بھی ٹھنڈک نہ پڑی تو کہنے لگی "اے ہے ممانی یہ کیا ستم یہ جھگڑا کارخانہ کر رکھا ہے پہلے ہم لوگوں کو کھلا دیا ہوتا پھر ان بیچاریوں کو بٹھاتیں۔ دیکھو تو سہی اس لڑکی کے کپڑوں میں سے کیسی بو آرہی ہے میرا تو جی بھی متلانے لگا۔ ماشہ دو ماشہ عطر بھی نصیب نہیں تھا تو شادی میں آنیکی کیا ضرورت ماری جاتی تھی اور پھر یہ بیحیائی کہ برابر گھسکر بیٹھنا۔ بیگم صاحب کو بھتیجی کا یہ کہنا ناگوار تو بہت معلوم ہوا۔ مگر سسرال کا معاملہ سگی نند کی لڑکی اپنے گھر کی مہمان کچھ سوچ ساچ دم بخود رہ گئیں۔ ہاں اور بیویوں کو یہ نکتوڑے بہت ہی زہر معلوم ہوئے مفلس غریب بے ماں کی بچی وہاں سے اٹھ الگ کونے میں جا بیٹھی۔ اسکی حسرت و بیکسی دیکھکر ایک بڑی بی کو غصہ آگیا۔ کہنے لگیں۔ لڑکی ذرا اپنی ہستی کو دیکھکر بات کر تونے تو موئے کافروں کو بھی مات کیا۔ امیری اور گہنا کسی کی ذات نہیں ہے۔ جس جگہ سے تونے اس وقت ایک بے ماں کی بچی کو اٹھا دیا۔ تجھے خبر ہے یہ کس کا دربار ہے اور یہ صحنک کس بیوی کے نام کی ہے یہ اس باپ کی بیٹی ہے جو مسلمانوں کے سر کا سرتاج ہے وہ بیوی ہے جس کا نام فاطمہ زہراؓ جو خود دکھیاری مصیبت کی ماری تھی۔ دو دو تین تین وقت کے فاقوں میں بھی جو کچھ میسر آیا وہ حاجتمندوں اور مسکینوں پر قربان کردیا اور اپنی نیکیوں کا نمونہ ایک ایسی یادگار چھوڑ گئی کہ آج مسلمان بیویاں اس کے نام پر فخر کرتی ہیں۔ اے شیخی میں چور اور دولت میں مغرور لڑکی تونے سچے دربار سے ایک ایسی اصل نسل سیدانی کو اٹھا دیا جو تجھ سے زیادہ حقدار ہے۔ دنیا فانی

اور یہ دولت آنی جانی ہے۔ اری ناداں کس چیز پر پھولی۔ خدا سے ڈر اور مرنے کو مرنا سمجھ۔ اس وقت اس یتیم بچی کا دل کیا کچھ ہوگا۔ اس کی آہ بڑے دُکھے ہوئے دل کی فریاد ہے اور ایک ایسے بادشاہ کے حضور میں ہے جو تجھ سے بہت زیادہ اختیار والا اور منصف مزاج ہے۔ میری آج کی بات یاد رکھ اگر اسکو راضی نہ کیا تو برباد ہوجائیگی۔ بڑی بی کی باتیں کچھ ایسی دردبھری تھیں کہ سب کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ مگر یہ سُن کر اس موئی تو وہی کمبخت۔ بہتیرا ہی ممانی نے کہا مگر اس کے کان پر جوں نہ چلی۔ اُٹھی اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی سیدھی ہولی۔ سب گنوں پوری کوئی نہ کہو لنڈوری اتنا کچھ اللہ نے دیا تھا مگر شیخی کہاں جاتی وہ تو بغل ہی میں تھی چلتی زنعہ ہولی زاد بہن سے اینڈوی کے کنگن لیکر ہاتھوں میں ڈال لیئے۔ رات کو پڑ کر سوئی تو نہ کڑوں کا خیال نہ گہنے کی احتیاط۔ یوں ہی پہنے پہنے ڈھیر بڑے ہاتھوں کے کنگن ڈھیلے کیلیں۔ ایک کھلکر گرپڑا صبح اُٹھی تو ہاتھ منہ کنگی چوٹی سرمہ کاجل سب ہی چیزوں کا ہوش اور نہ ہوش تو گہنے کا۔ ماما نے دیکھ کر جتایا تو ڈھنڈیا پڑی۔ شادی کا ہنگامہ سینکڑوں آدمی کھڑے کنگن کیا خاک ملتا۔ ستم یہ ہوا کہ اس دینے والی بدنصیب کے بھی کنگن میکہ کے نہ تھے سسرال کے کنگن چڑہاوے کے آئے ہوئے نقصان ہوا وہ الگ شرمندگی ہوئی سو جدا۔ بیٹیو! اس واقعہ سے تمکو سبق لینا چاہیئے۔ کبھی کسی کے مانگے کی چیز کا استعمال نہ کرو۔ کہیں شادی میں جاؤ تو بڑوں اور چھوٹوں سے ملکر جو جگہ تمہارے واسطے تجویز ہوئی نہال بنا بچھونا بچھا دو۔ اس بات کی سخت احتیاط کرو کہ تمہاری وجہ سے مکان میں دہبے وغیرہ نہ پڑیں۔ میزبان کا بچھونا خراب ہو۔ جو کچھ خدا نے تم کو دیا ہے وہی پہن اوڑھ کر جاؤ۔ ملو تو اس طرح کہ جو دیکھے وہ خوش۔ رہو تو اس طرح کہ جو بلائے وہ باغ باغ۔ جدا ہو تو اس طرح سے کہ دوبارہ ملنے کی آرزو باقی رہی۔ جو کچھ مانگنا ٹوم چھلا میسر ہے اسکو نگاہ میں رکھو سوتے وقت سب چیزیں اُتار کر کسی بڑی بوڑھی کے سپرد کردو۔ بالیوں کی گرنجیں پونچیوں کی گھنڈیاں۔ کڑوں کے موگرے۔ بازوبند۔ جوشنوں کے ڈورے۔ مگر مرکیوں کا کانٹا۔ ان سب چیزوں کی طرف سے اطمینان

کرلو کہ ٹھیک ہیں اور گرنے والی نہیں۔ صبح اُٹھتے ہی منہ ہاتھ دھونے کے بعد جن زیورات کو پہننا ہے اس کی جانچ کرو۔ بدصورت لڑکیوں پر کبھی نہ ہنسو۔ ممکن ہے کہ اُنکی سیرت تم سے بہت اچھی ہو۔ کسی کو حقارت اور نفرت سے دیکھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔

ایک لڑکی کا ذرا کالا تھا رنگ　　اور اس کے بھائی کا گورا تھا رنگ
کھیلتے تھے ملکے وہ دونوں بہم　　کچھ نہیں تھا اُن کے دلکو رنج و غم
ایک دن اُنکو کہیں گھر میں پڑا　　اتفاقاً ایک آئینہ ملا
دیکھی صورت اسمیں دونوں نے جو ہیں　　کھلکھلا کر ہنس پڑا لڑکا وہیں
اُسکے ہنسنے کا سبب وہ پا گئی　　اور اپنے دل میں شرمندہ ہوئی
آئی پھر روتی ہوئی وہ ماں کے پاس　　اور یوں کہنے لگی ہو کر اُداس
بھائی کو بلوا کے اماجان ابھی　　کہدو آئینہ نہ دیکھیں وہ کبھی
ماں نے اس کی جو بہت تھی ہوشیار　　پونچھ کر آنچل سے آنسو کر کے پیار
اس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر یہ کہا　　کون اس صورت کو کہتا ہے بڑا
خاصی اچھی شکل ہے اے میری جان　　کچھ نہ کرنا اپنے دل میں اسکا دھیان
اور اگر ایسا ہی تم کو ہے خیال　　اور صورت کی برائی کا ملال
تو کرو بیٹی ہمیشہ نیک کام　　تاکہ ہو دونوں جہاں میں نیک نام
صورت اچھی گر نہیں تو شرم کیا　　سیرت اچھی چاہیئے اے باحیا
اور پھر بلوا کے لڑکے سے کہا　　تم کو دعویٰ ہے بہت کچھ حسن کا
کیوں ہنسے تھے تم بہن کی شکل پر　　کیا برائی اسمیں آئی تھی نظر
یہ جو صورت ہے تمہاری چاند سی　　ہے نہیں ہاں تو ہے کچھ کچھ ماند سی
گر کسی کی شکل ہو سچ مچ بری　　تو بھی اس میں کیا خطا اس شخص کی
اور جسکو اچھی صورت دے خدا　　اسکو بھی کچھ حق نہیں ہے فخر کا

ہاں مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے
اپنی صورت کو بنائے آپ سے

شرم بھی جائز ہی بیشک فخر بھی
یہ نہیں ممکن مگر بیٹا کبھی

کام اچھے کرکے تم اے میرے چاند
اپنی صورت کو لگا ؤ چار چاند

اسکو بخشا ہی خدا نے جو شرف
یہ نہو لاگ جائے اس میں کچھ کلف

اچھی صورت سے ہیں اچھے اچھے کام
ختم کر راشد حکایت السلام

(۹)

یہانتک پہنچکر نسیمہ ٹھٹکی تو ماں نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور نند سے کہا اے ہے آپا اس غریب لڑکی کا حال سنکر تو میرا جی بہت ہی کڑھا مگر ایک بات کہتی ہوں۔ لڑکیوں کے پڑھانے لکھانے سے فائدہ کیا۔ انکو کہیں نوکری نہیں کرنی۔ روٹی نہیں کمانی۔ سارے جہان کا حال تباکرا ور دیدہ دلیل کرنا ہو۔

نند۔ اللہ کا شکر ہی میں بھی مسلمان ہوں اور تم بھی۔ ہمارے پیغمبر صاحب نے فرمایا ہوکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہی۔ نسیمہ کی ماں تم بھی کیا بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ پڑھنے سے اور عقل آئے گی یا دیدہ دلیل ہو گا۔

بھاوج۔ پیغمبر صاحب کے فرمانے کی تو مجھے خبر نہیں۔ مگر میرے ابا اللہ بخشے آخر اتنے بڑے مولوی تھے۔ لیکن ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ لڑکیوں کا پڑھانا بہت ہی بری بات ہے۔

نند۔ میں تمہارے والد کی شان میں تو کچھ نہیں کہتی مگر جن بزرگوں کا یہ خیال تھا وہ غلطی پر تھے۔ وہ بات کی تہ کو نہ پہنچے اور مسلمانوں کو جان بوجھکر کنوئیں میں دھکیل دیا مائیں ہیں جاہل بچوں کی تربیت اچھی نہ ہوئی۔ خاصی بھلی چنگی قوم کا ناس ہو گیا پیغمبر زادیاں اور پیغمبر صاحب کے زمانہ کی مسلمان عورتیں علم کا دریا تھیں۔ یہ تو موٹی سی بات ہے کہ

علم آدمی کو آدمی بنا دیتا ہے۔ پڑھ لکھکر تو عورتیں خدا کو خدا سمجھنے لگیں گی۔ گناہ سے بچیں گی۔ برائی سے پرہیز کریں گی۔ ایمان کو ایمان عزت کو عزت بڑوں کو بڑا چھوٹوں کو چھوٹا ہر چیز کی اصلیت معلوم ہو جائیگی۔ وہ وہ ذلیل کی جو کہتی ہو تو کیا ان پڑھ عورتیں جلتی ہوئی نہیں ہوتیں۔ جاہل تو ایسی ایسی چاتر ہوتی ہیں کہ بڑی بڑی پڑھی لکھیوں کے کان کاٹتی ہیں تم کو کچھ بسنت کی بھی خبر ہے۔ کبھی اخبار دیکھو اور دنیا کا حال سنو تو معلوم ہو کہ مسلمان کتنے ذلیل ہو گئے۔ روز بروز بدتمیز نالائق جھوٹے کمینے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ کیوں ہو رہے ہیں اس وجہ سے کہ عورتیں جاہل ہیں اور گودہی میں دنیا بھر کے عیب بچوں میں پیدا کر دیتی ہیں

بھاوج۔ واہ بوا واہ عورتیں جاہل ہیں تو مردوں سے واسطہ یا وہی کہاوت ہے کہ "کمہار پہ بس نہ چلا گدھیا کے کان اینٹھے"۔

نشد۔ (ہنسکر) ہاں ہاں بہت بڑا واسطہ ہے۔ بچوں کا سب سے پہلا مدرسہ سمجھو یا لیتا سمجھو جو کچھ بھی ہے ماں کی گود ہی جو سنیں گے وہ جانیں گے جو دیکھیں گے وہ سیکھیں گے۔ اماں کی یہ حالت کہ نہ خدا کی نہ رسول کی تہذیب سے کوسوں دور جہالت میں چکنا چور عقل نہ ہوش برکت نہ نور۔ چہرہ پر پھٹکار صورت پر خدا کی مار۔ نالائق طریقے بیہودہ اطوار وہی اثر بچہ پر ہوگا یا کچھ اور۔ بچپن کی پڑی ہوئی عادتیں قبر تک ساتھ جاتی ہیں اور کسی طرح چھٹائے نہیں چھٹتیں۔ جھوٹ مکر دغا بے ایمانی۔ بس اسکا نام مسلمانی رہ گیا ہے۔ تم بھی تو مسلمان ہو تمہارا دل یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان دنیا میں عزت حاصل کریں اور اس مصیبت سے چھٹکارا پائیں۔ کل ہی تو میں نے اخبار میں پڑھا ہے جیلخانہ کے قیدیوں میں اسّی فیصدی مسلمان ہیں یعنی سو میں اسّی باقی بیس میں اور سب قومیں۔ یوں سمجھو کہ اگر شہر میں پانچ آدمی پکڑے جائیں چور دغا باز بے ایمان ہوں تو ان میں چار مسلمان ہیں کیسے شرم کی بات ہے اگر آج لڑکیاں پڑھ لکھکر ان دقیانوسی ڈھکوسلوں سے کسی طرح چھٹی پا جائیں تو چاہے ہم ہوں یا نہوں مگر ایک پچاس برس بعد جو جیتا رہے گا وہ

دیکھ لیگا کہ ایمان جس پر انسانیت کا دار و مدار ہے کیا درست ہوتا ہے اور جب ایمان یعنی آدمی کی طینت ٹھیک ہے تو دنیا اور دین دونوں اچھے۔ مجکو تعجب اور افسوس ہوتا ہے کس طرح لوگ دوسروں کو دھوکا دیکر اپنا کام کر لیتے ہیں، انسانیت کے معنی یہ ہیں کہ جو بات آدمی اپنے واسطے پسند نہ کرے دوسرے کے لئے بھی روا نہ رکھے نہیں تو وہی کہاوت ہو گی اپنا پوت اور کا ڈھینگر۔ تعلیم سے بچے کے خیال چاہے لڑکا ہو یا لڑکی کچھ نہ کچھ کیا بہت کچھ درست ہو سکتے ہیں۔ خدا وہ دن کرے کہ مسلمانوں کی لڑکیاں پڑھنے لکھنے لگیں۔ پھر تم دیکھنا ان ہی گودوں سے ایسے بچے نکلیں کہ واہ واہ اور سبحان اللہ کہو کیا سمجھیں۔ سچ ہے یا جھوٹ۔

بھاوج۔ سچ جھوٹ تو میں جانتی نہیں۔ مگر ہاں یہ ضرور کہوں گی سو میں کہوں ہزار میں کہوں کہ اگر ایسا ہی پڑھانا ہے تو قرآن شریف پڑھا دو۔ نماز سکھا دو۔ بس اس کے آگے ٹھیک نہیں۔ لکھنا سکھانے کی تو میری صلاح ہرگز نہیں ہے۔ کون سے دفتر لکھنے ہیں لکھنا آتا ہے تو جس کو جی چاہا لکھ بھیجا۔

نند۔ جی نہ ہوا پاگل ہوا کہ جس کو جی چاہا لکھ بھیجا۔ بے پڑھے لکھے جی چاہا تو جہاں جی چاہا نکل کھڑے ہوئے ایک اسی بیہودہ خیال نے ہم کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔ بیوی علم تو اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ یہ الٹا الزام لگاتی ہو۔ میرا آنا سمجھانا بھی بیکار گیا اچھا اور ایک بات بتاؤ میاں بیوی کا رشتہ کیسا ہوتا ہے سینکڑوں باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ دوسرے کے بتانے کے قابل نہیں۔ اگر میاں پردیس میں ہیں اور لکھنا نہیں آتا تو اول تو ایک ایک کی منت خوشامد کرو دوسرے تمام دنیا میں اپنے بھید نکالو ڈھنڈورا پیٹو۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ بے ضرورت کے وقت تو کچھ نہ معلوم ہوا لیکن جب سر پر آپڑی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بولو بیوی ہاں تا کا کچھ تو جواب دو۔ چپ رہنے کی سہی نہیں ہے۔

بھاوج۔ ہاں یہ تو سچ ہے۔ مگر آپا پڑھنے لکھنے سے ذرا عقل زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ اور

پھر دو روپی کی سوجھتی ہے۔

نند۔ پھر عقل زیادہ ہونا بھی عیب ہے۔ برا تو ماننا نہیں۔ اس اپنے گوشت کے لوتھڑے ننھی ہی کو دیکھ لو کیا چیز نہیں ہے۔ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں انگلیاں کسی کی ہوں پانچ۔ اس کی چھ۔ خفا ہو گی تو ہو لینا۔ ایک پڑھنے کی وجہ سے جانور ہو گئی۔

بھاوج۔ اس کی تقدیر کیا کروں۔ میں آپ اس کے ہاتھوں نالاں ہوں۔ باتوں ہی باتوں میں سب کچھ کہہ دیتی ہوں مگر وہ تو اس کان سنا اور اس کان اڑا دیا۔ جلنا گھڑا بوند مار پڑی پھیل گئی۔ موئے کتے کی بھی اور ہو گی اور اس کی نہیں غیرت ہو تو سب کچھ ہے۔ جب تارلی منہ کی لوئی تو کیا کرے گا کوئی۔ مسلمان کی بچی اور کبھی خدا کو سجدہ نہ کرے۔ کہاں سے دل میں خوف ہو تو کرے۔ کوڑی کوڑی پر قسم بات بات میں قرآن۔ جوان لڑکی بیٹھی کیٹی۔ موٹی تازی کھانے کو سب سے پہلے موجود۔ کام کے نام موت بس بی آپا اب میں جاتی ہوں۔ دیکھو کتنی دیر ہو گئی۔ ان کے آنے کا بھی وقت ہو گیا۔ جاؤں کھانے کا ٹھیک ٹھاک کروں۔

(۱۰)

بھاوج مزاج کی کیسی ہی ضدی کیوں نہ ہو مگر نند نے آج ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ دو ہی باتوں میں سٹی بھول گئی۔ کچھ بات کی پچ کچھ مرے ہوئے باپ کی غیرت کا خیال منہ در منہ قائل نہ ہوئی تو کیا دل میں تو اتنا سمجھ ہی گئی کہ نند جو بات کہہ رہی ہے وہ پاؤ تولے اور پاؤ رتی کی۔ دور کیوں جاؤں پہلے اپنی ہی لڑکیوں کو نہ دیکھوں۔ کہنے کو تو دونوں ایک ہی پیٹ کی اولاد میں ایک ہی ماں کا دودھ پیا ایک ہی گھر میں ہیں ایک ہی محلہ میں پلی بڑھیں۔ مگر زمین آسمان کا فرق ہے نہ بیگم یہ گت نہ ننگ۔ وہ آدمی یہ جانور کہنے کو جو چاہے سو کہہ لوں مگر ایمان کی بات یہ ہے قصور میرا ہی ہے۔ ایک تربیت اچھی نہ ہونے سے لڑکی ہاتھ سے جاتی رہی ڈیڑھ گز کی زبان ساتویں آسمان پر مزاج لڑکی کیا

فرعون بے سامان ہے۔ نرگس کی دشمن سوسن کی قاتل۔ باکھی ہے وہ شاکی تاباں ہے وہ نالاں پھوپھی ناخوش باوا بیزار خدا کی قسم اس مردار نے تو میرا دم ناک میں کر دیا۔ ننھیال اور ددھیال ایک بھی تو خوش نہیں۔ پھر یہ کیسی آفت ہے کنبہ تو کنبہ اور محلہ تو محلہ۔ شہر بھر میں نام اچھل رہا ہے بیچاری دھوبن لینے میں نہ دینے میں آس نہ پاس۔ پرسوں بیٹھے بٹھائے اُسی کی جان کو آگئی۔ زبان ہے کہ الامان الحفیظ۔ سینکڑوں کوسنے اور ہزاروں فضیحتیاں۔ بچہ نہیں نادان نہیں۔ پاگل نہیں سڑن نہیں۔ یہاں تو خیر جیسی گزرنی تھی گزر گئی اور جیسی گزرنی ہو گی گزر جائے گی۔ مجھکو تو آگے کا اندیشہ ہے۔ کون بھریگا اور کیا کریگی۔ نسیمہ کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے۔ الٰہی دنیا بھر کی خوبیاں ہیکو۔ دودوں نہائے پوتوں پھلے۔ باپ کی اچکن میں کھڑے کھڑے ایسا بخیہ کیا کہ میرے تو باپ سے بھی نہ ہو۔ سگھڑ ہے زبان مسکین تمیزدار پڑھی تک جو چاہیں کہدیں کیا مجال جو اُلٹ کر جواب دے۔ کیسا دل خوش ہوا ہے جب بھری محفل میں ملانی جی نے کہا ہے کہ میرا تو منہ نہیں جو نسیمہ کی تعریف کروں۔ مجھہ اندھی ہندی کا جیسا خیال کہتی ہے۔ رونگٹا رونگٹا دعا دیتا ہے۔ محلہ بھر اپڑا ہے اور ایک سے ایک افضل اور اعلیٰ اللہ رکھے کھاتے پیتے مگر کوئی بات بھی نہیں پوچھتا۔ لیکن وہ اتنی سی بیگم دلی کہوں فرشتہ کہوں جب تک مجھکو کھانا نہ بھیجیگی اپنے منہ میں ڈالنا حرام۔ کون کسی کو پوچھتا ہے اس عمر میں وہ دل ہے کہ میں نے تو اتنی عمر میں دیکھا نہیں یہ کرتہ اور پاجامہ اسی کے ہاتھ کا ہے جان سے مال سے ہاتھ سے پاؤں سے ہر وقت اور ہر لحظہ تیار اور موجود گھڑی بھر کو نکل جاؤں تو زردہ پہ زردہ۔ پانچوں وقت نماز کے بعد دعا مانگتی ہوں الٰہی دنیا کا عیش اس بچی کو نصیب ہو۔ عزت آبرو تو خدا کے ہاتھ ہے مگر میرے ساتھ تو اس نے ایسا سلوک کیا کہ میرے مونہے باپ دادا کی لاج بڑوں کی عزت سادات کی نشان اسی کے دم سے باقی رہ گئی۔ در در بھیک مانگتی تو ٹکڑا نصیب ہوتا۔

رات کا وقت گھر بھر پڑا سوتا تھا اور وہ نیکبخت پلنگ پر لیٹے لیٹے کبھی ہنس رہی تھی

کبھی رو رہی تھی۔ ان دونوں کے جھگڑوں سے چھٹی پائی تو بڑی کا دھیان آیا۔ پردیس کا
خیال آتے ہی ایک جھگڑا بندھ گیا۔ سوچنے لگی کہ جمعہ جمعہ آٹھ - جمعہ پندرہ - جمعہ
بائیس ہفتہ تیئس اتوار چوبیس پیر پچیس منگل چھبیس آج ستائیسوں دن ہے خط نہ پتر خیر نہ خبر کس سے
پوچھوں کیا کروں پر ہوتے اُڑ کر جاتی دیکھ آتی۔ ننھے کا جی بے مزہ لکھا تھا خبر نہیں اب
کیسا ہے۔ خراب خراب باتیں بُرے بُرے وہم دل میں آ رہے ہیں۔ خدا کرے امی جمی ہو۔
گرمی کا موسم، دن ایسے، پہلی گرمی۔ بچہ کا ساتھ خدا اپنا فضل رکھے۔ دو حرف لکھوا کر بھیج دیتی
تو یہ پریشانی نہ ہوتی مگر اس بیچاری کا قصور ہی کیا پرائے ہاتھ کی محتاج کہاں جائے کس سے
لکھوائے میاں دورے پر گیا ہوگا۔ غرض اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ لوٹھا بیٹی نے بلبلانا
شروع کیا۔ سات دن سے آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ بہترا ہی سب نے کہا دو دن گھر الگا لے۔
تیسرے دن تارا سی آنکھیں ہو جائیں گی۔ مگر وہ کس کی سنتی تھی۔ پھوپھی نے ہرچند سمجھایا
کہ ادھی کی پھٹکری کر چھے میں رکھ کر بھون لو۔ پھول جائے تو سرمہ سی پیس کر گلاب میں حل کر لو
اور چھان کر شیشہ میں بھر لو۔ پر کا قلم میں بھیج دوں گی۔ دو تین ہی دفعہ کے ڈالنے میں دیکھنا کتنا
فرق معلوم ہوتا ہے۔ الکسی معلوم ہو تو اسکو بھی جانے دو۔ ایک پیسہ میں پوست۔ پھٹکری۔ چھوٹی ہڑ۔ بہیڑہ
یہ چار چیزیں منگوا کر دو پوٹلیاں باندھ پانی میں ڈال لو۔ وہ پھیرتی رہو۔ دیکھنا ایک ہی دن
میں آنکھیں چندن سی ہو جائیں گی۔ چاکسو تو لگتا بہت ہے کھوپڑ میں رات کو آکر سفیدہ بھر دو
ذرا سی تکلیف تو ہو گی صبح اُٹھتے ہی یہ کھٹک وٹک کچھ بھی نہ رہیگی۔ اگلے برس میری
آنکھیں کیسی ٹوٹ کر آئی تھیں ڈاکٹر کی دوا دو تین ہی دفعہ ڈالی تھی بالکل صاف ہو گئیں۔ آنکھوں کا
معاملہ ہے کھٹائی میں ڈالو غرض اپنی اپنی جگہ سب ہی نے سمجھایا۔ مگر منجھلی بیگم کی سرکار میں
کہتا بیسوا اور سمجھاتا ہیرکا۔ کیسا علاج اور کسکی دوا۔ چاہیئے کہ نون مرچ بادی ثقیل کسی
چیز کا تو پرہیز کرتی۔ توبہ۔ سب ہی کچھ کھایا اور سب ہی کچھ پیا۔ ستم یہ کیا کہ ادھر تو کھائی برائی
اُوپر سے پیا ڈٹ کر پانی۔ دو پہر کو آئی کا چھن اس سے نبوا سے کچا لو اور وہ بھی امرود کے

کھانا تھا کہ آنکھوں میں ورے پڑ گئے تھے۔ سونے لگی تو آنکھوں کا حال کچھ اور ہی تھا۔ دم بھر کو چین نہ آیا لیٹی، اٹھی، بیٹھی، تڑپی، آخر رونا شروع کیا۔ ماں پہلے ہی لیٹی بیٹی کی تقدیر کو جھینک رہی تھی۔ غصہ تو آ گیا تھا۔ مگر خدا نے ہی کچھ سمجھ دیدی کہ چپکی پڑی رہی۔

رات تو خیر جوں توں کر گئی صبح کو نسیمہ کی ماں خاصی اچھی طرح اٹھی منہ دھویا زردہ کھایا۔ ترکاری بیٹھی بنا رہی تھی کہ سر چکرانے لگا۔ سمجھی زردہ ہیرا میوری۔ گرمی کا وقت دماغ کو چڑھ گیا۔ مگر سر نے تو وہ گھمیری لی کہ خدا کی پناہ۔ گود کے بچہ نے ضد شروع کی تو ایسی کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ دے ایڑیاں اور دے پٹخنیاں۔ ہر چند دودھ دیا بہلایا۔ کھڑی ہوئی لیئے لیئے پھری ہسنیاں بجائیں کنڈیاں کھٹکھٹائیں۔ چمکارا پیار کیا میاں کہا دولہا کہا سب ہی کچھ کہا اور سب ہی کچھ کیا مگر وہ ہار نی کس کی سنتا تھا گھر بھر کو سر پر اٹھا لیا۔ چکروں نے پہلے ہی جان پر بنا رکھی تھی۔ بچہ کی ضد اور مرے کو مارے شاہ مدار ہو گئی۔ کھڑی ہو کر ٹہلے تو ذرا تالو سے زبان لگ جائے۔ جہاں بیٹھی اور پھر وہی چیخم دہاڑ۔ سر کہیے کہ ذرا ہلی اور دم نکلا۔ بچہ کہیے کہ ذرا دم لیا تو جینا دو بھر کر دیگا بھائی کا چیخنا بلکنا سنکر نسیمہ آئی۔ دیکھتی کیا ہے کہ بچہ پچھاڑیں کھا رہا ہے اور ماں سے ہلا نہیں جاتا۔ بیٹی کی صورت دیکھکر ماں کی جان میں جان آئی کہنے لگی نسیمہ دیکھ تو سہی میری جان نکلی جا رہی ہے اور یہ ہے کہ کسی عنوان نہیں مانتا۔ کیونکر کھڑی ہوں۔ ذرا ہلتی ہوں تو بھیجہ نکلا پڑتا ہے۔ خدا کے واسطے اسکو اپنے ہاں لیجا۔

نسیمہ۔ میرے تو سبق کا وقت ہے۔ ذرا قرآن شریف پڑھ لوں تو پھر لے لوں گی۔

پھوپھی بھی بھتیجے کے یہ فیل سنکر کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی تھی بھتیجی کا جواب سنکر دنگ رہ گئی۔ اس سے تو کچھ نہ بولی مگر آپ آ کر لڑکے کو لے لیا۔ بچہ کی فقط ضد تھی پھوپی نے جو کندھے سے لگا کر لگاتار پھیرے کئے منہ رکھکر سو گیا۔ الگنے جھولے میں لٹا چار پانچ جھونٹے دے بھاوج پاس آ بیٹھی۔ درد بدستور تھا ماما کو بلا پیسہ دیا دھیلے کے مچکن کے

پھول منگوائے پیکر لگانے تھے کہ درد کا پتہ بھی نہ تھا۔ سبق پڑھ پڑھا چکی تو نسیمہ بھی ماں کے ہاں آئی۔ مگر پھوپی اس کی صورت دیکھتے ہی وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کھڑکی کھول اپنے ہاں۔ بچہ تو سو ہی گیا تھا۔ نسیمہ بیٹھی ماں کا سر دباتی رہی کھانے کا وقت آیا تو ماں کہنے لگی بس بیٹی تو ٹھنڈی ہو۔ اب جا کھانا کھا پھوپھی راہ دیکھ رہی ہوں گی۔ گئی تو پھوپی کا منہ پھولا ہوا۔ کچھ دیر تک تو وجہ سوچتی رہی جب کوئی بات سمجھ میں آئی تو کہنے لگی کھانا تیار ہے نکالوں۔

پھوپی۔ تم کو بھوک ہو تو کھا لو۔ میں تو ابھی نہیں کھاؤں گی۔

نسیمہ۔ کیوں؟ آپ کو بھوک کیوں نہیں ہے۔

پھوپھی۔ اس بحث سے کیا حاصل۔ میں تم سے بات بھی کرنی نہیں چاہتی۔ تم برابر بولے جاتی ہو۔

نسیمہ۔ مجھے اپنا قصور معلوم ہو جائے کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

پھوپھی۔ مجھے کیا خبر ہے میں سب سُن رہی تھی۔ ایسی کڑ بیٹی الٰہی دشمن کو نصیب نہ ہو۔ ماں کی یہ حالت کہ درد کے مارے بات تک نہ کہی جائے۔ کتنی خوشامد سے اس نے کہا۔ بیٹی ذرا سکو لے اور تیرا دل نہ پسیجا۔ بے سود ہیں وہ بیٹیاں جو اس طرح بھر منہ ماں کے ہاتھ میں ٹکا سا جواب دیدیں۔

نسیمہ آپ نے خیال نہیں کیا۔ میں نے کیا عرض کیا تھا وہ سبق کا وقت تھا اس لئے میں نے کہا پڑھ کر لے لوں گی۔

پھوپھی۔ ہاں، ہاں میں نے سُن لیا تھا۔ سبق تھا نماز تو نہ تھی کہ قضا کا ڈر ہو۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر پڑھ لیتیں۔ ہاں کھانے کو ذرا دیر ہو جاتی۔

نسیمہ۔ لے ہے پھوپھی اماں مجھے تو کھانے وانے کا بالکل ہی خیال نہ تھا۔ اگر یہی قصور ہے تو اماں جان سے ابھی معاف کرا لیتی ہوں۔ میں سچ عرض کرتی ہوں

صرف پڑھنے کی وجہ سے اس وقت عذر کیا ورنہ ایسی خطا ہرگز نہ ہوتی۔

پھوپی۔ پڑھنے کا تو میں جواب دیچکی۔ تم کو یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ اس وقت کی تعمیل فقط ماں ہی کا حکم نہیں۔ ایک حاجتمند کی مدد بھی ہے۔ تم نے اپنا ذاتی فائدہ ان دونوں باتوں سے بہتر سمجھا۔ کس کام کا وہ آدمی جو اپنے فائدہ کی وجہ سے دوسروں کی پرواہ نہ کرے۔

نسیمہ وہ لڑکی جس نے آجتک کسی کی آدھی بات نہ سنی ہو پھوپھی کا اعتراض سنتے ہی بے اختیار ہوگئی۔ بس تھا تو ٹے دیکر اپنی آنکھوں پر۔ کھانا چھوڑ چھاڑ الگ کونہ میں جا بیٹھی اور لگی پھوٹ پھوٹ کر رونے۔ ماں سے زیادہ چاہنے والی پھوپھی جس نے آٹھ نو برس میں کبھی بھتیجی کو یوں تاک کی۔ کہتے تو اتنا کہہ گئی مگر بچی کے آنکھ سے آنسو نکلتا تھا کہ اس کی اپنی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی۔ مگر سمجھدار عورت دوراندیش آدمی دل بہت تڑپا اور جی بہت ململایا۔ لیکن خوب جانتی تھی کہ اگر اس وقت اسکو چمکارتی ہوں تو یہ ناز برداری میرے واسطے نہیں اسی کے واسطے اندھیر ہوگی طبیعت بھر آئی تو کمرہ میں جا آپ بھی رو آئی۔ مگر اس کے سامنے آئی تو خاصی اچھی طرح۔ نسیمہ رو دہو چکی تو آکر پھوپی کے قدموں پر گر پڑی اور کہنے لگی میرا قصور معاف کر دیجئے۔ بھتیجی کا آکر گرنا تھا کہ تڑپ اُٹھی سر اُٹھا کر کلیجہ سے لگا لیا۔ اور کہا میرا تو کچھ قصور نہیں۔ جاؤ اپنی اماں سے معاف کراؤ۔ میں بھی پیچھے پیچھے آتی ہوں۔ اماں غریب ان قرینوں سے کیا واقف وہ تو اس بیٹی کی ماں تھی جس نے آجتک کبھی کہا ہی نہ مانا۔ اسکو یاد بھی نہ تھا کہ میں نے کیا کہا اور اس نے کیا کیا مگر نسیمہ کی اس فرمانبرداری سے دل باغ باغ ہو گیا۔

(۱۱)

بات رفع دفع ہوگئی وقت گزر گیا۔ سنجیدہ اس وقت تو چپ ہوگئی مگر رہی تاک میں کہ کب موقع ملے اور میں اسکو ٹٹولوں۔ برسات شروع ہوگئی تھی ایکدن رات کے وقت لڑکی بالیاں جھولا جھول رہی تہیں۔ پہلے بیاہی لڑکیوں نے ملار گائے پھر چھوٹی چھوٹی

بچیوں نے یہ گیت شروع کیا۔

نیم کی نبولی پکی ساون بھی کبھی آوئی گا
جیوے میری ماں کا جایا ڈولی بھیج بلاوئی گا

دونوں پھوپھی بھتیجیاں برابر لیٹی سُن رہی تھیں اور جھولے کی لڑکیاں لہک لہک کر گا رہی تھیں دیوار بیچ گھر تھا صاف آواز آرہی تھی۔ سنجیدہ نے بھتیجی سے کہا نسیمہ تم نے گیت سُنا۔

نسیمہ۔ جی ہاں۔ مجھے پہلے سے بھی معلوم ہے۔

پھوپھی۔ کچھ اس کا مطلب بھی سمجھتی ہو۔ کہنے کو تو ایک معمولی سا گیت ہے۔ مگر ذرا غور کرو اور بہن بھائیوں کی محبت کا اندازہ کرو۔ بھائی جیسی چیز بھلا کہیں دنیا میں نصیب ہوتی ہے۔ یہ بیچاری لڑکی اپنی سسرال میں ہے۔ جہاں میکے کی چڑیا تک نصیب نہیں۔ نیا نیا بیاہ اجنبی آدمی غیر لوگ رہتے رہتے جی اُکتا گیا اور میکے والوں کی صورت دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں ماں اور باپ دونوں کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے۔ جن کے دم سے میکہ تھا جب ہی چل بسے تو اب کون بات پوچھنے والا رہا۔ بچپن کے دنوں کو یاد کر رہی ہے گھر چھوٹا گھر والے چھوٹے جن کے ساتھ کھیلی بڑی ہوئی اُٹھی بیٹھی انکی باتیں خواب و خیال ہو گئیں کوئی اتنا بھی نہیں کہ وہاں والوں کی خبر تو لادے۔ جس گھر میں ہے وقت ہی وہاں نیم کا درخت لگا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھی پچھلے زمانہ پر آنسو بہا رہی ہے۔ اس رنج و غم کی حالت میں جب کلیجہ پر چھریاں چل رہی ہیں اور چاروں طرف نظر دوڑا رہی تھی خیال آیا کہ ماں مر گئی تو کیا ماں جایا موجود ہے۔ ساون کے مہینہ میں جب بھاوج کے واسطے جھولا پڑیگا اس وقت تو بھائی مجکو یاد کریگا۔ نند بھاوج میں بیٹھکر جھولیں گی۔ اتنا سوچ رہی تھی جو اوپر نگاہ گئی تو پکی پکی نبولیاں دکھائی دیں۔ یہ کسی سے سن رکھا تھا کہ نبولی ساون کے قریب پکتی ہے۔ بے اختیار ہو کر کہتی ہے۔

نیم کی نبولی پکی ساون کبھی کبھی آوئی گا۔

یہانتک تو وقت آگیا کہ ہولی پاٹ گئی کبھی کبھی تو ساون بھی آوے ہی گا لیکن میں کب تک اس طرح ترسونگی۔ اور اپنے عزیزوں کے دیدار سے محروم رہونگی۔ ساون آیا اور میکہ پہنچی۔ اس یقین کے ساتھ ہی بھائی کی محبت کا جوش دیکھو پہلے اس کی درازی عمر کی دعا مانگی۔ پھر اپنی خواہش ظاہر کی۔

جیوے میری ماں کا جایا ڈولی بھیج بلاوے گا

تم نے یہ مثل سنی ہو گی۔ بہن سو برس کی اور بھائی پانچ برس کا۔ بہن کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو چھوٹا سا بھائی بھی اس سے رشتہ میں بڑا ہے اسکا مان رکھنے والا اس کی ناک بڑھانے والا کیسی خوش نصیب ہیں وہ لڑکیاں جنکو اللہ نے یہ نعمت دی۔ اور کیسی بدنصیب ہیں وہ لڑکیاں جو اس نعمت سے نفرت کریں۔ بھائی جیسی چیز بھلا کہیں نصیب ہوتی ہے اپنا دم ہے تو سب کچھ میسر ہو جائیگا۔ مگر یہ چیز کہاں۔ شاید ہی کوئی دن جاتا ہو گا کہ میں تمہارے چھوٹے چچا کو نہ یاد کرتی ہوں۔ کیسے ہنستے ہوئے دروازے میں گھستے تھے اور وہیں سے کہتے تھے آپا کدھر ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے برسات کے دنوں میں رومال بھر کر امرود لائے کنجڑے کو کیا غرض پڑی تھی کہ وہ دھو دھلا کر دیتا۔ کیچڑ میں لتھڑے مٹی میں سنے سنائے حوالے کئے۔ میں حکیم جی کے ہاں چھٹی میں جا رہی تھی۔ کارچوبی دوشالہ سر پر تھا انہوں نے رومال اُلٹا میں جھولی میں سب امرود دیئے۔ سچ کہتی ہوں وہ کیچڑ کارچوب سے زیادہ عزیز تھی۔ دوشالہ خراب ہو گیا تو ہو گیا۔ اب بھی اس جیسے چار موجود ہیں مگر اس محبت سے لانے والا پیدا نہیں نہ اماں ابا قبر سے اُٹھکر آئیں گے نہ بھائی پیدا ہو گا۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی خدمت تو عین سعادت ہے۔ ہم کو پال پوس کر اس لئے بڑا کیا کہ ہم ماں کا ہاتھ بٹائیں۔ دکھ درد میں ساتھ ہوں جیسی ہماری خدمت کی ہے اُسکا بدلہ تو ممکن نہیں مگر انسانیت کے معنی یہ ہیں کہ چل پھر کر اُٹھ بیٹھکر جس طرح بھی ہو اور جتنا کچھ بھی ہو اُنکے شریک ہوں۔ مجھے تعجب نہیں سخت رنج ہوا کہ اس وقت تم جیسی سعادتمند بیٹی اور

ایسی کٹر۔ ماں کا حکم بھائی کی خدمت اور انکار۔ وہ بیچاری تو اس معاملہ میں پہلے ہی بدنصیب ہے ایک ہی وہ ہزاروں کوس پڑی ہے مہینوں خیر صلاح کی خبر نہیں دوسری صاحب ہیں نورٌ علیٰ نور۔ ماں مرتے مرجائے اور اس کی بات پوچھنی حرام۔ بہن بھائی تو دوسرے درجہ پر ہیں اس کا بس چلے تو ایک کو سنکھیا دوسرے کو زہر آج ہی گھر کا صفایا کر دے۔ رہیں تم سو خیر کبھی امرت کبھی زہر۔ مہربان ہوئیں ماماؤں تک کی دعائیں لیں۔ پھر ان ہوئیں تو ماں جائے تک کی پرواہ نہیں بات کرو تو ایسی کہ دنیا بھر تعریف کرے اور کام کرو تو ایسا کہ جو دیکھے وہ خوش ہو۔ چند روز میں یہ میکہ کا زمانہ خواب خیال ہو جائیگا نہ ماں خدمت کی طلبگار ہو گی نہ بہن بھائی عنایت کے خواستگار۔ ماشاء اللہ سمجھدار ہو۔ اس وقت کی قدر کرو اور موقعہ کو ہاتھ سے نہ دو۔ یہ وقت پھر آنے والا نہیں۔ بہت جلد ختم ہونیوالا ہے۔ ایسے کام کر جاؤ کہ تمہاری محبت کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھ جائے۔ دلوں میں گھر کرو اور منجھلی بہن کی ریس کرو۔ جو ماں جیسی عاشق زار کی دشمن اور باپ جیسے شفیق کی قاتل۔ اگر احتیاط نہ کرو گی تو آج کی میری بات یاد رکھنا روؤ گی اور پچھتاؤ گی۔ بس اب رات زیادہ آگئی سو رہو۔

(۱۲)

برسات نکل چلی۔ گلابی جاڑا شروع تھا۔ شبرات سر پر آئی۔ محلہ کے لڑکے لڑکیوں نے صلاح کی کہ ہر سال بیسیوں روپے آتشبازی میں اٹھتے ہیں اب کے سب سے پہلے اکٹھے کر لیں اور قاضی جی کے ہاں سے آتشبازی بنوا لیں۔ کسی نے روپیہ کسی نے اٹھنی کسی نے چونی کسی نے دونی جمع کر کرا گندھک بارود کوئلہ لوہچون سب چیزیں وزن سے منگوا لیں۔ تین چار دن سے سب لڑکیاں صلاح کر رہی تھیں کہ کچھ نہ کچھ چندہ نسیمہ سے بھی وصول کرنا چاہیئے مگر ادھر تو سنجیدہ کا خوف ادھر نسیمہ کے مزاج سے ڈر ہمت نہ پڑتی تھی آخر ایک دن دل کڑا کر کے دوپہر کے وقت ادھر تو پھوپھی بھتیجیاں کہاں فراغت

یا سینا پرونا لیکر بیٹھیں ادہر مین لڑکیاں بھڑی جو تی ٹوٹے کنے گتے کے چھلکے چوستی آئیں دعا نہ سلام۔ بات نہ کلام۔ کچھ دیر تک تو گم سم کھڑی رہیں اور پھر کہنے لگیں۔ لاؤ بی نسیمہ آتشبازی میں چندہ دو۔ ابھی نسیمہ کچھ جواب نہ دینے پائی تھی کہ پیچھے سے دو اور آ دھمکیں محلہ کا محلہ گمراہ اور آوے کا آوا اندھا۔ پچھلی دو پہلی سے بڑھ گئیں چبوترے پر چھکڑا مار لگیں چندہ مانگنے۔

نسیمہ۔ تم اندر آ جاؤ۔ میں سمجھی نہیں کیسا چندہ۔

ایک لڑکی۔ اے ہم سب لڑکیوں نے ملکر یہ تجویز کی ہے کہ باہر سے منگوانے کے بدلے گھر ہی میں آتشبازی بنالیں۔ ایک روپیہ کی کمی ہے تم بھی شریک ہو جاؤ۔

نسیمہ۔ مجھے ان چیزوں سے بالکل رغبت نہیں اور الٹی نفرت ہے۔

سنجیدہ۔ تعجب ہے تم لوگ ایسی محنت سے تو گھر گھر پھر کر چندہ وصول کرو۔ اور ایسے فضول کام میں صرف کرو۔ بہت سی ضرورتیں ایسی ہیں کہ وہاں بھیجو۔ آتشبازی تو نہایت خوفناک چیز ہے۔ ہر سال دو ایک آدمی اس کی نذر ہو جاتے ہیں۔ یہی روپیہ اگر کسی نیک کام میں لگایا جائے تو کیسی اچھی بات ہے نہیں تو اگر خالی بھی بلاؤ تو مشکل سے آئیں۔ اگلے برس اخبار میں دیکھا تھا کہ اسفندیار خاں زیر سردار پور کی اکلوتی بچی اناکے ساتھ ڈیوڑھی میں آرہی تھی انا تھی کمبخت لڑکی کو اکیلا چھوڑ دار وغہ سے باتیں کرنے لگی۔ ڈیوڑھی میں جل رہی تھی ڈبیا۔ طاق تھا نیچا بچی ہاتھ میں اٹھا اندر لے آئی۔ انگنائی تک پہنچی ہوگی۔ کہ کرتہ میں آگ لگی۔ مہین پیواز کا کرتہ چٹکی بجاتے بجاتے بھر بھر ہو گیا۔ بلبلا اٹھی جب تک لوگ آئیں چربی نکل چکی تھی۔ میں تو کہتی ہوں کہ ڈبیا تک ایسی جگہ رکھواؤ کہ بچوں کا ہاتھ نہ پہنچے نہ یہ کہ آتشبازی میں چندہ دینے دوں

(۱۳)

ادہر تو یہ گزری اور ادہر ماں بیٹیوں میں خاصی اچھی چھوڑ ہو گئی۔ کمبخت کچھ معاملہ

بھی تو نہیں فقط اتنی سی بات پر کہ مندر گھر کی لگی بند ہی کا چھن چھپیا پھر کر ترکاری لائی۔ چاروں طرف سے بچے ٹوٹ پڑے۔ منجھلی بیگم بھی تشریف لائیں۔ چھوٹے موٹے بچے تو صورت دیکھتے ہی نفرو ہوئے۔ بیچ کی راس کے اِدھر اُدھر دبک گئے۔ جو رہ گئے اُن میں سے کسی کے چٹکی کسی کے تھپڑ کسی کے گھونسا کسی کے لپڑ۔ غرض جھٹ چھٹا کر دو تین بچے ہوں گے۔ وہ بھی سہمے ہوئے اور ڈرے ہوئے۔ صاحبزادی نے پہلے تو دس بارہ کھلی کھلی جامنیں چکھکر دیکھیں پھر اُن کا بھاؤ پوچھا۔ کاچھن نے کہا بیگم جو چاہے دیدو بھلا میں تم سے بڑھتی لوں گی۔

منجھلی۔ پھر بھی آخر معلوم تو ہو۔

کاچھن۔ دو آنہ سیر بک ہی ہیں وہی دوں گی۔

منجھلی۔ جھوٹی لپاٹن۔ لوٹنے کو یہی گھر رہ گیا ہے۔ دنیا جہان میں تو بکیں ٹکے سیر تو کہے دو آنے۔ ایسی ایسی نامرادیں یہاں آن مرتی ہیں جنکو رزق نہ موت۔ بہت دنوں تک آسامی بناتی رہی اب یہ داؤں یہاں چلنے والا نہیں۔ بے ایمانی تو دیکھو ڈگنے تگنے اکٹھے چو گنے اور موئی جامنوں میں جامنیں بھی تو نہیں اینٹ پتھر کچی کچی اُٹھا لائی ٹکے سیر کے بھی تو لائق نہیں۔

کاچھن۔ سرکار زبردستی تھوڑی ہے نہ لو۔

منجھلی۔ چل مردار نہ کیوں لو۔ پہلے تو بچوں کو لگا دیا۔ اب لگی باتیں بنانے۔ لے تول آدھ سیر۔

زیادہ نہیں فصل کا میوہ سمجھکر کاچھن ایک ڈھیری لے آئی تھی جو ملا کر کے ڈیڑھ پونے دو سیر ہونگی اس میں سے آدھ پاؤ یا تین چھٹانک تو بانگی میں ختم ہوئیں۔ باقی میں سے آدھ سیر چھانٹیں تو اس طرح کہ جامنوں کی جان نکال لی۔ کوڑا چھوڑا ایک پیسہ آگے پھینک لگی چلنے۔

ایمان کی بات یہ ہے سندر بیس بائیس برس کی کاجیون منجھلی کی دادی تک تک کو سودا کھلائے ہوئے۔ بھلا منجھلی کے منہ کیا لگتی۔ مگر بہیڑ کی لات گھٹنوں تک ٹخنوں تک بن بھر ٹخ ٹخ کرتی در در پھرتی اور گھر گھر جھانکتی تو شام تک چار پانچ آنے بچ جاتے۔ دوآنہ کا نقصان دیکھکر چپ سناٹے میں آ گئی۔ پیسہ پھیر دیا اور کہنے لگی۔ بیوی میری بچی نے نہ کہا ہیں تم نے کہا ہیں پیسہ رہنے دو۔

منجھلی۔ چڑیل زیادہ پھیلے گی تو اتنی جوتیاں ماروں گی کہ عمر بھر یاد کریگی۔

ماں۔ لڑکی دیوانی ہوگئی ہے۔ اس کا مال ہے چاہے دے چاہے نہ دے۔ جوتیاں مارنے کی کیا بات ہے۔ ہاتھ بیچاری ذات نہیں بچی۔ زبان کا ٹانکا ہی ٹوٹ گیا ہے۔

بیٹی بس۔ بی بس۔ میں تمہارے منہ کے لائق نہیں ہوں۔ آئیں بڑی بیچاری وہاں سے حمایت لینے۔

ماں بیچاری تو اتنی سی بات کہکر چور بن گئی۔ بیٹی نے جو جو کچھ منہ میں آیا سب ہی کچھ کہہ ڈالا۔ اور تو کچھ بن نہ آئی۔ میکے سے تین آدمی آچکے تھے کہ بھاوج پردیس سدھار رہی ہے آکر ملجاؤ۔ ڈولی منگوا چلی گئی۔ ایک بج چکا ہوگا۔ میرزا ہد گھر میں گئے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ بیوی کا پتہ نہیں۔ بیٹی سے پوچھا اس کو اس سے اچھا موقع اور اس سے بہتر وقت کون سا ملتا جو ماں سے بدلہ لے۔ چھوٹتے ہی کہنے لگی خالہ حمیدن کے ہاں گئی ہیں۔ خالہ حمیدن وہ بشر تھیں جن سے اور میرزاہد سے تین ساڑھے تین برس مقدمہ لڑا۔ دونوں ایک دوسرے کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے۔ آمد و رفت میل ملاپ ملنا جلنا سب بند۔ حمیدن کا نام سنتے ہی میرزاہد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ عقلمند اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے سامنے صبح سے تین آدمی بلانے آچکے ہیں اور بیوی کہہ چکی ہے کہ ذرا کھانا دے دلا لوں تو آتی ہوں۔ مگر بیٹی کا کہنا خدا معلوم قرآن تھا یا حدیث کہ فوراً ہی ایمان لے آیا۔ پینھنا تا ہوا باہر نکلا تو اُدھر سے ڈولی آرہی تھی اُترنے سے پہلے

ہی پوچھاڑ شروع کردی۔ آگے آگے بیوی پیچھے پیچھے آپ اندر پہنچی تو بگناہ چپکی کھڑی میاں کا منہ تاک رہی ہے کہ یہ فرما کیا رہے ہیں بات نہ چیت واسطہ نہ غرض غصہ کا ہے کا اور خفگی کس کی۔ لڑکی نا ہنجار اتنی کمبخت اور مردار کہ ماں آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے اور آپ گردن ٹمکا ٹمکا کر ٹھٹے لگا رہی ہے۔ پھر والد بزرگوار اتنے بڑے سمجھدار کہ پوچھا نہ گچھا اور بیوی کو گھر سے نکالنے تک پر آمادہ ہو گئے۔ غصہ کی کوئی حد اور خفگی کی کوئی انتہا۔ کچھ دیر تک تو بدنصیب چپکی کھڑی دیکھتی اور سامنے بیٹھی روتی رہی مگر جب دیکھا کہ اب میاں کے منہ سے شرافت کے پھول جھڑنے لگے تو وہاں سے اٹھ کوٹھری میں گھس اندر کنڈی لگا بیٹھ گئی بہن دوڑی آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ بھائی غصہ میں آگ بھاوج کوٹھری میں بند اور بھتیجی ورے میں باغ باغ۔ بھاوج سامنے تھی نہیں بھائی سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ لے دیکے بھتیجی ہی بھتیجی نظر آئی۔ اس سے پوچھا تو وہ کیا کہتی ہے۔ جیسا کیا ویسا پائیں۔ صبح کی گئی اب آئی ہیں اور پہنچیں کہاں اسی حمیدن کے ہاں۔

بھائی۔ آپا! تم نے بھی بیویوں کے یہ ڈھنگ دیکھے ہیں۔ وہ مردار حمیدن میری جان کی دشمن جس نے مجکو بھیک تک منگوادی اس کے گھر ملنے گئیں اس سے زیادہ اور کیا ستم ہوگا۔

بہن۔ تم نے خود جاتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے آپ کہا یا کسی سے سُنا۔

بھائی۔ نہ میں نے دیکھا نہ انہوں نے کہا۔ منجھلی کہہ رہی ہے۔

سنجیدہ۔ گو میرزا ہد جیسے بھائی کی بہن تھی مگر زمانہ دیکھے ہوئے اور منجھلی جیسی بھتیجی برتے ہوئے۔ سنتے ہی تاڑ گئی کہ یہ صاحبزادی نے گل کھلایا ہے۔ بھائی کو دھیما کر اپنے ہاں لے گئی۔ کوٹھری کی کنڈی کھلوا اندر گئی تو بھاوج نے کہا آپا۔ یہ اس مردار نے مجھ سے بدلہ لیا ہے۔ میں تو حمیدن کی صورت سے بھی واقف نہیں۔ سلیم کی دلہن رات کو ہرات جا رہی ہیں اُن سے ملنے گئی تھی۔ کھڑی سوار ہی گئی اور آئی اتنا قصور ہوا تھا سندر کی جان کو آ رہی تھی۔ میں نے منع کیا۔ اس کے بدلہ اس کمبخت نے یہ آفت ڈھائی۔

خیر میں تو کچھ نہیں کہتی۔

سنجیدہ نے بھاوج کی رام کہانی سُن اُسے تو وہیں چھوڑا اور بھائی کو جاکر وہ ٹھیک بنایا کہ وہ بھی یاد کرتا ہوگا۔ مگر دور اندیش عورت۔ بھائی کو شرمندہ کیا بھی تو اسطرح کہ بھتیجی پر زیادہ بات نہ آنے دی۔ ورنہ مرد اور غصہ میں بھرا خدا معلوم کیا کر بیٹھتا۔ بھائی شرمندہ صورت اپنے اوپر نفرین اور لعنت بھیجتا ہوا باہر گیا تو ماں بیٹیاں اور پھوپھی بھتیجیاں چاروں ایک جگہ بیٹھے تھے۔ سنجیدہ نے منجھلی سے تو بات کی نہیں مگر نسیمہ کی طرف دیکھکر کہا۔

(۱۴)

دنیا میں جھوٹ سے بڑا عیب کوئی نہیں اور آجکل لڑکیوں میں عام طریقہ ہے کہ اس کی بالکل ہی پرواہ نہیں کرتیں ان بیوی کا تو کچھ نہیں بگڑا ایک بات تھی منہ سے نکالدی نتیجہ یہ ہوا کہ گھر میں خون خرابے پڑ گئے۔ جھوٹا آدمی سب کی نظروں میں ذلیل خوار ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ دنیا کی کسی بات پر ہمیشہ پردہ نہیں پڑا رہتا کسی نہ کسی وقت کیسا ہی بھید کیوں نہ ہو ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ جھوٹی بات کا پہلے پہل تو سب یقین کر لیتے ہیں لیکن جب کھل جاتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے اسوقت سے جھوٹے کی وقعت بالکل جاتی رہتی ہے اس کی سچی بات کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ خدا نہ کرے کسی لڑکی میں یہ عیب ہو جس محفل میں ذکر ہوتا ہے سب ایک منہ ہو کر کہتے ہیں وہ تو بڑی لپاٹن ہے۔ اگر تم سے کوئی قصور بھی ہو جائے اور تم کو یہ یقین ہو کہ اس کے اقرار میں بڑی آفت اور سخت مصیبت کا سامنا ہے تو بھی آنکھ بند کر کے صاف صاف کہدو سانچ کو آنچ نہیں۔ تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ قصور تو ظاہر ہو کر رہیگا۔ البتہ اس قصور کے ساتھ جو اتفاقیہ ہو گیا یہ دوسرا قصور جھوٹ کا اور کھلا۔ جو جان بوجھکر کیا اور دیدہ و دانستہ بولا۔ قصور جتنے ہیں سب معاف کرنیکے قابل مگر جھوٹ ایک ایسا قصور ہے جو کسی حال میں معاف نہیں ہو سکتا۔ جو

لڑکی سدا سچ بولے اُسکی عزت سبحان اللہ سب اس سے محبت کرتے ہیں مجکو اس وقت ایک بات یاد آئی۔ آنحضرت صلعم کے بعد جو مسلمانوں میں چار بادشاہ ہوئے ہیں جنکو خلیفہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ رسولؐ خدا کے جانشین تھے یعنی ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ عثمان غنیؓ علی مرتضیٰؓ۔ ان میں سے دوسرے خلیفہ عمر فاروقؓ جن کے رعب سے بڑے بڑے بادشاہ تھراتے تھے اُن کے زمانہ کا ذکر ہے ایک دن بھرے دربار میں جب کہ چاروں طرف عہدہ دار جمع تھے اور بزرگ آدمی موجود۔ ایک شخص ایک دوسرے شخص کو پکڑے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ امیرالمومنین (مسلمانوں کے سردار) اس شخص نے میرے باپ کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے اس پکڑے ہوئے شخص سے پوچھا۔ اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور کہا یہ سچا ہے۔ میں ایک پتھر مارا تھا ایسا لگا کہ مرگیا۔ جب مجرم نے اقرار کرلیا تو مقدمہ صاف تھا گواہ موجود تھے۔ حکم ہوا کہ بدلہ لیا جائے اور قاتل کو موت کی سزا دیجائے جلاد حاضر ہوا تو مجرم نے کہا۔ خلیفۃ المسلمین (مسلمانوں کے خلیفہ) چار روز کی اجازت دیدیجئے۔ میرے پاس ایک یتیم بچہ کی امانت ہے جو اس کا باپ مرتے وقت میرے سپرد کرگیا تھا وہ ایسی جگہ دفن ہے۔ جس کا حال میرے سوا کسی کو معلوم نہیں اب میں مرتا تو ہوں ایسا نہ ہو بن باپ کے بچہ کا مال میرے ذمہ رہ جائے اور میں پکڑا جاؤں حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر کوئی تیری ضمانت دے تو چلا جا۔ یہ حکم سنتے ہی اس کی مسرت بھری نظر سب سے پہلے جس پر پڑی وہ ایک بزرگ آدمی تھے اُن سے کچھ کہا سنا حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ یہ میری ضمانت دینگے۔ اب اُن بزرگ کا حال سنو وہ کون تھے۔ پیغمبر خدا کے دوست اور اُن کے ساتھ رہنے والوں میں۔ فاروق اعظم یعنی حضرت عمرؓ نے انکی طرف دیکھا۔ وہ فرمانے لگے کہ ہاں میں ضامن ہوا۔

قاتل چھوڑ دیا گیا۔ تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن ٹھیک اسی وقت دربار فاروقی گرم تھا مدعی نے جسکا باپ مارا گیا تھا عرض کیا۔ امیرالمومنین قاتل کو آپنے چھوڑ دیا میرا آپ سے

لے لوںگا۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر قاتل ابھی حاضر نہ ہوا تو ان بزرگ پر قصاص ہوا انکو بھی سزا دیجائے گی۔ یہ حکم سنتے ہی سب دنگ رہ گئے۔ دفعتہً قاتل ہشاش بشاش حاضر ہوا اور کہنے لگا امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، الحمد اللہ میں امانت سے سبکدوش ہوا۔ جلاد کو حکم دیجیئے کہ اب دیر نہ کرے۔ اس شخص کی یہ گفتگو سنکر اِدھر تمام درباری اُدھر خود حضرت عمرؓ سب سناٹے میں تھے۔ پوچھا کہ یہ بزرگ تیرے کون ہیں جنہوں نے ضمانت دی! ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ کو اس کی حاضری کا کیونکر یقین ہوا جو ضامن ہوئے! قاتل مسکرایا اور کہنے لگا کہ فاروق اعظم تعجب نہ کیجئے۔ میں نظر پڑتے ہی سمجھ گیا تھا کہ مسلمان اور اتنے بڈھے ضرور رسول اللہ کی خدمت کی ہوگی۔ ایک مسلمان کو مدد دینے میں دریغ نہ کریں گے۔ اب ان بزرگ کی باری آئی۔ فرمانے لگے میں نے اس شخص کو اس دن سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر جس وقت اس نے مجھکو ضمانت میں پیش کیا ہے مجھکو یہ یقین تھا کہ مسلمان ہے مسلمان ہوکر جھوٹ نہ بولیگا۔ درباریوں میں سے ہر شخص نے اس قاتل کی سچائی پر تعریف کے نعرے بلند کئے اور درخواست کی کہ اسے چھوڑ دیجیے قتل کا روپیہ ہم ادا کرتے ہیں۔ مگر مدعی نے خون بہا لینے سے انکار کیا اور کہا ایسے سچے شخص کو میں نے اپنے باپ کا خون معاف کیا۔

یہ صرف سچ بولنے کا نتیجہ ہے۔ چاہے جان جاتی رہے مگر زبان سے جھوٹی بات نہیں نکلنی چاہیئے پھوپھی کی اس گفتگو کا کوئی نتیجہ یا اثر لاحول ولا قوۃ الا باللہ منجھلی جس کا نام تھا اسکو اتنی بھی خبر نہ ہوئی کہ یہ بات بڑی پھوپھی کہہ کس کو رہی ہے چین سے بیٹھی ہنستی رہی۔ بہت جی گھبرایا تو اٹھی چبوترے کا ایک آدھ چکر لگایا اور پھر وہیں آن بیٹھی۔ ایمان کی پوچھو تو خود پھوپھی ہی کو کیسا یقین اور کس کا شبہ ہم وگمان تک نہ تھا کہ یہ کان دھر کر میری بات سنے گی۔ اس کی غرض اور خواہش جو کچھ تھی سو یہ کہ کسی طرح دل کی بھڑاس نکال لوں۔ کہہ چکی تو بچی کو ساتھ لے اپنے گھر چلی گئی۔

لڑکیوں کے واسطے غیرت اور حمیت بڑی چیزیں ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کسی بیٹی پر منجھلی کا پرچھاواں پڑے۔ اس دن کے بعد سے ماں غریب نے تو بات کرنی ہی چھوڑ دی مگر ہاں ماں ممتا کا جوش یا موقع و محل کی مصلحت اتنا ضرور کیا کہ میاں کے کان تک اس کی بدعنوانی نہ پہنچائیں اور الٹا اس دن کا الزام بھی پورا نہیں تو آدھا پاؤ اپنے ہی سر تھوپ لیا۔ یہ اس کی غلطی ہو تو ہو مجبوری کچھ بھی ہو تاہم بھی کہیں گے کہ اگر علم ہو جاتا تو باپ اپنی نا ہنجار بیٹی کا آئندہ یقین نہ کرتا اور اگر زیادہ نہیں تو اتنا فائدہ منجھلی کو بھی ہوتا کہ وہ پھر کبھی اتنی بڑی جرات نہ کرتی۔ سچی بات یہ ہے کہ ادھر تو رہی تعلیم سے کوری۔ ادھر ماں نے توجہ کی نہیں صحبت ملی خراب چھوٹی چھوٹی عادتیں بیل کا بیل بن گئیں۔ اگر خدا سمجھ دیتا تو کچھ بڑی بات نہ تھی کہ ماں شروع ہی سے ان نالائق لڑکیوں کو گھر میں نہ گھسنے دیتی صبح ہوئی اور محلہ بھر کی بدتمیز نا ہنجار انیاں خنیاں کوئی بھٹیارے والی ہے تو کوئی سقنی ادھر ادھر سے آ جٹیں۔ وہاں نسیمہ نماز سے فارغ ہو قرآن شریف پڑھ رہی ہے اور یہاں آنکھ مچولی ہو رہی ہے۔

(۱۵)

میرو بھٹیارے نے ایک دن اپنے پیر پھلکی شاہ کی دعوت کی۔ سیر بھر گوشت ڈیڑھ سیر چاول بیوی کو لا کر دئیے وہ بیچاری گوشت کو چینی سے ڈھانک چاول پوٹلی میں باندھ پیاز لینے کوٹھری میں گئی۔ لڑکی چاول کھول تین چار مٹھیاں جھولی میں ڈال آٹھ دس بوٹیاں اچھی اچھی چھانٹ منجھلی کے ہاں پہنچی۔ ماں کوٹھری سے نکل کر دیکھتی ہے تو چاول اور گوشت دونوں غائب برقع اوڑھ پیچھے پیچھے آئی تو بی منجھلی ہنڈکلیا چولھے پر رکھے آگ پھوں پھوں کر رہی تھیں۔ بیٹی کو تو خیر جو منہ میں آیا سنا تی رہی مگر منجھلی کو بھی صاف ہی ایسی کھری کھری کہیں کہ کوئی دوسرا ہوتا تو چینی بھر پانی میں ڈوب مرتا مگر بے غیرتی ہو تو اتنی کہ اس کے بھاویں بھی نہیں بھٹیاری چیختی پیٹی تو اتنا فائدہ تو ہوا کہ بات جھک آدھی گیا

اوقی پونی چاول گوشت سے لوا گھر آ گئی۔ مگر منجھلی کیا چوکنے والی تھیں ماں کی آنکھ بچا کوٹھری میں گھس، گڑ گئی۔ چاول، کھانڈ جو ہتے چڑھا نکال لائی۔ ماں جو کسی ضرورت سے اندر گئی تو کیا دیکھتی ہیں چاول پھیلے ہوئے گھی گرا ہوا۔ کھانڈ کی ہنڈیا ٹوٹی ہوئی سمجھ تو فوراً گئی مگر بیٹی کی جان کو صبر کر چپکی ہو بیٹھی۔ منجھلی کس کی بیٹی اور کس کی پوتی لیکن نصیبوں پیٹی شروع ہی سے کچھ ایسی صحبت میں بیٹھی کہ جو کام کیا وہ بے ڈھنگا اور جو بات کی وہ بے تکی کھیل کھیلے تو کمبخت ذلیلوں کے ریس کی تو موئے فقیروں کی ہاتھ میں کاٹھا گود میں تر۔ پاؤں ہے کہ زمین پر چھپا چھپ چل رہا ہے سر پر چھپیا ہاتھ میں گٹے بغل میں پنکھا گنڈیریوں کی آواز لگ رہی ہے خدا کا کرنا کیا ہوتا ہے کہ ایک دن سقنی والی نے کہا آؤ بی منجھلی بیگم چور چور کھیلیں تم تو بنو چور سموں میں سپاہی اور ہم صاحب دیکھو وہ جو تمہاری الماری میں نارنگیاں رکھی گئی ہیں اس طرح چراؤ کہ ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو۔ منجھلی بیگم کو کیا عذر تھا پان کے بہانے پٹاری پاس آئی اور اٹھتی دفعہ نارنگیاں جھولی میں ڈال رفو چکر۔ کھیل کا تو تھا بہانہ مطلب تھا نارنگیاں کھانا۔ مفت کا مال ان مولوں کیا برا تھا تینوں چاروں نے مل کر سولہ ختم کیں۔ مزا یہ تھا کہ کولے تھے ناگپور کے وہ بھی بازار کے نہیں، سوغات کے رات کو میرزا ہر نے مروانے میں منگوائے۔ گھر والی جا کر دیکھتی ہیں تو الماری صاف۔ نارنگیوں کے بدلے اللہ کا نام سمجھیں کیا اپنا سر۔ کونہ کونہ چپہ چپہ ڈھونڈ ڈالا۔ سوئی تو تھی نہیں جو چھپ جاتی۔ ادھر میاں ہیں کہ آدمی پہ آدمی تقاضے پر تقاضا ادھر بیوی ہیں کہ چور بنی بیٹھی ہیں جب کچھ سمجھ میں آئی تو دوڑی دوڑی نند کے پاس آئیں اور لگیں قسمیں کھانے کہ آپا جل جائے زبان جو ایک پھانک بھی کھائی ہو یہ سب منجھلی کی بہنیٹ چڑھیں۔ اب بتاؤ کیا کروں میں تو ایسی ذلیل عمر بھر نہیں ہوئی۔ دونوں نند بھاوجیں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔ میرزا ہد لاکھ بیٹی سے الگ رہتے ہوں مگر اس کے گنوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ دیر پر تو غصہ آیا تھا مگر جب بالکل ہی ناامیدی ہوئی تو سمجھ گئے۔

دل ہی دل میں جل بہن جیب ہو رہی۔

(۱۶)

ہونی شدنی رمضان کا مہینہ تھا چوتھا پانچواں روزہ ہوگا نسیمہ اُگالدان لینے ماں کے ہاں آئی چلنے لگی تو بہن نے بلا اپنے پاس بٹھالیا پانچ چھ لڑکیاں اور بھی تھیں نسیمہ کا بھی انکی باتوں میں دل لگ گیا۔ ایسی بیٹھی کہ دوپہر ہوگئی اور اُٹھنے کا نام نہیں پھوپھی نے آکر دیکھا تو انجو والی کلو سے گھٹ گھٹ کر باتیں ہو رہی ہیں بلا کر ساتھ لے گئی اور گھر لیجا کر کہا بیٹی تم اگالدان لینے گئیں تھیں یا وہاں بیٹھنے۔ یہ رذیل بدتمیز لڑکیاں مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتیں تمہیں انکے پاس بیٹھنا کیا ضرور تھا۔ بھلے کے پاس بیٹھے جبائے ناگر پان برے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک اور کان سوائے اس کے کہ اُنکی خراب عادتوں کا اثر تم پر بھی پڑے اور کوئی فائدہ مجکو نظر نہیں آتا۔ خربوزے کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑے آدمی کو دیکھکر آدمی ڈھنگ پکڑے تم کو اُنکی بیہودہ حرکتیں دیکھکر اُن سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے نہ یہ کہ اُنکی رفیق بنکر اُن ہی میں گھس بیٹھو۔ تھالی گری جھنکار ہوئی کیا خبر بھری تھی یا خالی دیکھنے والے تو یہ سمجھیں گے کہ یہ بھی اُن ہی جیسی ہے۔ خالہ کلثوم کا حال سن چکی ہو۔ ایک تیلن کی صحبت نے عزت آبرو سب پر پانی پھیر دیا۔ بہتیرا ہی سب نے منع کیا۔ مگر جب دیکھو وہیں ٹھسی ہوئی۔ اس کا باپ تھا چور شیخ دہومی کے یہاں ہوئی چوری۔ تلاشی اُنکے ہاں بھی ہوئی۔ مال ملا نہیں۔ پولس کا نام سنکر وہاں سے بھاگ اپنے ہاں آئی۔ تھانہ دار کو ہوا شبہ وہاں سے اُٹھ سیدہا اُنکے ہاں۔ ایک ذرا سی بات تھی مگر جس وقت خالہ کے گھر کی تلاشی ہوئی ہے محلہ بھر نے دانتوں میں انگلیاں دے لیں یاد رکھو بُرے کی صحبت میں بیٹھنے سے سوا برائی کے اور کچھ نہیں ملتا۔ اگر ایک رومال میں تھوڑے سے پھول رکھو تو رومال پھول نہیں ہو جاتا۔ مگر پھولوں کی صحبت کا اتنا اثر ضرور ہوتا ہے کہ رومال میں بھی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے کبھی گلدستے کو غور سے دیکھو۔

خوش رنگ پھولوں کے ساتھ گھاس پھونس پر بھی عجیب رونق ہو جاتی ہے۔ ذرا اپنے ہاتھ دیکھنا۔ سونے کی پونچیاں اور یہ معمولی ڈورا۔ مگر سونے کی وجہ سے اس ڈورے کی وقعت کچھ اور ہی ہو رہی ہے۔ ساتھ ایسے لوگوں کا اختیار کرنا چاہیے جو سچے ہوں اور اچھے نہ یہ کہ مکار اور ناہنجار۔ لڑکی ہو یا لڑکا۔ پڑی ہوئی عادت اور لپکا پھر چھٹائے نہیں چھٹتا۔ تمہاری آپا کیوں بگڑیں صحبت ہی کی وجہ سے ناس ہو گیا اور کچھ رات دن جب دیکھو یہی کمینی لڑکیاں موجود ہیں۔ محلہ میں اتنے بھلے مانس ہیں کبھی اُن میں سے بھی کسی لڑکی کو آتے دیکھا ہے تو اس دن گڑیا کے بیاہ میں یہی دیکھ رہی تھی کہ بڑی سے چھوٹی تک جو تھی وہ ایسی ہی۔ نام کو کسی اشراف کی لڑکی نہ تھی سچ پوچھو تو موری کا کیڑا موری ہی میں خوش رہتا ہے۔ خود منجھلی کا دل انہیں میں لگتا ہے۔ وہ بھلے مانسوں کی تند کیا جانے۔ بیٹا ایسے کبھی جا کر نہ بیٹھنا۔

(۱۷)

سنجیدہ کی چچازاد بہن پڑھی لکھی عربی فارسی کی خاصی اچھی عالم فاضل پانچ برس کے بعد بیت اللہ سے واپس آئیں۔ آ کر دیکھتی ہیں تو محلہ میں کچھ رنگ ہی اور چھایا ہوا ہے کیا کنواری اور کیا بیاہی جو لڑکی ہے مذہب سے غافل خدا سے لاپرواہ۔ کیسی نماز اور کیسی خیرات کہاں کا روزہ اور کدھر کی زکوٰۃ۔ دن ہو یا رات بیہودہ خرافات۔ بچہ ہو یا جوان فرعون بے سامان ان بیچاری کے تو دیکھ کر کان کھڑے ہو گئے۔ تین چار دن تو خون کے سے گھونٹ پیکر چپ ہو گئیں۔ جمعہ کے روز ظہر کے بعد وعظ کے بلاوے بھیج دیئے۔ دور دور سے بیویاں آ کر جمع ہوئیں۔ استانی جی نے وعظ شروع کیا۔

"بہنو بیٹیو! میں تم سب کی بہت احسانمند ہوں کہ اپنے اپنے کام کاج بند کیے اور میری درخواست پر یہاں جمع ہو گئیں۔ چلو اس بہانہ سے ملاقات تو ہو گئی۔ اس لحاظ سے تو میں ضرور خوش ہوئی کہ تم سب کو اب تک میرے ساتھ وہی محبت ہے جو جاتے وقت تک تھی لیکن یہ دیکھ کر مجھ کو بڑا افسوس ہوا کہ میں نے جیسی ایک پانچ ہی برس کے عرصہ میں

نہ وہ آسمان رہا نہ زمین سب چیزیں بدل گئیں۔ میں نہیں چاہتی کہ لڑکیاں پرانی لکیر کی فقیر بنی رہیں۔ زمانہ کا رخ دیکھکر کام کرو مگر نہ ایسا کہ دوسرے کی ریس میں اپنی اصلیت ہی کو بھول جاؤ۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔ کون کہتا ہے کہ انگریزی جوتی پہننی حرام۔ مگر ہاں یہ میں کہتی ہوں اور کھلم کھلا کہتی ہوں کہ نماز کے وقت گراموفون سننا ناجائز قطعی۔ نام لینے سے کیا فائدہ مگر کل ایک کواری لڑکی کو دیکھا کہ آب واں کا کرتہ۔ باریک اوڑھنی۔ نیک بختو معاف کرنا تمہارے کان ننگے تمہارے پاؤں خالی تمہارے ہاتھ سونے سے ہوں تو ہوں مگر تمہارا سب سے بڑا زیور شرم و حیا عفت و عصمت ہے یہ وہ چیز ہے کہ سینکڑوں ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کروڑوں روپے کے جواہر اس پر سے قربان۔ برا نہ ماننا اس آب واں سے گاڑھے کا کرتہ اور دھوتر کی چادر ہزار درجہ بہتر ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ میں تعلیم نسواں کی ہمیشہ موافق رہی ہاتھ پاؤں سے جو کچھ بھی ہو سکا اور جتنا بھی کچھ ہو سکا اسی میں لگی لپٹی رہی دو چار حرف جو آتے تھے اس کے بتانے میں کبھی دریغ نہ کیا مگر میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ مذہب کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دو۔ سن لو اور یاد رکھو کہ جن قوموں نے دنیا میں ترقیاں کیں اور جن لوگوں کو آج ہر قسم کی عزت حاصل ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں اور کہتے کیا ہیں انکو کہنا پڑتا ہے کہ مذہب سے الگ آدمی جانور سے بدتر ہے۔ تعجب ہے کہ تم سب کی سب اپنی ترقی اور صلاح کی اتنی کوشش کر رہی ہو کہ اس چار دن کے عرصہ میں جب سے میں آئی ہوں دو جلسہ سن چکی ہوں مگر کیا تم اس کو ممکن سمجھتی ہو کہ اپنے سچے مذہب کو چھوڑ کر کسی لایق ہو جاؤ اور اچھی بن سکو جب اتنی موٹی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو تم کیا خاک ترقی کر سکتی ہو لڑکی ہو یا بڑی عورت بلا ایمان کے ایک پھول ہے جس میں نام کو خوشبو نہیں نہ وہ بات کرنے کے قابل نہ اس کی بات سننے کے لائق میں مسلمان ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ دنیا کی درستی جب تک نہ ہو گی دین درست نہیں ہو سکتا۔ میں دنیا سے لاپرواہ ہونا اور دین کی آڑ میں پناہ لینی سخت گناہ سمجھتی ہوں۔ کیا کروں میرا سچا مذہب میری مقدس

کتاب مجکو یہی بتا رہی ہی کہ ہم دُعا کریں الٰہی دین اور دنیا کی خوبیاں ہمکو دے اب دُ
کی خوبیوں سے علیحدہ رہنا اور محض دین ہی دین پر صبر کرلینا پرلے سرے کی احسا
فراموشی اور حد درجہ کی غلطی ہی اب تمکو یقین ہوگیا کہ میں ہرگز ہرگز اس خیال کی آ
نہیں ہوں کہ دنیا کو فانی بتا کر تمہیں اس کے کاموں سے روکوں لیکن اے اللہ کی
ذرا آنکھہ ملا کر بات کرو جلسہ کے واسطے تو گہر کو نہایت آراستہ و پیراستہ کیا فرش فروش
دری چاندنی میز کرسیاں غرض بچھائیں اور خوب سجائیں مگر کبھی اس گہر کے آراستہ کرنیکا بھی
خیال آیا جہاں سدا سدا رہنا ہی بڑا خطرناک سفر ہی اور جانا ضرور راہ کٹھن منزل کڑی سنگ
نہ ساتھی اکیلی جان اللہ نگہبان ڈولیاں لگی کہڑی ہیں اور جانے والیاں صبح شام چلی جا رہی
ہیں تمہارے اوپر دنیا میں دو قسم کے حق ہیں ایک خدا کا اور دوسرا بندوں کا اگر خدا کے حق
ادا کرنے میں غفلت کروگی تو سزا کے بعد یا سزا سے پہلے غرض اس کے معاف ہونے کی امید
ضرور ہی اور اس لئے ہی کہ ایک ایسے زبردست بادشاہ کی خطا ہی جو بہت بڑا رحم کرنیوالا ہی اور
جسکے حق سے ادا ہونا آسان کام نہیں اس لئے جہانتک ہوسکے کوشش کرو کہ کوئی فرض باقی
نہ رہجائے اور یہ یقین رکھو کہ وہ مالک حقیقی شفیق رفیق عزیز رحیم سب ہی کچھہ ہی اپنے فضل و
کرم سے بیڑا پار کردیگا اب رہا دوسرا حق یعنی بندوں کا۔ وہ بڑی ٹیڑہی کہیر ہی۔ ماں باپ
بہن بھائی عزیز اقارب ہمسایہ پڑوسی نوکر ماما سائل فقیر وغیرہ وغیرہ غرض جتنے آدمیوں
سے کچھ بھی واسطہ ہی اگر ان میں سے کسی کا ذرہ بھر حق رہ گیا اور کسی کو رتی بھر بھی تکلیف
پہنچ گئی تو اس بات سے بالکل ناامید ہو جاؤ کہ وہ نکتہ نواز ہی اس کو اپنے معاملہ میں چہ کہو
وہ درست مگر پرائے معاملوں میں وہ رحم نہ کریگا۔ کیسے خوف کا وقت ہی کہ خدا جیسا مہربان
جو ہر وقت اور ہر حال میں مددگار ہی اس نے اگر بندوں کو کسی معاملہ میں ناامید کیا ہے تو
صرف اس ہی معاملہ میں اب بتاؤ اس سے زیادہ ذمہ داری کا کام اور کونسا ہوگا ذرا مجھے بھی تو
بتاؤ تم میں سے کتنی لڑکیاں ایسی ہی کہ ماں باپ اُن سے راضی بہن بھائی اُن سے خوش عزیز ونیز مہربان

یوں پر رحم ہمسایہ سے نیکی حاجتمندوں سے سلوک سچ پوچھو تو مجھ سمیت کنواریاں اور بیاہیاں
ں اور بوڑھیاں یہاں تک جتنی بیٹھی ہیں سب نور علیٰ نور۔ جھوٹ مکر دغا دھوکا الٹے ہاتھ
ہیں۔ کسی سے فریب کسی سے چال اسکو بھڑکایا اسکو لڑوایا۔ یہاں لگائی وہاں بجھائی
غرض صبح سے شام تک یہی شغل اور یہی کام۔ کمزور پر غصہ آیا تو کھا جانے کو تیار۔ جانور
سے مزاج بگڑا تو مارنے لڑنے کو آمادہ۔ کیوں میری بچیو! اسی برتے پر ترقی کی کوشش اور
اسی بوتے پر اصلاح کے جتن۔ پہلے اپنے تئیں درست کرو پھر دوسروں پر نظر ڈالنا پہلی
ضرورت تو یہ ہے کہ آدمی بنجاؤ پھر یہ سب باتیں معلوم ہونگی ابھی تو یہ حالت ہے کہ اپنی غرض
ہوئی تو چماری تک کی خوشامد کرلی۔ دوسرے کا کام آکر اٹکا تو سیدھے منہ بات کرنی
گناہ۔ پرسوں کے جلسہ میں ایک بات سنکر بہت ہی افسوس بلکہ صدمہ ہوا مسلمانوں
کی بیٹیاں مسلمانوں کی پوتیاں مسلمانوں کے گھر رہیں مسلمانوں کے ہاں پلیں مگر اچھا اسلام
کو بٹہ لگایا سنتی ہوں۔ ادھر برابر کی مسجد میں مغرب کی نماز ہو رہی تھی ادھر جلسہ میں
گراموفون بج رہا تھا۔ خیال تو کرو چند اللہ کے بندے دن بھر کے تھکے ہارے کام کاج
سے فراغت پاکر اپنے معبود حقیقی کے حضور میں سچے دل سے عبادت کو حاضر ہوں اور تم
اسی حالت میں داغ کی غزل کے مزے لوٹو۔ آخر بتاؤ تو سہی تم نے مذہب کو کیا ہنسی ٹھٹھا سمجھ
رکھا ہے۔ مرنا ہی ہے رہنا نہیں اور مرنے کے بعد ایک دربار میں پیش ہونا ہے۔ جانتی ہو وہ کیسا
دربار ہے ایک منصف حقیقی تخت عدالت پر ہو گا۔ یہ سب تمکنت اور یہ تکلے کی بل کی طرح نکل جائیگی
یہ مال متاع دولت حشمت جس نے فرعون بنادیا ہے یہیں کی یہیں رہ جائے گی ایسی چیز جمع
کرو جو وہاں بھی ساتھ جاسکے۔ میری بیٹیو وہ بڑا نازک وقت ہو گا نہ کسی کی سفارش
کام آئے گی نہ کوئی مددگار ہو گا۔ مظلوموں کی دعا لو کہ یہاں پھولو پھلو اور وہاں
بیڑا پار ہو۔ عصر کی اذان ہو رہی ہے جاؤ اور احکم الحاکمین کی درگاہ میں سر جھکا کر
سچے دل سے توبہ کرو اور مصمم ارادہ کرلو کہ جب تک دم میں دم ہے ایسی زندگی بسر کریں گے۔

کہ دیکھنے والے تعریف اور سننے والے واہ واہ کریں"۔

(۱۸)

عصر کے وقت تو استانی جی نے وعظ ختم کیا مغرب کی نماز سے فراغت پاکر بیٹھیں تو خیال آیا سب سے مل لی مگر چھوٹی بیگم نہیں آئیں اُن سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے چلو میں خود ہی کیوں نہ چلی چلوں۔ تین گھر بیچ چوتھا گھر چھوٹی بیگم کا تھا وہاں پہنچیں تو بڑی بیگم بیٹھی پان کھا رہی تھیں استانی جی کو دیکھتے ہی نہال نہال ہو گئیں۔ اُٹھیں عزت سے لائیں خاطر سے بٹھایا۔ خاطر مدارات ایسی کہ بچھی جاتی تھیں۔ آؤ بھگت اتنی کہ پان پر پان اور زردہ پہ زردہ ادھر اُدھر کی باتیں ہو چکیں تو استانی جی نے کہا "بی، کہاں ہو آج وعظ میں بھی نہ دیکھا ملنے کو جی تڑپ رہا ہے۔ میں نے کہا چلو میں ہی چلکر مل آؤں۔

بیگم صاحبہ۔ وعظ میں جانے کو کہہ تو وہ بھی رہی تھی مگر میں نے مناسب نہ جانا سیانی بیٹی کو کہاں کہاں لئے پھروں۔

استانی جی۔ میری نظر میں تو ابھی وہ بچہ ہے۔ کل ہی کی تو بات ہے کہ پاؤں پاؤں پھرتی تھی۔ بڑی ہو گئی تو کیا ہرج تھا وہاں تھا ہی کون غیر۔ آپس ہی کی لڑکیاں بالیاں جمع ہو گئی تھیں اور اگر غیر بھی ہوتا تو کیا تھا۔ مجھے تو کوئی نقصان نہیں معلوم ہوتا۔

بیگم صاحبہ۔ یہ تو آپ کا فرمانا درست ہے مگر پھر بھی ہشیار لڑکی کا باہر نکالنا خاک کیا۔

استانی جی آپ نے اس میں کیا خرابی دیکھی۔

بیگم صاحبہ۔ کچھ بڑوں ہی سے یہ رسم چلی آتی ہے کچھ تو نا درہ دیکھا ہے جو رکھی

استانی جی۔ ایک تو یہ خرابی سمجھی ہو گی کہ غیر محلہ پرایا گھر انجان لوگ۔ سیانی لڑکی کا ناواقف لڑکیوں کی صحبت میں جانا اچھا نہیں۔ یہ وجہ تو بہت معقول ہے۔ مگر وہ اپنا ہی محلہ دیکھا بھالا گھر جانے بوجھے لوگ اور جب آپ خود ساتھ تھیں تو کیا قباحت تھی دوسری خرابی یہ ہو گی کہ جب لڑکی بڑی ہوئی تو نسبت ناتے کا وقت آیا اور گھر بیٹھیں گے تو عیب و ہنر

سے آگاہ ہو جائیں گے۔ صورت شکل کو پرکھ لیں گے۔ کالی بدصورت ہو تو سب کو معلوم ہو جائیگا کون قبول لیگا؟ سو بیگم صاحب معاف کیجئیگا اس سے زیادہ بے ایمانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ بیٹی کا عیب اس کی بدصورتی کھلنے نہ پائے اور کسی نہ کسی طرح گھیر چھپاک کر دوسر کے سر منڈھ دینا ناخوش نہ ہو جئیگا۔ یہ میں آپ ہی کہہ رہی ہوں کہ سمجھدار لڑکی کا غیر عورتوں کی صحبت میں آزادی سے جانا اچھا نہیں اتنی ڈھیلی ڈوری ہرگز نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ مگر اتنی قید بھی اچھی نہیں تو مسلمانوں کا کام نہیں۔ یہی میں آج وعظ میں بیٹھے ہی تھی کہ جس طرح ہو ایمان درست کرو۔ کنواری لڑکیوں کو بدتمیز عورتوں اور بے ڈھنگی لڑکیوں کی صحبت سے بچانا بیشک بہت دور اندیشی کی بات ہے۔ لیکن آج کے وعظ میں لانے کا سبب تو معلوم نہیں ہوتا اور کچھ ہو تو مجھے خبر نہیں۔ بیگم صاحبہ میرا خیال تو یہ ہے کہ بیٹی کے بیاہ کے وقت بیٹے والیوں کو خوب اچھی طرح بیٹی کو دیکھ لینے کی اجازت دیدینی چاہیئے تاکہ پیچھے بے ایمانی کا الزام نہ لگے اور سچ پوچھئے تو معاملہ کے معنی بھی یہی ہیں۔ اب اجازت دیجئے دیکھئے اگر موقع ہوا تو کل دل پھر آؤں گی۔ میری طرف سے دعا کہدیجیگا۔

اس وقت تو استانی جی چلی گئیں مگر اگلے زمانہ کی آدمی دل کی صاف وضع کی پابند صبح کی نماز سے فراغت پا قرآن شریف پڑھ پھر آگئیں۔ اُترتے ہی دیکھتی ہیں تو لڑکی بیخبر پڑی خراٹے لے رہی ہے۔ استانی جی کی صورت دیکھتے ہی بڑی بیگم صاحبہ نے بیٹی کو جگایا اور کہا بہنی استانی جی صاحبہ رات کو بھی تشریف لائیں اب بھی آئیں تم اٹھو ہاتھ منہ دھو کر ملو۔ کل سے جی اچھا نہیں ہے اس واسطے لیٹی ہوئی ہے۔

لڑکی اُٹھی تو سہی مگر کس طرح؟ تیوری چڑھی ہوئی۔ مزاج بگڑا ہوا آکر بیٹھی۔ ادہر اُدہر کی باتوں سے چھٹی ہوئی تو استانی جی کیا چہکنے والی تھیں فرمانے لگیں!

بیٹی۔ مجھے بڑا تعجب ہے اس مغرب کے وقت سے پڑ کر سو رہو اور سویرا ہر دن چڑھے سو کر اٹھو چھوٹی بیگم تم نے تو وہی مثل اصل کر دی۔ چراغ میں بتی پڑی لاڈو میری

تخت چڑھی، نیند کیا ہوئی بلائے جان ہوگئی، نور ظہور کا وقت نماز نہ قرآن حمد نہ نعت رسول۔ پڑے اینڈ رہی ہیں۔ ایسی سستی بھی کس کام کی لڑکیوں کا کام یہ ہے۔ جاڑے کی پہاڑ سی راتیں ۔ گھر کے کام دھندوں سے چھٹکارا پایا۔ عشا کی نماز پڑھ کوئی کتاب لے بیٹھیں آپ پڑھی دوسروں کو سنائی۔ دس گیارہ بجے سوئے نماز کے وقت اٹھ بیٹھے سویرے اٹھنے سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ دن بھر آدمی چونچال رہتا ہے آلکسی نام کو پاس نہیں آتی۔ دل خوش رہتا ہے ہاتھ پاؤں میں چستی بدن میں پھرتی کام میں مستعدی۔ یہ سب باتیں سویرے اٹھنے کی بدولت ہیں۔ اب تم اتنے دن چڑھے اٹھی ہو۔ دیکھ لینا دن بھر ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے۔ چکر اور جمائیاں سستی اور انگڑائیاں ہر وقت موجود۔ جی چاہیگا تو یہ کہ کب موقع ملے اور پڑ کر سوؤں۔ اسکے علاوہ ایک بڑا سخت نقصان ایسا ہوا کہ اگر ہزار روپے خرچ کر ڈالو تو بدلہ نہیں ہوتا۔ نماز فجر جس کو تم نے محض غفلت سے نیند میں کھو دیا ایسی چیز ہاتھ سے گئی جو اب عمر بھر ملنے والی نہیں۔ دین سے یوں گئیں دنیا سے یوں گئیں۔ اگر تم کو اس کی عادت پڑ گئی تو آج میرے کہنے سے اتنا کرو کہ کل صبح کی نماز پڑھ لو۔ پھر دیکھنا دن کیسا گزرتا ہے بیٹی برا نہ ماننا۔ بس بیگم صاحب اللہ بیلی۔

(۱۹)

زمانہ اُڑا چلا جا رہا ہے اور عمریں کہیں کی کہیں پہنچ رہی ہیں نسیمہ کا چھوٹا بھائی دودھ کر تیسرے میں لگا تو ختنہ کی شادی ٹھہری۔ تین بہنوں میں ایک بھائی چار بہنوں میں ایک بچہ جتنی اللہ آمین ہوتی کم تھی۔ بہت کی جرأت ہے دھوم دھام سے تیاریاں ہوئیں۔ میاں بیوی کی صلاح سے تجویز یہ ہوئی کہ تین دن کی مہمانداری دو دن گودبیٹا ایک دن عام مکان پر سفیدی ہوئی دروازہ پر ٹھاٹر بندھا ہے۔ شادی کا دن آیا تو مہمان آنے شروع ہوئے۔ ڈولی پر ڈولیاں اور گاڑی پر گاڑیاں ۔ گرمی کا موسم آدمیوں کی بھرمار۔ کرایہ کی چیخ پکار۔ میزبان اور مہمان سب گھبرائے ہوئے تھے۔ بیچ کی راس کا

مکان بیویوں کی کھچ پچ۔ شام کا وقت ہوا بند کوٹھا اور سائبان انگنائی اور دالان کھچا کھچ بھر گئے۔ مزا یہ کہ بس اب بھی نہیں۔ ڈولیاں بند نہ گاڑیاں ختم۔ مرد ہیں کہ دروازہ پر چیخ رہے ہیں۔ آوازوں پر آوازیں اور تقاضوں پر تقاضے۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ نسیمہ کی ممانی شاہ پور کے محلہ سے آکر اتریں۔ ڈیوڑھی میں نند تھی اس سے ملکر آگے بڑھیں۔ ادھر نسیمہ نے ماں سے آکر کہا اب تو اوپر بھی جگہ نہیں۔ ماں منسکر کہنے لگی بیٹی! میں تو بلا کے پیچھے پچھتائی۔ اب کہاں اپنی چندیا پر بٹھاؤں کچھ دلوں کے بخار سمجھ ہو تو نی ممانی کی سمجھ میں یہ آئی کہ میرا آنا نند کو ناگوار گزرا۔ پیچھے پیچھے بیٹی اس سے پوچھا پھوپھی جان کیا کہہ رہی تھیں۔ بیٹی کیا آفت کا پرکالا تھی۔ عادت سے مجبور موقع کی منتظر تھی کیا ہے ہم تو پہلے ہی جانتے ہیں ہم غریب یہ امیر ہمارا ان کا میل ہی کیا۔ اور امیر غریب کا رشتہ کیسا۔ یہ سینکڑوں مہمان بھرے پڑے ہیں وہ اُنکے اپنے ہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گی۔ ہماری ڈولی کے چار آنہ بھی دو بھر ہیں اب میں کیا کہوں تم سُن تو رہی تھیں کہاروں نے پیسے مانگے۔ وہ لگیں خفا ہونے کہ کسی طرح بس ہی نہیں چلتا ہے وہ اُترا چلا آ رہا ہے۔ تم ہی بےعزت ہو خدا کی قسم میں تو کھڑے پانی نہ پیوں۔ تمہارے دل میں ڈال کھونکڑا الدوں۔ تقدیر کی ذلت ہے وہ ہو رہی ہے۔ آپ ذلیل ہوا اپنے ساتھ اوروں کو کرو۔ لو اب کہاں بیٹھتی ہو کہیں جگہ بھی دکھائی دیتی ہے۔ کسی نے آکر جھوٹ موٹ بات بھی نہ پوچھی۔

ماں۔ ہم کوئی آپسے تھوڑی ہی آئے ہیں دو دفعہ رحیما آئی ایک دفعہ بھائی خود آئے ہم کیا گرے پڑے ہیں۔ جا سلیم سے کہدے کہاروں کو ٹھہرا لے چلو اُٹھو۔ فقیر ہیں تو اپنے گھر کے ہیں۔

انگنائی میں کھڑے ہو کر اللہ کی بندی بہتیرا ہی چیخی چلائی اور مطلب صرف اتنا کہ ان سینکڑوں میں خدا کسی کو اتنی توفیق دیگا کہ پوچھے بی کیا ہوا۔ مگر شادی کا

ہنگامہ بچوں کی چیخم دہاڑ، بڑوں کا غل غپاڑہ، طوطی کی آواز نقار خانہ میں سنتا کون تھا۔ پوچھنا تو در کنار کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ بات تو کچھ ایسی بڑی نہ تھی ذرا باتوں میں دل صاف ہو جاتا۔ مگر اس فتنی نے کچھ ایسے کان بہرے اور ایسا پڑھایا کہ ساتھ ہی لیبی اکڑ ملی آدمیوں کا تانتا اب بھی لگا ہوا تھا کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ بیوی کیوں آئیں اور کیوں گئیں۔ رات گزر گئی صبح اٹھکر جو گھر والی کو خیال آیا تو کہنے لگیں بھابی تو ایسی بڑکر ڈہیر ہوئیں کہ بھانجے کو آکر دیکھا تک بھی نہیں اب چاروں طرف ڈھنڈیا پڑ رہی ہے۔ بھابی کہیں ہوں تو ملیں کوئی کہتا ہے آئیں کوئی کہتا ہے نہیں۔ نند بیچاری سینکڑوں قسمیں کہا رہی ہے کہ میں خود ڈیوڑھی میں ملی ہوں دونوں ماں بیٹیاں ساتھ تہیں۔ اتنی بڑی عورت کا مہمانوں میں سے غائب ہو جانا جہاں ہنسی کی بات تھی وہاں تشویش کی بھی۔ منجھلی اٹھکر کیا فرماتی ہیں۔ اماں بی الماری میں تو دیکھو چھپ گئی ہوں۔ عورتوں نے تو بہت ٹھٹھے لگائے مگر نند بیچاری حیران پریشان کہ یہ ستم ہوا کیا۔ آئی اور آئی بھاوج کہاں غائب ہو گئیں۔ ماما کو بھیجکر دکھوایا تو معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھی آلو چھیل رہی ہیں۔ میاں کو بھیجا تو یہ عقدہ کھلا کہ بھاوج سوجی پھولی بیٹھی ہزاروں باتیں سنا رہی ہیں۔ نند بیچاری اور کیا کرتی شادی کو اسی طرح چھوڑ چھاڑ ماما کو ساتھ لے بھاوج کے ہاں پہنچی۔ وہ تو رات ہی سے بھری بیٹھی تھی صورت دیکھتے ہی ایسی تانگ لی کہ کچھ کہتے سنتے بن نہ آئی انکار پر انکار کر رہی ہے اور قسموں پر قسمیں کہا رہی ہے مگر بھاوج ہے کہ وہ یہی کہے جاتی ہے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی اور کہتا تو میں جھوٹ سمجھ لیتی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بحث رہی بڑی مشکلوں اور مصیبتوں ہزاروں منتوں اور خوشامدوں سے خدا خدا کر کے غصہ فرو ہوا۔ ادہر تو یہ گزری ادہر مہمان بیچارے بندہ ہے بندہ ہے سوکھ گئے آنتڑیاں قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ دوپہر ڈہلے کہیں ایک بجے کے قریب بھاوج کو سمجھا بجھا ساتھ لیکر گھر آئی۔ شادی تو خیر ہونی تھی ہو ہی گئی۔ شام کو مہمان رخصت ہوئے مگر نسیمہ

کی ماں لاکھ بھاوج سے صفائی کر چکی تھی لیکن دل میں کچھ ایسی شرمندہ شرمندہ رہی کہ زمین میں گڑی جاتی تھی۔ چلنے کا وقت آیا تو کہنے لگی۔ بھابی روز روز تو کوئی کسی کے آتا نہیں کبھی کبھار گھر سے نکلنا ہوتا ہے۔ اب آج جا کر کیا کرو گی اس ہنگامہ میں تو بات کرنے کی فرصت ملی نہیں کل چلی جانا نند کے اصرار پر تو بھاوج رہتی یا نہ رہتی مگر نسیمہ نے جھٹ جھٹ کر ممانی کو ایک رات اور ٹھہرا لیا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو استانی جی کہنے لگیں بوا تم نے بھی کمال کیا پوچھا نہ گچھا۔ بات کو سمجھیں نہ بوجھیں جو اپنی سمجھ میں آیا یقین کر بیٹھیں غلط فہمی سے تو دنیا میں بہت بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوتے ہیں عقلمندی کا کام یہ ہے کہ اگر کسی عزیز کی طرف سے رنج پہنچے تو اس کو خوب اچھی طرح تحقیق کرلے بلکہ خود اسی عزیز سے دریافت کرنا چاہیئے بارہا ایسا ہوتا ہے کہ کہنے والے کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے سمجھنے والا کچھ اور سمجھ جاتا ہے اور پھر بیچ کے لگانے والے جو بات کا بتنگڑ بنا دیں انکو اسی میں مزا آتا ہے۔ اپنے دل میں کھوٹ ہے تو لیں بات جم گئی اور خواہ مخواہ کا رنج پیدا ہو گیا کچھ آپ کھنچے کچھ دوسرا کھنچا دلوں میں پوری رنجش ہو گئی رفتہ رفتہ دونوں ایک دوسرے کی صورت سے بیزار۔ بولنا چھوڑا ملنا چھوڑا آنا چھوڑا جانا چھوڑا۔ خدا سمجھ دے تو اسی وقت بات کو طے کرلے اور جا کر دریافت کرلے کہ میں نے تمہاری طرف سے یہ سنا ہے۔ سچ ہے یا جھوٹ مردوں کی تو میں کہتی نہیں مگر عورتوں میں یہ بات عام طور پر دیکھی ہے کہ قصور دونوں میں سے ایک کا نہیں اور ایک دوسرے کو دشمن سمجھ رہی ہیں اچھی بوا ماشاء اللہ آٹھ بچوں کی ماں اتنا تو سمجھا ہوتا کہ رذیل سے رذیل اور ذلیل سے ذلیل بھی تو گھر آئے کو نہیں نکالتا۔ نہ یہ کہ اللہ آمین کا بچہ منتوں کی شادی اور سگی بھاوج کا آنا گوارا نہ ہوئی قربان جایئے تمہاری عقل کے اور صدقے تمہاری سمجھ کے۔ اور خیر تم نے کمال کیا سو کیا۔ صاحبزادی بلند اقبال نے اور بھی غضب کر دیا۔ کنواری لڑکی اور لگائی بجھائی۔ شرافت تو یہ ہے کہ جیسی سنی جہاں سنی وہیں چھوڑ دی۔ یہ نہیں کہ سنی ایک

جڑیں چار۔ لڑکی تھا یا شہ حیف ہے ایسی بیٹیوں پر جو دلوں میں برڑ لوائیں۔ پھر غیر بھی تو نہیں۔ نند بھاوجیں آخر کیا ہاتھ آیا سینکڑوں آدمیوں میں عزت لٹکی گئی جس نے سنا تیر اسیجا۔ لڑکی ہے کہ آفت کا پرکالا۔ بیٹھے بٹھلائے کیا آفت برپا کی ہے۔ بیٹی روتی کیوں ہے؛ یہ کلنک کا ٹیکا تو عمر بھر کو لگ گیا۔ اب آنسو بہانے سے کیا حاصل۔ خدا ایسی بیٹی سے بچائے۔

(۲۰)

نسیمہ کی ماموں زاد بہن جس نے یہ گل کھلایا تھا کچی تو کنواری مگر ماں کی لاڈو نانی دادی کی چہیتی دو تین گھروں میں ایک بچی مگر کیسی بے ڈھنگی اور پھوہڑ کہ خدا کی پناہ۔ ماں بارہ مہینے کی بیمار تو پہلے ہی سے تھی۔ برسات کے تھے دن پڑا ہوا کھایا باسی خشکہ ٹھنڈے بادی چاول جوڑ جوڑ میں درد ہو گیا۔ جاڑوں میں ہوئے مسہل اور پھر کیا غسل اعضا کمزور تو تھے ہی پانی پڑتے ہی دونوں ٹانگیں رہ گئیں نہ اٹھنے کی ہمت نہ چلنے کی طاقت۔ بہت دل کیا تو کھسک کھسکا چبوترے پر یا گھسٹ گھسٹا چوکی پر۔ گھر میں لے دیکر گھر والی سمجھو منتظم سمجھو داروغہ کہو جو کچھ تھی صاحبزادی برخوردار۔ مگر لڑکی کیا جانور تھی۔ مہنوں چیز گھر میں آئے مگر جب دیکھو خاک اڑ رہی ہے۔ ماں چلنے سے معذور خفگی سے مجبور بیٹی کی طرف سے کچھ ہو نہ ہو دونوں یکساں ماماؤں کی جوتیوں کو کیا غرض تھی کہ مصیبت بھگتیں اور گھر بنائیں گھر تھا تو گھر والی کے دم سے وہ اس قابل رہی نہیں۔ لڑکی پھوہڑوں کی بادشاہ بے ڈھنگیوں کی سردار۔ گھر کیا بازار تھا۔ چار ہی دن میں یہ کیفیت ہو گئی کہ گھسنے کو جی نہ چاہے جب ماں کی یہ کیفیت کہ بچھونے پر سلوٹ ہے تو بے چین اس کی بیٹی کا یہ حال کہ دنوں اور مہینوں گھر میں جھاڑو نہ ملے تو پرواہ نہیں۔ جب انگنائی میں سوئی گرے تو الگ اٹھالو اب اسمیں صاحبزادی کی سہیلیوں اور ماماؤں کے بچوں نے کنوئیں کھود کھود کر گڑھے ڈالدیئے۔ مرغیوں کے بڑے بڑے دڑبوں نے گھر کی حیثیت نہ کوڑی کی کر دی کہیں کیچڑ کے ڈھیر کہیں خاک کے تودے۔ یہاں

چولھے وہاں کھنڈیاں۔ دونوں کے پتّے کوڑا کرکٹ صحن کیا دنیا بھر کا مجموعہ تھا۔ چکنی دست پناہ اس میں دانہ کی کنڈیلیاں پانی کے کونڈے مرغیوں کی بیٹ، کبوتروں کے پر، پوریئے کے ٹکڑے کپڑوں کے چیتھڑے چاروں طرف وہ جھاڑ جھنکاڑ اٹھا ہوا کہ دم بھر بیٹھنے کو جی نہ چاہے۔ کہنے کو ماشاءاللہ ایک چھوڑ دو دو مائیں مگر ان بیچاریوں کا کیا قصور۔ کام لینے والا ہوتا تو وہ کام کرتیں۔ گھر والی کی یہ کیفیت کہ اگر کبھی بھولے بسرے دنیا جاتی دیکھکر کسی ماما نے چاہا بھی کہ جھاڑو ہاتھ میں لے دو جھٹکے دیدوں تو اس کو جھٹ دوسرا کام بتا دیا۔ پل بھر کی دیر ہوئی تو سینکڑوں کوسنے پڑ گئے ستم یہ کہ جو کام بتایا وہ الٹا اور جوابات کی وہ ٹیرہی۔ ماماؤں کا کیا بگڑتا تھا جس رخ پر ڈالا پڑ گئیں دن بھر میٹھی مرغیوں کے دڑبے ٹھوتیں اور کبوتروں کی کابکیں جھاڑتیں چکنی مٹی کے بورے کچی اینٹوں کے ڈھیر تغار بنے ہوئے پاتی پڑا ہوا۔ پختہ سنگین گھر چار دن میں غارت ہو گیا۔ دیواروں پر نظر ڈالو تو اینٹیں گری ہوئی چونا جھڑا ہوا۔ کوٹھے کو جا کر دیکھو تو گھاس اگی ہوئی ملبا پڑا ہوا موری بند قدمچے ٹوٹے جھلنگے کھرے ٹھاٹر پڑے۔ خدا کی شان نواب چھبن کی محلسرا اور دیکھکر جی متلائے۔ دالان کی وہ کیفیت کہ حلوائی کی دکان بھی اچھی ہوگی۔ چاروں طرف مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ بڑی بی کے زمانہ کا بنا ہوا گھر لاکھ کا خاک میں مل گیا تھا۔ گو دری چاندنی چادر غالیچے موجود سب چیزیں تھیں۔ لیکن وہی چیزیں جو کسی وقت مکان کی زینت اور آرائش کا سامان تھیں۔ آج بیٹھنے والے کو بھی لاج لگتی تھی چونے کے دھبے کتھے کے چکتے۔ سیوں چھلکے ٹوکروں کوڑا۔ ڈھیروں راکھ منوں خاک۔ بڑی بڑی فرشی دریاں مٹی میں اٹی ہوئی۔ چھپی ہوئی جاجمیں۔ جنگی جنگی چاندنیاں زمین سے بدتر۔ مرزاپور کا مہین غالیچہ دیکھنے دکھانے کے لائق اور اس کی یہ قدر۔ گو انگلی لگی اور خاک اڑنی شروع ہوئی چبوترے کی چوکیاں جیٹھ بیساکھ میں ہوئیں خاک سے گرد آلود۔ اوپر سے پڑا مینہ شیشم اور سال سب گلگراٹا ہو گیا۔ سامان کا یہ حال یہ کچھ قرینہ اور ڈھنگ وہ کچھ کہ خدا

کی پناہ۔ اُگالدان اوندھا ہوا پٹاری پھکی ہوئی کتھا گرا ہوا چونہ لپا ہوا۔ نواڑ کے پلنگ بان کی ادوان۔ پائے دور نگے پٹیوں میں کان پھولوں پر قینچیاں پلنگوں پر بوتلیں۔ چاندنی پر آبخورے۔ قالیچہ پر کٹورے۔ کہیں پانی گرا ہوا کہیں رنگ پڑا ہوا۔ کونڈے لٹکے ہوئے رکابیاں پھیلی ہوئی۔ گھر کیا ایک طوفان بدتمیزی تھا اٹھو تو مصیبت بیٹھو تو آفت۔ جھاڑو نہ بہارو۔ صفائی نہ ستھرائی۔ ہو کہاں سے اور کرے کون نہ کوئی کرنے والا نہ کہنے والا ماں بیچاری عجیب مشکل میں تھی کچھ کرتے دھرتے بن نہ آتی تھی۔ شروع شروع میں تو دو چار دفعہ بیٹی سے کہا مگر وہاں تو چکنا گھڑا تھا۔ بوند پڑی اور بہہ گئی اِس کان سنا اور اُس کان اڑا دیا۔ خدا نہ کرے کہ کسی کے گھر کی ایسی خاک اُڑے۔ ہوتے سوتے۔ خدا نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ ایک بدتمیزی نے وہ گھر کی مٹی پلید کی کہ خدا دشمن کی نہ کرے۔ موئے فقیروں کا بھی تو گھر اچھا ہوگا۔ خدا معلوم کیسی منحوس طبیعت کی لڑکی تھی کہ نہ کبھی دل گھبرایا نہ جی اُکتایا۔ لحاف تو تنک سادے اور ریشمین کہنے کو تو مچان پر تھے مگر کس کام کے گرمی جاڑا برسات تینوں ہی موسم گزرے مگر نہ نکال کر دیکھا نہ اُتار کر اوڑھا۔ چوہوں نے کاٹ کاٹ وہ لتاڑے ڈالے کہ نون باندھنے کو جگہ نہیں۔ رہے صندوقوں کے کپڑے کچھ تو ٹپکے میں گئے رہے سہے کیڑوں نے کھائے اور کیوں نہ کھاتے۔ اکٹھی دو برساتیں آئیں اور گئیں مگر دھوپ نہ ملنی تھی اور نہ ملی۔ غرض روپے اور اشرفیوں کی چیزیں کوڑیوں کے مول رہ گئیں۔

غسل خانہ کو جا کر دیکھو کیسی کھلی۔ بہن کس کا صابن منجن۔ میلے کپڑوں کا ڈھیر چھت سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ کس طرح اوڑھنی گیلی کرتہ چوڑا پتھر سیلے پڑا گیلا سڑی ہوئی کنگھی ٹوٹا ہوا جھانواں۔ بدبو ایسی کہ ناک نہ دی جائے۔ موری بند۔ پانی بھرا ہوا۔

باورچی خانہ سبحان تیری قدرت، دست پناہ چکٹا ہوا پھکنی پھٹی ہوئی چولھے گنتی میں دو

بلکہ تین مگر جو ہے وہ بے ڈھنگا ایک کا بازو نہیں تو دوسرے کا کولا ندارد۔ آٹا گندہ پڑا کہا تو مرغیاں پھر پھر چوچیں کہا رہی ہیں۔ دال کیسی شعو[1] اور کس کا دہونا آدہی سے زیادہ تو کبوتروں نے کہائی نیچی بچائی جیسی جس کی سمجھ میں آئی پانی ڈال چولہے کے حوالے کی روٹی پک کر تیار ہوئی تو کوئی کچی اور کوئی جڑا ایک کہر کنات[2] تو دوسری ٹکر۔ سالن میں گھی تر پڑے آدہ پاؤ کے بدلے تین چھٹانک مگر ڈہیر ڈہیر قلیا تمک ہر مرچیں بلا بل تیلا نسوت بٹھیارے کا شوربا۔ چاول پکے تو کچے پکے برابر کے کنکر۔

اب ہر برتن اُن کا یہ حال کسی میں نمک کسی میں زنگ مہینوں کی قلعی مدتوں کے منجھے کیچڑ میں تیرتے پھر رہے ہیں انگنائی میں پتیلیاں دالان میں تشتریاں موری پہ طباق۔ دہلیز میں کٹورے۔ پانی کی گہڑونچی خدا نہ دکھائے۔ مٹکے میلے ٹھلیا چیلی جیسی نہ ڈہکنا جو آیا غڑپ سے آبخورا اڈال پانی پی پٹخ ٹپتا چلتا ہوا۔ گرمی کے دن اور پانی ادہر جس گہر میں آج سے دو برس پہلے جو کام تھا وہ ڈہنگ کا اور جو بات تھی وہ سلیقہ کی اسی گہر میں آج ایک بدتمیز لڑکی کی بدولت ہر چیز کو ایسی آگ لگی کہ نہ کہیں نہ سنی ہاتھ ہیکڑا نہ پاؤں پیکڑا دن بھر ادہر اُدہر اُچھلتی کودتی پھرتی اور گہر کی طرف خاک دہیان نہ کرتی۔ بہرے ہوئے گھی کے کنستر آٹا دال گیہوں چاول سب الغتوں کے پیٹ میں جاتے۔ کمبخت اپنی آنکھ سے دیکھتی کہ یہ نمکحرام مامائیں بھر بھر چمچے گھی اور بھر بھر جھولی اناج بلا وجہ بلا ضرورت لا رہی ہیں اور لیجا رہی ہیں اور خاک منہ سے نہ پھوٹتی۔ مالک کا یہ ڈہنگ نیکھا تو نوکروں نے اپنا گہر بھرا تو کیا برا کیا۔ دہیلے کا دہی اور دو پیسے وصول پیسہ کی چیز اور دو آنہ دام۔ آج کسٹو را غائب کل طشتری ندارد بھرا پرا گہر چار دن میں اُف ہو گیا کپڑے اور برتن اوڑہنا اور بچھونا سب غارت نوبت یہانتک پہنچی کہ چمچہ اور کفگیر

---

[1] دال دہونے میں احتیاط کہ اس میں کنکر، تیرہ نہ رہنا چاہیئے [2] سوکھی ہوئی سے جلی ہوئی تھ[illegible] پتلا پانی جس میں بوٹی نام کو نہ ہو ۱۲

کچھ نہ رہا۔ بیوی سالن نکلنے کو حیران بیٹھی ہیں۔ ماما دوڑی دوڑی گئی اور پیسہ الاٹین کا چمچہ یا ٹکے والی ڈوونی لا حوالے کی آدمی کچھ کھو رسیکتا ہی چاہیئے کہ اس پر کچھ کان ہوتے کیا مجال کرتے جیتے چھڑا۔ جوتی لیتھڑا ایدن پڑا رہیں مگر ایسی بے حمیت کہ وہ وطیرے نہ چھوڑنے سکتے نہ چھوڑے بسنجیدہ۔ جو اتفاق سے اس محلہ میں پہنچی تو دہیان آیا کہ لاؤ آئی تو ہوں یہاں بھی ہوتی چلوں۔ دیکھتی ہوں تو ڈھنگ ہی اور کچھ ہیں۔ ایمان کی بات ہو کہ اگر سنجیدہ جیسی سچی آدمی کا بیان نہ ہوتا تو ہم یقین بھی نہ کرتے کہ دنیا میں ایسی ایسی لڑکیاں بھی موجود ہیں۔ پھوہڑ بے ڈھنگی نکمی کام چور سب ہی طرح کی لڑکیاں دیکھی بھی اور سُنی بھی مگر یہ رنگ دیکھا نہ سُنا تقدیریں تو کسی کا زور نہیں بہت سی اللہ کی بندیاں ایسی نکلیں گی کہ سینکڑوں ہزاروں کا میکہ سے لیکر گئیں اور سب سسرال کی نیک لگا ہونے جھونے والیاں جن کے قدموں کے نیچے ماں باپ آنکھیں بچھاتے تھے۔ گھر بار کی ہوئیں تو یہ پتھر پڑے کہ عمر بھر پاپڑ بیلے۔ سلائیوں اور پیائیوں سے پیٹ پالا۔ رونا تو اُن بدنصیبوں کا ہو۔ خدا نے سب کچھ دیا مگر ایک اس اُلٹی مت کے ہاتھوں وہ تھڑی تھڑی ہوئی کہ ساری دنیا میں جوتیاں پڑیں اس بدنصیب لڑکی کو کس چیز کی کمی تھی۔ معقول آمدنی بھرا گھر ماما کی جگہ ماما نوکر کی جگہ نوکر۔ مگر کمبخت نے سب چیزیں خالصے لگا دیں۔ غضب خدا کا ڈہائی سو تانبے کے برتن بیچا کر جھوٹی چینی کی طشتریاں اور مٹی کے پیالے ہاتھوں میں آگئے۔ مامائیں نمک حرام اپنے مطلب کی آشنا۔ غرض کی دوست۔ خوب سر سہلایا اور بیچا کھایا۔ وہی بنی کی ماں جس کا بیگم بیگم کہتے منہ خشک ہوتا تھا دو دو تین تین دن غائب رہتی۔ بنی کے سوبگڑی کا ایک نہیں۔ اس نالائق پر تو کچھ بھی پڑتی درست اور بجا تھی ہیں تو افسوس بیچاری بڑی بی کا ہو۔ بڑھاپے میں کیسی مٹی پلید ہوئی۔ ماما گئی بیٹھ۔ بیٹیا کو چولھے پاس جانا قسم۔ آٹا گوندھنا کیسا سوندھ ساندھ تندور پر بھیجدیا۔ نیلا شوربا پانی تیل سے نکھرا چربی میں پکا۔ جلے ہوئے موٹے موٹے تندور کے ٹکڑ۔ دانت سے چبیں نہ حلق سے اتریں۔ چوری بنا کر

پیٹ میں ڈال لیتیں۔ چوہڑکی ماں گھٹنوں میں سر دیئے اور روئے۔ کس سے کہتیں اور کیا کہتیں جو آئی وہ بھگتی جو پڑی وہ اٹھائی۔ سنجیدہ تو یہ رنگ دیکھکر دنگ ہوگئی۔ لڑکی کو دیکھتی ہے تو سر جھاڑ منہ پہاڑ۔ اٹھنا نہ اٹھانا۔ سلام نہ آداب شیر کی نظر بیٹھی گھور رہی ہے۔ آگے بڑھی تو جو چیز ہے نورٌ علیٰ نور۔ جدھر گئی تعجب اور جہاں دیکھا افسوس۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ خدا خدا کر کے بیچاری بڑی بی دکھائی دیں۔ بیٹھنے کی ٹھکلی جیسے چوک کا بازار۔ صورت جیسے برسوں کا بیمار۔ تو شک ہے تو الٹی نہ سیدھی لحاف ہے تو روئی کے بوٹے باہر۔ قرنوں کا تکیہ برسوں کی رضائی پرانی کمری میلہ کرتہ۔ چیکٹ پڑی اللہ اللہ کر رہی ہیں سنجیدہ تو صورت دیکھتے ہی بے اختیار ہوگئی۔ اور دوڑ کر گلے جا لپٹی۔ پوچھنا تھا کہ بڑی بی کا دل بھر آیا۔ برسوں کا جما ہوا مواد نشتر کی دیر تھی لڑکی کا نام آتے ہی لگیں پھوٹ پھوٹ کر رونے رو چکیں تو ساری رام کہانی سنائی۔ سنجیدہ کا بس چلتا تو وہ اسکو کچا ہی کھا جاتی مگر سمجھدار عورت سوچا کہ زبان دراز لڑکی کیوں موری میں پتھر ڈالا جو چھینٹیں اڑیں۔ پرائے شگون کے واسطے اپنی ناک کٹانی کس خدا نے بتائی پیاس لگی پانی مانگا ماما تو چپ ہوگئی مگر سہیلیوں میں سے ایک لڑکی سات آٹھ برس کی ڈھینگری ننگے سر ننگے پاؤں ناک بہہ رہی۔ ہاتھ پک پانی پلانے اٹھی گھڑونچی کے نیچے آبخورا اُلٹا پڑا تھا جھٹ اٹھا غڑپ سے ڈال پانی بھر لے آئی۔ بی سنجیدہ دیکھتی ہی رہ گئی کہ منہ کا میلا کچیلا مانگنے کو تو پانی مانگ لیا۔ مگر پانی تو سانپ کی چھچھوندر ہوگیا نہ اُگلے بنے نہ نگلے۔ گلاس کٹورا الٹا ہوا آبخورا اپنی ہی تو کراہیت نہیں ہوتیں تو شرمندگی۔ اُٹھی آبخورا لے باہر آئی اور ہاتھ دھو پانی بھی جی تو یہی چاہتا تھا کہ ماں کے منہ در منہ ایسا ٹھیک بناؤں جو بھلی مانس ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرے مگر پھر سوچا کہ کیوں اندھا ہوتا اور کیوں دو بلائے پیاس زور کی لگ رہی تھی تھوڑی دیر اور بیٹھ رخصت ہوئی۔ مگر چلتے وقت اتنا کہہ گئی۔ استانی جی آنے کو کہہ رہی تھیں وہ آئیں تو انشاء اللہ میں انکے ساتھ آؤنگی۔ گھر آئی پانی پیا اور استانی جی سے سارا حال کہا

بیماری کا ذکر سنکر تو ایک استانی جی اور اُن کے ساتھ کئی اور سب کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے۔ سنجیدہ کہنے لگی استانی تو جب جانوں جب اس لڑکی کو ٹھیک کرو۔ کمبخت نے گھر کا گھر وا کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم ہو اُس نے تو سب کے کان کاٹے خبر نہیں کس قماش کی لڑکی ہے میرا تو اوپر کا سانس اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا اتنا بڑا محلہ ماشاءاللہ پچیس تیس آدمیوں کا کنبہ اور کوئی آکر جھانکتا بھی نہیں جہاں کسی نے قدم رکھا اور لڑکی نے ٹانگ لی۔ اسفندیار خاں سگے ماموں اور ایسے الگ تھلگ جیسے بالکل غیر۔ میں تو کہتی ہوں خدا اسکا پردہ ڈھانک لے یہ رسوائی تو نہ ہوگی کسی طرح ماں بیچاری اس مصیبت سے چھٹکارا پائے ایک دم چالیس پچاس روپیہ فقط کرایہ کی آمدنی پنشن الگ ہے جہاں بیٹھ جائیں گی لالوں کی لال ہیں مرزا ارکی بڑی پاؤں میں ہیں جو نہ کہیں جا سکتی ہیں نہ آ سکتی ہیں دکھ بیماریاں کیا ہوتی نہیں مگر اُن کو تو اسی صدمہ نے بٹھا دیا۔ حلم سے نسبت ہوئی تھی مگر ہوا کس کے سر پر اتنے بال تھے۔ دیوار بیچ گھر تھی رتی اور تل تل سب باتوں کی خبر پہنچتی تھی۔ کانوں پر ہاتھ دھر صاف الگ ہو گئے۔ مجھے تو امید نہیں کہ یہ لڑکی رستے پر آئے استانی جی یہ حال سنکر تھوڑی دیر تو سناٹے میں رہ گئیں۔ پھر کہنے لگیں اے ہے میرا دل تو اُن سے ملنے کو آپ ہی چاہ رہا ہے۔ اب تو وقت نہیں رہا زندہ رہی تو انشاءاللہ کل صبح ہی چلوں گی۔

دوسرے دن صبح ہی استانی جی اور سنجیدہ چلنے کو تیار ہوئیں تو نسیمہ نے بھی خواہش ظاہر کی۔ پھوپھی کا منشا تو تھا نہیں مگر استانی جی نے کہا کیا حرج ہے گھڑی بھر کو بیٹھنا ہی ہے ساتھ جائے گی ساتھ آئے گی لے چلو۔ تینوں ڈولیاں آگے پیچھے روانہ ہوئیں اور دم بھر میں وہاں جا پہنچیں۔ پہلے استانی جی اتریں اور ڈیوڑھی میں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں سنجیدہ اُتری نسیمہ آئی تینوں آگے بڑھیں۔ بھلا استانی جی کو تاب کہاں تھی جب سے ذکر ہی سنا تھا خون کے سے گھونٹ پی رہی تھیں۔ بڑی بی سے گلے تو مل لیں اور پھر تو وہ آئیں تو جائیں کہاں کیسی خیر صلاح اور کسکا مزاج لڑکی سے کہنے لگیں۔ دلہن بیاہ کر

اُن ماؤں کے جن کے ہاں ایسی ناشدنی بیٹیاں پیدا ہوں اس سرے سے اس سرے تک سارے گھر کو آگ لگا دی۔ موئے چماروں حلال خوروں کا گھر بھی تو اچھا ہوگا یہ تو نہ ہوگا کہ گھستے ہی جی متلا جائے۔ غضب خدا کا یہ پانی پینے کا آبخورا جو غڑپ غڑپ مٹکے میں پڑے مرغی کے دڑبے پر پڑا ہے۔ انوکھے جانور تمہارے ہی یہاں نہیں پلے دنیا پالتی ہے مگر یہ اندھیر کہیں نہیں دیکھا کہ چاروں طرف مرغیاں منہ ڈالتی پھریں اور برتن تتر بتر گھر کیا کنجڑے کی دکان یا گاڑیوں کا اڈا ہے کہ کٹی اور پولیاں گاجریں اور مولیاں دنیا بھر کے آخور گھر کے اندر یہ چاندنی ہے جس پر پاؤں رکھنے کو جی نہ چاہے سچ ایسا بے ڈھنگا کارخانہ ہو۔ ذرا گھڑونچی کی صورت تو دیکھو یہ موا مٹکا ہے یا رنگریز کی رانجن گول اور لو طباق دیکھنا کیچڑ میں کھڑا ہے ملے ہے دس بکنے کو ہیں اور اب تک بچھونے اُٹھنے نصیب نہیں ہوئے۔ نہ ہیں بھی تو زربفت اور کمخواب کے جو دیکھے وہ خوش ہو جائے الٰہی توبہ۔ خدا ایسی پھوہڑ لڑکی کی صورت نہ دکھائے۔ بیٹی عورت ہے یا پتھر آدمی ہے یا جانور ذرا اپنا ہڈرا تو دیکھو فقیرنیوں کا سا حال لونڈیوں کی سی گت اور توا اور موئے چھینکے کی بھی کوئی ہستی ہے۔ بے ڈھنگے لوٹے کلے ڈھنگا کام اچھی لو سنجیدہ تمہیں خدا کی قسم الٹا لٹکا ہوا ہے۔ کیوں بیٹی ذرا جواب تو دے۔ یہ اس الان میں پوڑیاں بنائی ہیں یا جلیبیاں تلی ہیں کہ کھیونکی بھنکار نے ناک میں دم کر دیا۔ کھانا کھا کر رات کو دستر خوان بھی تو اُٹھانا نصیب نہیں ہوا۔ روٹیوں کے ٹکڑے جہاں تہاں پڑے ہوئے ہیں یہ گھر ہے یا بھٹیارخانہ۔ میرے تو ہوش اُڑے جاتے ہیں ماشاء اللہ سب صفتیں موجود ہیں۔ کمرے میں اوپلے سبحان اللہ۔ بیٹی ہاتھوں میں دم نہیں تو چارپائی پر سونا کیا ضرور۔ یہ جھلنگے ہیں یا اُڑن کھٹولے میرا تو ایک ایک چیز کو دیکھ کر جی اُلٹا جاتا ہے اور توا اور لو یہ اندھیر بھی دیکھا چٹاری کو تو ملاحظہ کیجئے ایک کلیا ملنے کی ایک ہنڈی کی غریبی نہیں نحوست نہیں نہ ہو تو صبر آجائے مرڈونگی نے اپنے کرتوتوں سے گھر کا گھر وا آر دیا۔ اور سری کی ہوتی تو شکل نہ دکھاتی یہی کوتک تھے جو ماموں ممانی نے جوتی اوندھا دی۔ اور سچ بھی ہے میکہ

میں یہ آفت ڈہا رکھی ہے تو سسرال جا کر کیا آگ لگائیگی ننھی نہیں نادان نہیں اس سے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں وہ گھر سنبھالتی ہیں کہ آدمی دیکھتا رہے میٹی کے ڈھنگ سوئی تو میں نہیں کہ چھپ جائیں۔ نکلی ہوئیوں چڑہی کو ھٹوں کس کی شامت آئی ہے کہ جیتی مکھی نگل لیتا۔ کیوں لو! جھوٹ تو نہیں کہتی آخر تمہارے گھٹنے سے لگی کب تک بیٹھے گی۔ بادشاہ وزیر کی بہن بیٹھتیں یہ تو کس گنتی میں ہیں۔ آج نہیں کل اور کل نہیں پرسوں وقت تو آنا ہی ہے سسرال والی کی جوتی کو کیا غرض پڑی ہے جو گھر کا ناس کریں گے آبا جان آگئے تو خالہ بستی کی بہو یاد ہوگی ان ہی کی بہن تھی یا کچھ اور ساس غریب کو خبر ہی نہیں اور بہو نے ایک ایک کر کے نو جوڑے غارت کر دیئے روپوں کا مصالحہ کوڑیوں کے مول بیچ ڈالا وہ تو خدا کو رسوا کرنا تھا کہ گھر پر آیا زری گوٹے والا۔ لڑکی نے ادھیڑی پاجامہ پر سے چھپا۔ ماما گئی لیکر ادھر سے آرہے تھے سسرے۔ بیوی سے آکر پوچھتے ہیں تو اُن کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔ ماما سے بلا کر پوچھا لگی ادھر اُدھر کی باتیں بنانے۔ خالہ کو آیا غصہ جوتی لیکر کھڑی ہو گئیں۔ پہلے تو بہت دہڑائی مگر چارہ ہی کیا تھا ہاتھ جوڑ کر سارا حال کہدیا۔ اب تو بی خالہ کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے۔ آکر دیکھیں تو چوتھی کا جوڑا کار چوب ٹکا ڈیڑہ مہینہ کا پہنا اور بیچ کی بیلیں غائب کونوں کے تو ریج ندارد بہتیرا ہی چیخیں پیٹیں مگر ہونا کیا تھا۔ بہو تھی زبان کی چٹوری سب ہی کچھ کر ڈالا۔ مگر بہلا بچپن کی عادتیں یوں جاتی تھیں دس دس بارہ قلفیاں ایک سانس میں چٹ کر جاتی ہار جھمک مار میکہ بھجوا دیا۔ اب دیکھ لو اٹھتے جوتی بیٹھتے لات کیا اور ہو گئی ہے۔ اُن کا کیا بگڑتا تھا ایک دفعہ بیچ پلٹ کر خبر نہ لی کہ بہو تھی یا گھر کا کوڑا۔ خدا نہ کرے کہ کسی لڑکی میں لیکھا ہو میرے تو آج دیکھکر اوسان جاتے رہے۔ میں تو کہتی ہوں ایسی لڑکی شاید شہر بھر میں تو ہو گی نہیں۔

(۲۱)

بیٹیوں کے کام یہ ہیں۔ صبح اُٹھکر وضو کیا نماز پڑھی۔ قرآن پڑھا۔ ماما میسر ہوئی تو اس سے نہیں تو آپ بچھونے طے کئے اندر کوٹھری میں لیجا کر رکھے چارپائیاں اُٹھا کر کونے میں کھڑی

کیں رات کی پھیلی ہوئی چیزیں سمیٹ کر قرینے سے رکھیں۔ جھاڑو دی یا دلوائی صحن میں پتھر کا فرش ہے تو آپ کھڑے ہو کر دُھلوایا۔ دالان یا کمرے میں جھاڑو بہارو ملکی تو دری چاندنی قالین جو بچھا ہے اسکا ٹھیک ٹھاک کیا مگر جھاڑو دی تو ایسی کہ جھاڑو معلوم ہوئی نہیں کہ نیچے ماردیئے پھوہڑ کی جھاڑو سگھڑ کا لیپا جس چیز کے واسطے جو جگہ مقرر ہے وہ اس جگہ رکھدی تاکہ ڈھونڈھنے میں دقت نہ ہو۔ غرض بیٹی کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ گھر چندن بنجائے کیا اندر کا بچھونا اور کیا باہر کی انگنائی ایسی صاف ستھری ہو کہ ایک سوئی بھی گر پڑے تو اُٹھا کے دکھائی دے۔ جن چیزوں کو دالان اور کمرے سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہ ہرگز نہ وہاں آنے پائیں میز کرسی صندوقچے اور الماریاں دونوں وقت جھاڑن سے جھاڑ دینی چاہئیں بعض لڑکیوں میں یہ عیب دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی چیز ٹیڑھی پڑ گئی ہے تو بلا سے کچھ پروا نہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں بعض مزاج ایسے بھی ہیں کہ بچھونے میں سلوٹ بھی دیکھ لیں تو جی اُلٹنے لگتا ہے۔ اگر انکو کوئی چیز ٹیڑھی ترچھی دکھائی دے جائے تو بہت تکلیف ہوتی ہے اس لئے اگر دیواروں پر تصویریں نقشے یا قطعے وغیرہ ہوں تو انکو روزمرہ جھاڑنے پونچھنے کے علاوہ یہ بھی احتیاط ضروری ہے کہ ذرہ بھر کج نہ ہو۔ کپڑے لٹکانے کے واسطے اول تو کھونٹیاں اور نہیں تو خیر الگنی نہایت مناسب ہے۔ کپڑے ہمیشہ اسی پر لٹکانے چاہئیں۔ یہ نہیں کہ اُجلی براق اوڑھنی جہاں جی چاہا اُتار پھینکی اور چار دن میں میلی چکٹ ہو گئی۔ ایک اجلا صاف شفاف تولیہ ایک طرف ضرور لٹکا ہونا چاہیئے تاکہ ضرورت کے وقت ہاتھ منہ پونچھنے میں تکلیف نہ ہو۔ تولئے کے سوا کسی اور کپڑے اوڑھنی کے آنچل یا کرتہ کے دامن سے ہاتھ منہ پونچھنا بڑی بدتمیزی کی بات ہے۔ دیوار پر کسی قسم کا داغ دھبہ کوئلے لکیریں پان کی پیک وغیرہ نہایت پھوہڑ پن ہے۔ پان کھانے والے کو لازم ہے کہ کم سے کم ایک اگالدان اگر میز کرسی ہو تو میز کے قریب ورنہ گاؤ تکیہ کے پاس ایک کونہ میں ضرور رکھدیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی چیز جس کی ضرورت نہ ہو

کمرہ یا دالان میں آنی چاہیئے۔ کوٹھری کے آگے پلنگ بچھانا بھی تکلیف دہ ہے اگر مجبوری ہو تو یہ مناسب ہوگا کہ رات کو بچھا لیا جائے مگر صبح اُٹھا دینا چاہیئے۔ کیونکہ کوٹھری میں جانے کے واسطے بار بار پلنگ پر چڑھنا تکلیف کے علاوہ پلنگ کو بھی جھولا کر دیگا۔ ایک لڑکی کا ذکر سنا ہے کہ صبح ہی اُٹھ کر منہ ہاتھ دھو اچھے اچھے کپڑے پہن ماں سے پوچھتی اماں میں کیسی معلوم ہوتی ہوں؟ ماں ہنستی اور کہتی بہت ہی بری۔ ایک دن لڑکی نے اپنا تکلف چھوڑ کر گھر میں جھاڑو دی اور سب چیزوں کا ٹھیک ٹھاک کیا پھر اسی طرح خاک میں بھری بھرائی میلے کچیلے کپڑے ماں سے کہنے لگی اچھا اب کیسی معلوم ہوتی ہوں ماں نے کہا بہت اچھی وہ مثل سنی ہوگی گھر کی بیوی کتے بلی گھر کتوں جوگا بیٹی سیانی ہوئی تو گھر کے تمام کام کاج کی وہ ذمہ دار ہے اگر کسی گھر کی حالت خراب دیکھو اور یہ بھی دیکھو کہ وہاں ہوشیار لڑکی موجود ہے تو یقین کر لو بہت ہی بدسلیقہ اور بے ڈھنگی ہے۔ بعض لڑکیوں میں یہ عیب دیکھا گیا ہے پان کھایا نہ کھایا تھوکنے کی ضرورت ہوئی، فرش پر بیٹھی ہیں۔ دری کا کونا اُٹھایا تھوک دیا ناک سنکی دیوار سے پونچھ دی اس سے زیادہ بدتمیزی اور کیا ہوگی۔ لڑکیوں کو ہر وقت ایک رومال اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ مرزاپور میں ایک صاحبزادی کے دیکھنے کا اتفاق ہوا بہت سی بیویاں محفل میں بیٹھی ادھر اُدھر کی باتیں کر رہی تھیں اور اس کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا۔ دانت کرید کرید کر دیکھتی جاتی تھی۔ کسی کے سامنے خلال کرنا خاصی اچھی نالائقی ہے بہت آدمیوں کو گھن آتی ہے گو شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہیں مگر دل میں تو ضرور بدتمیز سمجھنے لگتے ہیں۔ اسی لڑکی میں ایک دوسری صفت دیکھی ہے۔ پہلے تو یہ کیفیت کہ تنکا مسوڑوں میں ڈال کر نکالتی اور دیکھتی دیواروں سے پونچھتی ہونٹوں سے چوستی کبھی میز پوش سے رگڑ دیا۔ کبھی دری میں مل دیا دوسری تعریف یہ کہ ہم سب تو باتیں کر رہے تھے اور اسکو جو کھل کھل ہنسی سوجھی تو ایک ایک کی صورت دیکھ رہی ہے اور لوٹے جا رہی ہے اسکا اس بیہودگی سے ہنسنا بہت ہی ناگوار معلوم ہوا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک بیوی ہنس مکھ تھیں وہ بیچاری تو بس یہی سمجھیں

کہ بہت پھوہڑ ہی ہے۔ بہتیرا منع کیا سمجھایا۔ گھر کا مگر اس کی ہنسی ہی بند نہ ہوئی۔ کسی محفل میں اگر شریک ہونے کا اتفاق ہو یا اجنبی آدمیوں سے ملو تو بلا وجہ ہنسنا اور قہقہے لگانا بہت بُری بات ہے۔ ہاں تو میں کہہ یہ رہی تھی کہ گھر ایسا بناستورا دیواریں ایسی صاف ستھری چاہئیں کہ دیکھنے والے کا دل خوش ہو جائے۔ یاد رکھو کہ تاڑنے والی عورتیں ایک نگاہ میں بھانپ لیتی ہیں گھر کی حالت دیکھکر گھر والی کے سلیقہ کا پتہ لگانا بڑی بات نہیں۔ اپنی تو میں کہتی ہوں مجھکو لیجا کر ایسے گھر میں چھوڑ دو جہاں کبھی نہ گئی ہوں ایک نظر ڈالکر گھر والی بیوی کا سارا رنگ ڈھنگ نہ بتا دوں تو سہی۔ موٹی سی بات ہے جس کے مزاج میں آپ ہی ستھرائی نہ ہوگی وہ گھر کو کیا بنائیگا۔ بیوی جب کوار پنے ہی میں ڈھنگ نہ آیا تو سسرال میں جاکر کیا خاک آئیگا۔ غریبی ہو یا امیری کوئی سینکڑوں ہزاروں کا کام نہیں۔ گھر کا ایک دالان یا کمرہ ٹھیک کرکے اتنا انتظام کر لینا کچھ بڑی بات نہیں کہ بچے ادھر نہ جا سکیں اتنا ہو جانے کے بعد انگنائی سب سے پہلے غور کرنے کے قابل ہے۔ کوڑا کرکٹ چھلکے دونے کوئی چیز نہ ہونی چاہیئے نہ یہ کہ دن بھر پلنگ چارپائیاں دھوپ میں پڑی ہیں۔ بعض جگہ دیکھا ہے کہ جھاڑو دیکر کوڑے کا ڈھیر کسی کونے میں لگا دیا۔ مناسب یہ ہے کہ دروازے کے باہر ڈالدو یا حلالخوری سے آتے ہی اُٹھوا دو اگر باہر پھنکواؤ تو ذرا فاصلہ پر یہ نہو کہ دروازے پہ ڈلاؤ لگا ہوا ہے۔ اندر گھر کے رہنے والوں کو معلوم نہیں ہوتا مگر باہر کے آنے جانے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ دن بھر پڑوائے انگنائی میں پڑے رہے۔ اگر رات کو پلنگ یا چارپائیوں کے نیچے پڑوائے لگانے کی ضرورت ہو تو صبح ہی اُنکو اُٹھا لینا چاہیئے ایک جگہ کا ذکر کرتے ہوئے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ سیپارے کے ورق سارے گھر میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ تکیہ نہ رحل لوگ اوپر چڑھے بیٹھے ہیں اور سیپارہ نیچے پٹخا پڑا ہے۔ غضب خدا کا مسلمانوں کا گھر اور کلام کی یہ عزت جس چیز پر ایمان کا دارومدار وہ پاؤں میں رُلتی پھر رہی ہے۔ دیوار یا کنوئیں میں ٹھالدو موکھوں میں رکھدو۔ نہالامی کے یہاں کا ذکر ہے

میں بیٹھی تھی اور ماما الحمد کا ورق چہار دیں لیکی گھر میں ماشاء اللہ اتنی لڑکیاں بالیاں اور بڑی بوڑھیاں مگر پھوٹیں انکی آنکھیں جو کسی نے بھی دیکھا ہو۔ میں نے لڑکا تو چاہیے کہ بی خالہ سب کاموں کو چھوڑ چھاڑ سر سے لگاتیں آنکھوں پر رکھتیں تو یہ پرواہ بھی نہ کی۔ ماما سے اتنا کہہ دیا کہ دیوار میں اُڑس دے۔ تم انجانوں کے آگے کہتی ہوں اسی دن میرا ماتھا ٹھنکا تھا کہ خدا خیر کرے دو تین دفعہ اُن کے ہاں یہی بیحرمتی دیکھی آخر خدا کے کلام کا ایسا صبر پڑا کہ وہی بھرا ہوا گھر جس میں بڑے اور چھوٹے بچے اور بچیاں آدھی رات تک چڑیاں سی چہکتی رہتی تھیں۔ ایک چھ ہی مہینے میں کیسا تباہ ہوا کہ اکیلی تن تن ٹوٹ بیٹھی مکھیاں مار رہی ہیں۔ خدا لاکھی لیکر تو مارتا نہیں کیسی برباد ہوئیں کہ تنکا تک نہ رہا مال اور جان سب ہی کچھ کھو بیٹھیں۔

ایک اور عیب میں نے لڑکیوں میں دیکھا جو ظاہر میں تو کچھ ایسا برا نہیں معلوم ہوتا مگر غور سے دیکھو تو بہت ہی تکلیف دینے والا ہے۔ ضرورت کے وقت چیز کہیں سے اُٹھا لی اپنا کام کر کرا جہاں جی چاہا پھینک دی ایک دفعہ تو مجھی پر یہ مصیبت گزر چکی ہے۔ برسات کے دنوں میں چراغ جلا کر میں نے اپنے ہاتھ سے دیا سلائی کا بکس دیوارگیری پر رکھ دیا عشاء کے بعد مولوی صاحب کھانا کھانے آئے میں سلیم کو سلا رہی تھی خدیجہ کھانا دینے اُٹھی۔ چاولوں کو دیکھتی ہے تو ٹھنڈے برف۔ چولھے کو دیکھتی ہے تو آگ بھاپ بکس لا کر آگ سلگائی اور اس جلدی میں بکس وہیں پھینک بھاگ بھول گئی۔ پچھلے پہر مینہ آیا ہر چند سر پٹخا بکس ہو تو ملے کونہ کونہ دیکھ ڈالا مگر بکس نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔ اندھیرا گھپ جو چیزیں دکھائی دیں اندر پہنچائیں۔ کیڑے پتنگے کا کھٹکا سانپ بچھو کا ڈر اوپر سے دھواں دھار مینہ۔ ماچے کا ماچہ نواڑی پلنگ اُٹھا کر جا رہی تھی بیچ میں تپائی کا بچہ ٹھوکر جو لگی تو میں نیچے اور پلنگ اوپر رات تو خیر اس اندھیرے ہی میں جوں توں گزر گئی صبح اُٹھ کر دیکھتی ہوں تو نیا چکن کا تھان شام ہی کا آیا ہوا۔ گیلا چوڑا رکھا ہے ایک بی خدیجہ کی اتنی سی بے پروائی سے

کہ بکس جہاں سے اُٹھایا تھا وہاں نہ رکھا۔ تکلیف کی تکلیف ہوئی نقصان کا نقصان جی جلا سو جدا۔ ایمان یہ ہے تو سب کچھ ہے اتنا قصور میرا بھی ضرور ہے کہ سر پر برابر گھٹا چھائی ہوئی اور سب چیزیں چھوڑ چھاڑ پڑ کر ڈھیر ہو گئی۔ میں نے تو اس دن سے گرہ باندھ لی۔ چاہے اپنی چیز ہو یا پرائی جہاں سے اُٹھاتا وہیں رکھنا اور ہر چیز کے واسطے ایک جگہ مقرر کر لی کہ پھر کبھی ایسی وقت نہ ہو۔

اوڑھنا بچھونا جھاڑ و بہار و چیز بست ان چیزوں سے فرصت پا کر اب غسلخانہ اور باورچیخانہ کا خیال کرو۔ غسلخانہ میں سب سے پہلی بات تو پانی کی احتیاط ہے کہ باہر جانیکا راستہ صاف ہو، موری اٹی ہوئی نہ ہو۔ دانت صاف کرنے کے واسطے منجن منہ دھونے کے لیے صابن یا کھلی اجلا تولیہ ثابت لنگی۔ ٹھنڈا پانی ایک قلعی دار لوٹا ہر وقت موجود رہنا چاہیے نہانے کے واسطے گرم پانی بہت مفید ہے۔ مگر ٹھنڈا پانی سمونے کے واسطے تیار رہنا چاہیے یہ دقت تو نہ ہوگی کہ کپڑے اتار لیے اب بیٹھے ماما کا انتظار کر رہی یا آپ جا کر پانی لاؤ نہا چکنے کے بعد فوراً صاف تولیہ یا اور کسی کپڑے سے بدن پونچھ لینا چاہیے۔ طرح طرح کا تیل ڈالنے سے آج دھوئی تلی۔ کل چنبیلی پرسوں انگریزی سر چکٹ جاتا ہے۔ جاڑوں میں چنبیلی کا تیل ڈالکر دھوپ میں بیٹھنے سے فوراً سر چکٹتا ہے۔ اگر عادت نہ ہو تو صابن کے دھونے سے بھی۔ نہاتے ہی تیل ڈالکر سر گوندھ لینے سے بھی سر چکٹتا ہے۔ چکٹے ہوئے سر کو ریٹھے بہت مفید ہیں۔ نو لے اور گوندھ سے بھی نکھر جاتا ہے۔ بال بڑھانے کے واسطے یہ نسخہ اکسیر ہے۔ رات کو ماش کی دال دھو کر بھگو دو اور صبح تھوڑے سے بیری کے پتے ڈالکر پیس لو اور سر دھو لو چالیس دن اس طرح کرکے دیکھو بال کہاں سے کہاں پہنچتے ہیں۔ یہ جو آکاس بیل ہوتی ہے زرد زرد درختوں پر پڑی ہوئی۔ اس سے سر دھونا بھی بالوں کو بہت بڑھاتا ہے۔ بالوں کا ذکر آگیا تو ایک بات اور کہنی پڑی میں نے اپنے ہی شہر اور اپنے ہی محلہ بلکہ یوں سمجھو اپنے ہی گھروں میں دیکھا ہے کہ بعض لڑکیاں دن بھر بکری کی طرح پان چباتی ہیں اور دانت سرخ بیر بہوٹی ہو جاتے ہیں۔ بات کرنیمیں منہ سے بو

میں کھانے میں وہ لال لال دانت بالکل ہی زہر معلوم ہوتے ہیں۔ کیسی بدتمیزی کی بات ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ پھر طرہ یہ کہ پان کا شوق تو اتنا اور دانت نہ مانجھیں دونوں برابر بیٹھکر بات کریں تو منہ سے وہ بو آئے کہ الٰہی تیری پناہ۔ چاہیئے یہ کہ چاہے پان کھاؤ یا نہ کھاؤ مگر صبح اُٹھکر جہاں منہ ہاتھ دھو وہاں دانت بھی مانجھو یہ بھی کوئی منہ دھونے میں دھونا ہوا کہ دو چھپکے مار اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لو صاحب منہ دھل گیا۔ منجن اگر انگریزی بنا بنایا موجود ہو تو خیر ورنہ خود طیار کر لینا چاہیئے۔ یہ جو سالن میں گودے کی ہڈی ہوتی ہے اسمیں کالی مرچیں بھر کر جلا لو۔ جل جائے تو الگ رکھ لو۔ اب ایک نیم کی ٹہنی لیکر اسکی پتیاں نوچ کر پھینکدو اور اس لکڑی کو آگ میں جلا کر کوئلہ کر لو ان کوئلوں کو اس جلی ہوئی ہڈی کے ساتھ ملا کر پیس لو منجن ہو گیا۔ دانت ایسے صاف ہوں جیسے سیپی بلکہ مرچوں سے تمام بادی بھی چھٹ جائیگی۔ یہ بڑی غلطی ہے کہ جو کوئلہ ہاتھ آگیا اس سے دانت مانجھ لئے بعض دفعہ ایسا کوئلہ ہوتا ہے کہ مسوڑوں میں درد ہو جاتا ہے۔ جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

یہ باورچیخانہ دیکھکر تو بیوی اللہ جانے میرے ہوش اُڑے جاتے ہیں باورچیخانہ ہے یا چنڈو خانہ ایک دفعہ ماموں جان کے کوٹھے پر سے دیکھا تھا۔ عین مین وہی نقشہ معلوم ہو رہا ہے۔ چاروں طرف چیزیں تتر بتر پھیلی ہوئی ہیں برتن بھانڈا پیڑی پیڑا پکھیا چولہا سب ہی چیزیں تو ٹھسی ہوئی ہیں اور تو اور کاک اور رکھانچوں کو بھی یہی جگہ رہ گئی تھی۔ ذرا دیکھو تو سہی پتیلیاں پچکی طشتریاں ٹوٹی کونڈے میں دراڑ۔ توے میں چھید ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا ہمیں بیٹی یہ صراحی میں چنے کی دال۔ یوں کہو سب چیزوں کی پال ڈال رکھی ہے۔ یہ مہندی کی گھڑیا یہ ٹونٹی کا لوٹا یہ گلے کی تھیلی اللہ رکھے سب ہی کچھ موجود ہے۔ یہ چولھے کن قرنوں کے ہیں۔ یہ نہ پتے ثابت نہ ٹھیک بھٹیارے کا تندور بھی اچھا ہوگا۔ زینب بیچاری اگر سچ پوچھو تو ٹکے کی مزدور ہے صدریاں کرتی اور پیٹ بھر نوالے نہیں ملتے نہیں آگئی تو روزی نہیں تو روزہ۔ کل صبح کو میں جا نکلی بیٹھی روٹی پکا رہی تھی۔ ڈھینگ کا چولہا

لیا پتا قرینے کے برتن دُھلے دھلائے۔ یا ندہیر تھوڑی ہی عورت والوں کا گھر روپیہ کی جگہ
روپیہ پیسہ کی جگہ۔ اور یہ گت کہ دیکھی نہ سنی کڑھائی میں اوپلے کرچھے میں کرسیاں بے ڈھنگی کی
حد بدتمیزی کی انتہا۔ ماما آزاد بیوی برباد روک نہ ٹوک کہنا نہ سننا چلو چھٹی ہوئی ماما یہ
کچھ بیوی وہ کچھ بڑی بی بیچاری اس قابل نہیں کرے کس کی جوتی سنے کس کا صدقہ
ماشاءاللہ اتنی آمدنی اور غضب خدا کا مٹی کی بدنی۔ تین کا نام لیٹ بیٹھی عورت کی
عورت اسکا سلیقہ ہی ہنر نہیں تو لاکھ کا گھر خاک لمحہ بھر کا کام ہے ماما نہیں تو آپ ہی ایک دو ہاتھ
چولہے پر پھیر لو یہ ہنکار تو نہ برسے گی۔ کوئی بڑی بات نہیں کھانے سے فراغت پائی اور اپنے
سامنے سارے برتن دھلوا منجھوا چوکی پر یا کوٹھری میں کانس پر یا ٹوکری میں قرینے سے رکھوا دیے
بس اتنا کام ہے لو سگھڑاپا ہو گیا۔ برتن کے برتن ٹھیک ہو گئے کام کا کام نبٹ گیا ہفتہ میں ایک
دفعہ قلعی کروالی۔ اُجلے کے اجلے صاف کے صاف اوپلے یا لکڑیاں اندازہ سے ضرورت
کے موافق نکالیں جو بچیں وہ رکھدیں۔ باورچیخانہ نعمت خانہ ہے ایندھن خانہ نہیں کڑاہی
کپچا پھکنی دست پناہ، کام ہو چکا کونہ میں رکھدیا۔ پھر دیکھو کیسا صاف باورچیخانہ
ہوتا ہے جہاں جھاڑو ملی اور چندن ہوا۔ ہاں اتنی احتیاط ضرور چاہیئے کہ کیچڑ نہ ہو دھوون
وغیرہ جتنا پانی ہے موری پر ڈالو۔ باورچیخانہ کے آگے ڈالنا بہت ہی بدتمیزی ہے۔ جھونا
یعنی برتن صاف کرنے کے واسطے رسّی کا ٹکڑا روز تبدیل کر لینا چاہیئے۔ اگر ممکن ہو
تو مہینے دوسرے مہینے باورچیخانہ میں سفیدی کروادینی بہت اچھی ہے۔ برتنوں کی قلعی میں بے
پروائی کرنے سے بڑا نقصان ہوتا ہے کیا دُسے کھانا بالکل خراب ہو جاتا ہے نقصان کا
نقصان ذلت کی ذلت عقلمند لڑکیاں برسات کے آنے سے پہلے ایندھن بھر دالیتی ہیں
تاکہ گیلی لکڑیاں اور سیلے اپلوں کی پھونکا پھونک سے بچیں۔ یہ ایک اور پھوہڑپن تو میں نے قریب
قریب سب ہی لڑکیوں میں دیکھا ہے کپڑا رنگنے اٹھیں اور جس برتن میں چاہا رنگ لیا اسوقت
تو کام نکل جاتا ہے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دھو لینے سے برتن صاف ہو گیا لیکن اسکا اثر موجود رہا

جو چیز اس میں پکی وہ کڑوی جو نکالی وہ خراب اور سنو ضرورت کے وقت روغن داغ یا کرچھلا
نہ ملا۔ کٹورا طشتری جو چیز سامنے آئی لے لی اور آگ پر رکھ دی چار دن کا میلا ہوتا برتن گھڑی
بھر میں کالا سیاہ ہو گیا۔ مجھے چاہو کمبخت کہو یا سوم مجکو تو یہ بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ آگ دہڑ
دہڑ جل رہی ہے اور چولہے پر کچھ نہیں ایک دو جھینا یوں ہی غارت ہوا کچھ نہو تو پانی کی گڑیا
ہی رکھدو۔ گرم پانی کسی نہ کسی کام آہی جائیگا۔ ایک بات میں کہنی بھول گئی۔ مامائیں
برتن مانجھنے میں بڑی بے پروائی کرتی ہیں بیٹیوں کو چاہیئے کہ آپ اچھی طرح دیکھ بھال لیا
کریں تیلی کا پیندا اگر اچھا نہ دہلا تو سالن کالا ہو جائیگا اگرچہ دیکھا تو نہیں مگر سنا ہے
کہ بہتیری لڑکیاں ایسی منحوس ہوتی ہیں کہ جلتے چولہے میں سے آگ دینی بہت ہی بری معلوم
ہوتی ہے۔ ایسی کمبختوں کو کیا کہوں اس سے زیادہ نالائقی اور کیا ہو سکتی ہے جنکو مذہب
یہ حکم دے کہ حاجتمندوں کو ہر طرح سے مدد دو اور اُن کے وقت پر کام آؤ اُن کا یہ
سلوک کیسے افسوس کی بات اور شرم کی جگہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے ایک چھوڑ دو دو مامائیں موجود
ہیں مگر یقین کرنا کہ چاہے کھانے کو دیر ہو جائے جب تک باورچیخانہ صاف ستھرا نہ ہو میں تو ایسے
وقت تک پکانا رینا رہنا گناہ سمجھتی ہوں۔ کچھ دلّی ہی پر موقوف نہیں میں نے تو سب ہی
جگہ دیکھا ہے کہ جہاں کوئی غیر عورت آئی کنواری بیٹی اُٹھی اور چھپ گئی مگر میں ایک
بات پوچھتی ہوں شکل و صورت کے علاوہ باقی تمام عادتیں ہنر سلیقہ ڈھنگ انتظام
تو گھر کی صورت دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے۔ مزاج تو معلوم ہو ہی گیا صورت نہ دیکھی تو نہ
سہی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ماؤں کو چھوٹے بچوں ہی کی خدمت سے اتنی فرصت نہیں کہ
وہ گھر کے کاموں کو دیکھیں۔ جب سیانی لڑکی موجود ہے تو بھلائی برائی سب کی ذمہ دار وہ ہے۔
بیوی تم کہو گی تو سہی کہ استانی اچھی کمبخت آئی کہ کان کے کیڑے ہی کھائے مگر
کیا کروں منہ پر آئی رکتی نہیں اب شروع کیا ہے تو پھر کیوں چھوڑوں۔ باورچیخانہ کا
حال تو سُن لیا اب پانی زندگی قائم رکھنے کے واسطے ایک ضروری چیز ہے۔ اسکی کیفیت بھی سنو

اگر اس کی طرف اچھی طرح توجہ نہ ہوئی تو زندگی کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے ذرا سی بے احتیاطی میں تو کیڑے پڑ جاتے ہیں جو پینے میں تو خیر گھنا ؤنے ہی معلوم ہوتے ہیں مگر پیٹ میں پہنچکر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں دیکھو نہ۔ گھڑونچی ٹوٹی مٹکے میلے چپنیاں ندارد اس پانی سے اول تو پینے والے ہی کی طبیعت کو کراہیت معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے منہ کا کھلا رہنے سے کیڑے مکوڑے مچھر بھنگے جا پڑتے ہیں رات کے وقت اگر پانی پینے والا بھی ایسا ہی سا ہو تو سب پیٹ کے اندر۔ سب سے بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ گھر کا پانی ایسی حالت میں ہو کہ آنے جانے والے کا جی پینے کو نہ چاہے۔ یہ سچ ہے لیکن گھڑونچی کچھ زیادہ قیمتی چیز ہیں نہیں برس میں دو دفعہ کبھی بدل لو یا صاف کر لو تو ایسا خرچ نہ ایسی محنت۔ مٹکے بدلنے کو اگر پیسے بھی میسر ہوں تو دھیلے کا گیرو پھیر لینے سے مٹکوں کی صورت ہی کچھ اور نکل آتی ہے چپنیاں کاٹ کی نہیں تو مٹی ہی کی سہی پانی تو ڈھکا رہیگا۔ بہت سی بیماریاں صرف پانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اگر احتیاط کی جائے اور پانی روزمرہ چھانکر صاف کیا جائے تو تندرستی کو بہت مفید ہے۔ پانی صاف کرنیکی یوں تو بہت سی ترکیبیں ہیں مگر سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ تین گھڑے لیکر دو کے پیندوں میں چھید کر لو اور پہلے دو سرے یعنی چھیدے ہوئے گھڑوں میں اجلے صاف شفاف کپڑے کی بتی لگا لو اور ان ہی دو میں تھوڑا سا دریا کا ریت ڈالدو اور پہلے گھڑے میں پانی بھر کر تینوں گھڑے اوپر نیچے اس طرح رکھو کہ پانی ٹپک ٹپک کر گرتا جائے۔ اس ترکیب سے رس رس کر پانی تیسرے گھڑے میں صاف بھی ہوگا اور ٹھنڈا بھی ہوگا۔ بعض لڑکیوں کو پانی کا بہت دھیان ہوتا ہے جہاں سقہ کے آنیکا وقت ہوا اور انہوں نے باسی پانی چھان کر الگ کیا اور مٹکے خالی کر دیئے کہ تازہ باسی ایک نہ ہو جائے جسکو تازہ پینا ہو تازہ پیا باسی پینا ہوا باسی پی لیا۔ اگر پانی کی احتیاط نہ ہو اور کوئی ملا جی آنکلا اور اس نے باسی پانی مانگا تو اللہ کا نام تازہ حوالے کیا اس نے منہ میں لیتے ہی کلی کر دی اگر غیرت ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مر کہ گھر میں پانی بھی

ڈھنگ کا نہیں۔ پانی پلانے میں بھی بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے یہ نہیں کہ اندھے پنے سے آگے لا کھڑے ہو گئے۔ پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ کچھ پڑا تو نہیں ہے۔ خاصکر رات کے وقت ضرور روشنی میں دیکھکر پلانا چاہیئے مٹکوں کے انتظام میں اتنی احتیاط اور ضروری ہے کہ بچوں کا مٹکا اُن کے پانی پینے کا برتن الگ ہو۔ کیونکہ وہ دن بھر مٹی کیچڑ میں کھیلتے پھرتے ہیں۔ اُنکے ہاتھوں کا اعتبار نہیں ہوتا اور جس طرح تمکو اوروں کے ہاں جاکر بچوں کے ہاتھ لگانے پر پانی سے کراہیت ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسروں کو تمہارے ہاں دیکھکر ہوگی۔ کٹورا۔ آبخورا ڈونگیا سب برتن قلعی دار ہونے چاہئیں۔ کم سے کم دو برتن ایک بھرنے کا ایک پینے کا ہر وقت مٹکے پر ضرور رہیں بہت برا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی برتن غڑپ غڑپ ڈالا اور اسی سے پانی پی لیا۔ صراحی یا گھڑے کے منہ پر اجلا سفید مہین کپڑا باندھنا بہت اچھا ہے پانی چھن چھن کر نکلتا ہے۔ گرمی میں باسی پانی ہر گھر میں ہر وقت موجود رہنا چاہیئے مٹکوں کے پاس کیچڑ کا ہونا بھی بدتمیزی ہے۔ ایک علیحدہ برتن گھڑونچی کے پاس اس غرض سے رکھنا لازم ہے کہ بچا ہوا پانی اس میں ڈالتے جائیں اور دونوں وقت وہ پانی موری پر پھینکدیا جائے پانی کے پاس کیچڑ کرنا جان بوجھکر بیماری پیدا کرنا ہے۔

بیٹی بتو! میری باتیں تمکو زہر تو لگ ہی ہونگی اور دل میں کہہ رہی ہوگی بس چلے تو اُستانی نامراد کا منہ نوچ لوں کہ گھر چڑھ کر لڑنے آئی اور ڈولی چڑھ کر باتیں بنا گئی۔ مگر بیٹی یہ تو سوچو مجھے کے رکعت کا فائدہ۔ گھر بگڑا تو تمہارا نقصان ہوا تو تمہارا انکو بنیں تو تم بدنام ہوئیں تو تم میں بیچاری لینے میں نہ دینے میں۔ جلتی جلاتی پھرتی پھراتی آئی گھڑی بھر بیٹھ گئی چلی منہ کہا چلی، مانو نہ مانو سنو نہ سنو تم جانو تمہارا کام۔ کیا کروں لو صاحب کہے جاتا ہی نہیں تو کہتی اور پیٹ بھر کر کہتی۔ بگڑو گی تو بگڑا کرو ایک تعریف تمہاری اور کبھی سُنی ہے سچ ہو یا جھوٹ مگر اب تو لپ گئی۔ کیوں ایسے کوتاک کئے جو کسی نے کہا۔ جھوٹ کیوں ہونے لگا۔ سب گنوں پوری کوئی نہ کھو لنڈوری ماشاء اللہ تریمن بردل شیر ہے۔ بیٹی بات تو جب ہے کہ کوئی کسر نہ رہجائے

خدا نہ کرے کہ کسی لڑکی کو یہ لپکا پڑے نہ یہ عادت چھٹنے والی نہ گھر پنپنے والا بڑی بوڑھیوں سے سنا کرتے تھے بھیک مانگنا اچھا اور قرض لینا برا۔ اب جو دیکھا تو سچ ہے۔ لینا ہی ٹھہرا تو قرض کے نام سے کیوں لو جو دینے کا فکر رہے بھیک ہی نہ مانگ لو جو تقاضے کا کھٹکا بھی جائے یاد رکھو سمجھدار آدمی اول تو قرض ہی نہیں دیتے اور اگر ایسی ہی مجبوری آپڑتی ہے تو یہ سمجھکر دیتے ہیں کہ وصول ہوچکا۔ بیٹی ذرا انصاف کرو جب دینے والے نے یہ سمجھکر دیا تو بھیک ہوئی تو کیا ہوئی عقل سے کام لو۔ ایسی بے غیرتی بھی کس کام کی۔ جیسے دو ہاتھ پاؤں تمہارے ایسے دوسرے کے اس غریب نے کسی نہ کسی طرح محنت مشقت سے کمایا۔ خفا کفا سے بچایا اور ہم لینے کو تیار اس کی تو گاڑھے پسینے کی کمائی اور ہم نے مفت اڑائی دکھ بھریں بی فاختہ اور کوے میوے کھائیں۔ ہمکو قرض مانگنے کا کیا حق حاصل ہے جس طرح کسی امیر کے ساتھ نالائق مصاحب لگ جاتے ہیں کہ دھوکا دیکر اپنا پیٹ بھریں جس طرح کسی رئیس کے پیچھے شہدے چمٹ جائیں کہ چند ہی روز میں ریاست خاک میں ملادیں جس طرح ریشمین کپڑے کو کیڑا۔ لکڑی کو گھن کڑیوں کو دیمک لگ جائے اسی طرح آدمی کو قرض لگ جاتا ہے۔ لاکھوں کی آمدنی کیوں نہ ہو مگر قرض کے پیچھے سب خاک ہے۔ بڑوں کی مثل ہے بیٹیوں والا گھر اور چیلوں والا چولہا کبھی نہیں پنپتا میں کہتی ہوں قرض والی آمدنی بھی کبھی نہیں پنپی ہے نہ پنپے گی بھیک مانگ لے فاقہ کرلے مگر قرض نہ لے جس نے قرض لیکر ٹلا بھرنا جانا اس نے دنیا بھر کی مصیبتیں اس پر آگئیں۔ غیرت حمیت عزت حرمت سب گئی گزری ہو گی۔ لہذا ہزاروں باتیں سنا رہا ہے اور کان پائے سن رہے ہیں۔ نواب مظفر کی سگی بھانجی نوشابہ کا حال سنا ہے اس قرض کے ہاتھوں مٹی پلید ہوئی کہ خدا دشمن کی نہ کرے۔ سردار کی بھتیجی اتنے بڑے باپ کی بیٹی چھ سات گاؤں کی تعلقہ دار مگر قرض کا مرض ایسا لگا کہ بالکل ہی تہس نہس کر۔ ریاست اور امیری سب گئی گزری ہوئی یہ پھر جھولی شہزادیاں اور بھر بھر ہنگی روپے ادھر کرے اور ادھر ختم دونوں فصلوں پر روپیہ آنے کی دیر تھی گھر میں پہنچا اور اندر باہر تقاضگیر موجود۔ بی نوشابہ پلنگ پر بیٹھی تھیلیاں آگے عیدو آؤ

لیجاؤ۔ بکرید آؤ لیجاؤ۔ شام تک پوری بٹ گئی۔ روپیہ کیا ریوڑیاں تھیں کہ تین چار گھنٹوں میں ختم ہو گئیں ایسی ہی کوئی بھاگوان فصل یا مبارک دن ہوتا ہوگا کہ بٹ بٹا کر سو پچاس روپیہ بچے ہوں گے ورنہ ہاتھ جھاڑ کر اٹھتی تھیں اب اکٹھے چھ مہینے اور بی نوشابہ ایک ایک کی خوشامد کر رہی ہیں اتنی بڑی آدمی اور ٹکے کے آدمیوں کے آگے ہاتھ پھیلانا۔ کوئی جھڑک رہا ہے کوئی گھرک رہا ہے مگر اس اللہ کی بندی کے کان پر جوں نہیں چلتی تو سو کی بندی کے ونڈ پر لکھی ہے اسکو کہتے ہیں گرہ کا دینا اور جوتیاں کھانی کیسی بے غیرتی اور کس قدر بے حمیتی کہ خدا بچائے اس آمدنی کو دیکھو اور ان ڈھنگوں پر غور کرو۔ آج تیلی چلی۔ کل لوٹا گیا پرسوں کٹورا گیا۔ طباق پر آٹا آیا طشتری بکی تو گھی چڑھا۔ صبح سے دوپہر تک ایک ایک کی منت ایک ایک کی خوشامد۔ مل گیا تو خیر نہیں تو جو چیز نظر پڑی وہی بنیئے کے ہاں غرض اسی ہلوں بلوں میں چھ مہینے گزرے ہاتھ ہیکڑا نہ پاؤں ہیکڑا ننگے کان سونٹا سے ہاتھ گہنے کے نام چاندی کا تار نہیں۔ فصل کا وقت ہوا اور قرضخواہوں کی صورتیں دکھائی دینی شروع ہوئیں آخر یہ کہ سب گاؤں اور جائداد گروی ہوئی۔ آمدنی تو پہلے ہی جیسی تھی ظاہر ہے۔ سود نکلتا تو کہاں سے تھوڑے دن خوب لتے تلتے ہوئے روپیہ کیا ٹھیکریاں تھیں برس کے اندر ہی اندر تیس چالیس ہزار روپیہ ختم ہو گیا۔ ساہوکار ایک ہترا آدمی برس ڈیڑھ برس وہ گھنی سادھی کہ گویا کچھ واسطہ ہی نہ تھا اور پھر تو دروازہ کی مٹی لے ڈالی۔ سود در سود۔ دو کے چار اور چار کے آٹھ مجھے تو اچھی طرح یاد بھی نہیں سوا لاکھ پورے کر کرا جھٹ نالش داغ دی۔ یہاں کیا دھرا تھا جھنیکڑ دل ہزاروں کی جائداد باپ دادا کی نشانی۔ کوڑیوں کے مول نکل گئی۔ کبھی بڑی خالہ کے یہاں جاؤ تو کنوئیں کی سامنے والی حویلی دیکھنا یہ ہی مکان ہے جس کے دروازہ پر ہاتھی جھومتے تھے آج یہ وہ بھی نہیں سب کچھ نکل گیا۔ ایک بیری والا گھر رہ گیا اب چار روپیہ کا کرایہ جاتا ہے اوڑھو چاہے بچھاؤ۔ کال کے دن پونے آٹھ سیر کے گیہوں چار روپے کے دن ہیں۔ دال سالن تو الگ رہا۔ فاقے کے پھنکے اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے بھی پیٹ میں پڑ جائیں تو بہت۔ اللہ کی شان نظر آتی ہے جہاں آنکھ

ریل میں تھی اب جلانے کا تیل بھی نصیب نہیں۔ اگلے جمعہ کو ملنے گئی تھی۔ نوشابہ جیسی بیگم جس کے پاس بھول کر بھی غم نہ پھٹکتا تھا مامائیں سہیلیں اور لونڈیاں اور چھوکریاں قدموں کے نیچے آنکھیں بچھاتی تھیں اور سرکار کہتے کہتے منہ خشک ہوتا تھا اب اس حال میں تھی کہ ٹوپی والا کھڑا دروازہ پر کہہ رہا تھا۔ دونوں کوڑیاں کل دوپہر تک کر دو تو لے لو اگلی ٹوپیوں میں جھمر والی بیلیں تم نے بالکل ہی ناس کر دیں پانچوں پیسے کاٹ کر سوا تین آنے نکلتے ہیں لیتی ہو لو نہیں لیتیں نہ لو۔ اللہ اللہ یہ وہی پشتوں کی امیرزادی ہے جس کی دادی گھر بیٹھے آدھے رسول آباد پر حکومت کرتی تھیں اور سارے حسین آباد پر راج تھا آج اسی دادی کی پوتی موئے سڑے ہوئے ٹوپی والے کے آگے اوڑھنی پر ہاتھ پھیلاتی ہے۔ خدا جانتا ہے میرے تو آنسو نکل پڑے ننگے سر ننگے پاؤں کرتہ چکٹ دوپٹہ پھٹا پاجامہ بکھرے بال کواڑ کے پیچھے کھڑی پانچ پیسوں کے لئے بلک رہی تھی میں تو جا کر بھی پچھتائی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ایک پانچ ہی برس میں اس کی یہ گت ہو جائیگی۔ سیر کے چلتے وقت گو وہ بات نہ رہی تھی مگر پھر بھی یہ بدڑا تو نہ تھا۔ کیا سے کیا ہو گیا جن ہاتھوں سے سینکڑوں ہزاروں اٹھائے آج وہ دو دو دانوں کو محتاج ہیں چلن سے چلتی تو عمر بھر لاکھوں کی لال ہی رہتی۔ چار کو کھلا کر کھاتی نقطہ اس قرض کے کارن سب کچھ خالصے لگ گیا اب کوئی دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھتا جس کو لالہ کا گھر خاک کرنا ہو وہ قرض کی عادت ڈالے اللہ نہ کرے کہ کسی لڑکی میں یہ عیب پیدا ہو جب کسی لڑکی کو دیکھو قرض مانگ رہی ہے بس سمجھ لو اس کی زندگی برباد ہو گئی۔ لو بیوی اللہ بیلی۔ بس میں اب جاتی ہوں۔

سنجیدہ نسیمہ استانی جی تینوں گھبرائیں تو ڈولی سے اترتے ہی استانی جی نے کہا لو سنجیدہ نسیمہ آئی تم ایک ہو وہ ہوں جس چیز کو تکتی تھی بیٹھے بٹھائے گھر تو گھر دیوار پا کھوں تک پہ بے تمیزی برس رہی تھی۔ تمہارے سر کی قسم میں نے تو بہت لحاظ کیا۔ تمہیں ایسا ٹھیک ٹھاک بتاتی کہ مزہ آ جاتا۔ کہنے میں تو میں نے اب بھی کسر نہیں کی مگر پھر بہت سی باتیں رہ گئیں اتنا میں تم سے کہے دیتی ہوں اور میری آج کی بات یاد رکھنا چاہو یہ ٹھیک ہو جا سویہ

ٹھیک ہونے والی لڑکی نہیں مگر یہ سب ڈھکوسلے میاں کی زندگی تک ہیں بڑھیا کی آنکھیں بند ہوئیں اور کوڑی کے تین۔ لڑکی کیا مٹی کا کھلونا آٹے کی آپا ہے کسی کام ہی کی نہیں۔ بی ننھی کی اماں جو بہت بڑھ بڑھ کر بول رہی تھیں میں اتنی ہی دیر میں اُنکی چوری بھی پکڑ آئی۔ تم کو خاک بھی خبر نہیں اور میں ایک ہی نگاہ میں تاڑ گئی۔ سچ پوچھتی ہو تو ماما بیچاری کا کیا قصور سر پہ انکھ ہی نہیں تو کیا کرے۔ تم نے یہ بے غیرتی بھی دیکھی میں نے اتنا کچھ کہا لڑکی کے کان پر جوں بھی چلی۔ کیسی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر بیٹھی ہے۔ کوئی اور دال ہوتی تو شکل دکھاتی بس بوا اللہ کسی پر بُری نہ بنائے۔ ماں باپ ہیں بیٹی بے ڈھنگی ماماؤں کے ہاتھ میں پڑ گئی جو کچھ ہو سب ٹھیک ابھی کیا ہے آگے چلکر دیکھنا جو اس کمبخت کے ہاتھ میں بھیک کا پیالہ ہی نہو تو نام پلٹ ڈالنا صورت سیرت الیاں سونے جھونے والیاں ہاتھ پاؤں ہلائیں تو اُنکو تو کوئی بھرتا نہیں! اس آخور کی بھرتی کو کون بھریگا۔ کام کی وہ نہیں کاج کی وہ نہیں دن بھر بیٹھے صورت دیکھے جاؤ دو دفعہ تم نے پانی مانگا اگر آپ اُٹھکر پلا دیتی تو کیا شان کو بٹہ لگ جاتا۔ وہی کہاوت ہے ماری منہ کی لونی تو کیا کریگا کوئی۔ جب بے غیرتی ہی پر کمر باندھ لی تو پھر کیا علاج اپنے منہ سے بکو مغز کھپاؤ جی جلاؤ اس کے کھانوں کیچ نہیں اتنی بھی پرواہ نہ تھی کہ یہ بات کیا رہی ہے اور کہہ کس کو رہی ہے مجھے تو ڈر یہ ہے کہیں خالہ نہ برا مان گئی ہوں اس وقت تو جو منہ میں آیا کہہ گئی مگر جب سے اُتری ہوں یہی خیال چلا آ رہا ہے۔ بھلا ایسا میں کون پرائے شگون کے واسطے اپنی ناک کٹائی۔ لینے میں نہ دینے میں۔ واسطہ نہ غرض وہ مثل صادق ہو گئی بہنی تم کون کہ خواہ مخواہ۔ پھوہڑ ہو گی تو میرا کیا لے لیگی اور سگھڑ ہو گی تو مجھے کیا بخش دیگی اچھی ہے تو اُنکی بُری ہے تو اُنکی برا مانو یا بھلا تم نے کیا آپ تو اچھی کی اچھی رہیں اور مجھے جھنڈے پر چڑھوا دیا۔

(۴۲)

کارخانۂ قدرت کے انتظام انوکھے اور نرالے ہیں ہزاروں لاکھوں خدا کی بندیاں اچھی

بری سگھڑ پھوہڑ۔ کانڑی کھدری۔ لنگڑی لولی صبح شام کبھی چلی جا رہی ہیں میکے
میں تھیں تو نیلے ڈورے سسرال پہنچی تو کارچوبی جوڑے یہاں زرد دوپٹا جیرن
وہاں وہاں عزت وقعت لالوں کی لال روپے کی رُتے کرم کی کھائے ماں باپوں کی
بیٹیاں جو حسنوں کا حسن اُنکے گن اُن سے شکلوں کی شکل اُنکا سلیقہ ککڑی کی بیل اور لڑکی کی
بیل گھنٹوں بڑھی گھڑیوں بڑھے۔ کل کی بات ہے بی منجھلی کی مالا نیعوں کا جھپکنا تھا آج اُنکے
بر کی تلاش ہے۔ ڈیل کچھ کا کچھ ہوا۔ اُٹھان کہیں کا کہیں پہنچا ماں بیچاری دن رات اسی فکر میں
گھلی جاتی تھی کہ کسی طرح اس کے دو بول ہو جائیں مسجد کی مٹھائی بڑے پیر کی گیارہویں حسن
حسین جو جو کچھ سمجھ میں آیا سب ہی کچھ کیا برس سوا برس تک اسی چکر میں پڑی رہی مگر جن
ڈھونڈھیاں اُن پائیاں۔ یہ خوش نصیبی ماں کی سمجھو یا بیٹی کی نہ بیچ والیوں کے برقعے پھٹے
نہ آنے جانے والیوں کی جوتیاں ٹوٹیں ہونیوالا کام اور بننے والی بات غیب سے ایک ایسا
سامان ہو گیا کہ ہلدی لگی نہ پھٹکری اور منجھلی بیگم خاصے دھوم دھڑکے سے سسرال جا پہنچیں
نہر کا ضلعدار دریا پار سے بدلکر آیا۔ بیوی مر چکی تھی بچہ کوئی تھا نہیں۔ ڈیڑھ سو روپیہ کا تنخواہ دار
ذات کا سید مزاج کا اچھا۔ بات ٹھہرنے کی دیر تھی۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو گیا۔ ضلعدار غریب
نے چاہے یہ سمجھو کہ ارمان نکل گیا تھا یا یہ کہو کہ سمجھدار آدمی تھا ایک دفعہ نہیں تین تین اور
چار چار دفعہ کہلا بھی بھیجا اور لکھ بھی بھیجا کہ دلی والوں کی طرح لنگوٹی میں پھاگ نہ کھیلنا
چادر دیکھکر پاؤں پھیلانا۔ یہ بیسیوں جوڑے سینکڑوں برتن منوں کاٹ کباڑ حاصل وصول نہ
حاصل تیا۔ ہم لوگوں کی حالت اس قابل نہیں کہ روپیہ یوں ضائع کریں۔ یہ کس خدا نے بتایا ہے کہ
ایک بیٹی کا بیاہ کرنے اُٹھے اور عمر بھر کے واسطے قرضدار ہو گئے۔ پھر ستم یہ کہ صرف بھی کیا تو
ایسے فضول کاموں میں کہ نہ ضرورت نہ حاجت وہی کہاوت ہے جیب چلی نہ سواد آیا۔ مجھ سے پوچھو
تو کنوئیں میں پھینکدینا ہے۔ خدارا ان لغو باتوں سے بہت بچئے گا۔ جو کچھ بھی کیجئے حیثیت
کے موافق اور آمدنی کے لائق نام و نمود کی پروا آپ کو ہو تو ہو۔ میری طرف سے

تو اطمینان رکھئے میں تو فقط گھر آباد کرنا چاہتا ہوں اللہ کا دیا میرے پاس سب کچھ موجود ہے پھوپھی کا تو منشا تھا کہ چپ چپاتے نکاح کر بھتیجی کو رخصت کر دے مگر ادھر تو بھاج اور خود بھتیجی دونوں اما بیٹیوں کے دماغ ساتویں آسمان پر تھے۔ سنجیدہ تو منہ سے بات نکالکر جو بگڑی یہ بھتیجی جو منہ پھلا کر پڑی تو سارے گھر نے رولگا لیا مگر وہ اللہ کی بندی منجھلی کیا ماننے اور منے والی تھی بیٹی کی یہ کیفیت ماں کا یہ حال کہ نند سے اتنا سنتے ہی لگی رو رو کر کہنے بھلا آپا اب منجھو مجھ سے گھڑی گھڑی سینے تھوڑی آئیگی غضب خدا کا پالکی کے پیچھے دس برتن بھی نہوں۔ بڑی کو تو دس ہزار کا جہیز اور اس کو خاک بھی نہیں آخر جس پیٹ کی وہ تھی اسی کی یہ بھی ہے۔ آپا مجھے تو دونوں آنکھیں برابر ہیں خلق کا حلق کون بند کرے گا دیکھنے والے تو کہیں ہی گے۔ جس محفل میں جاؤں گی جوتیاں پڑیں گی۔

قیاس چاہتا ہے کہ اگر ماں کا بس چلتا تو وہ اپنا تو اپنا محلہ والوں تک کا اسباب بیٹی کے جہیز میں دیدیتی اور بی منجھلی بیگم کا اختیار رہتا تو کہڑ اللہ تو ورکنار رہنے کی حویلی تک کا قبالہ ساتھ لیجاتیں مگر میر صاحب نے کیا غصہ سنجیدہ ہوئی الگ تھلگ دونوں ماں بیٹیوں کے ارمان دل کے دل ہی میں رہے۔ لیکن منجھلی کیا چوکنے والی بشر تھیں۔ بھائی بہن کی صلاح کا رنگ دیکھکر اس نے نکاح سے ہفتہ بھر پہلے کھانا پینا چھوڑ وہ رو رو کر خون کیا کہ سب ہی نے سمجھایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ میاں اور نند کے ڈر سے دل کھولکر تو کچھ نہ کر سکی مگر آدھے پاؤ۔ اونے پونے اِدھر اُدھر سے کتر بیونت کر کرا چھ سو روپیہ کی قرضدار ہو گئی۔ غرض خدا خدا کر کے بی منجھلی بیگم ماں کو سدا کے واسطے سود کی لپیٹ میں ڈال اپنے گھر روانہ ہوئیں۔ چاروں چالے ماں اور خالہ ممانی اور پھوپھی کے ہوئے چوتھا چالہ پھوپھی کا تھا اور سب کی آنکھیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں نسیمہ جیسی بیٹی کا کام اور سنجیدہ جیسی پھوپی کا انتظام جو کچھ ہوتا وہ تھوڑا۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ پھوپھی بھتیجیوں کے سلیقہ اور کام نے غضب کی دھوم دھام کر دی دستر خوان پر دہ کھانے

چن دیئے کہ اچھے اچھے باورچیوں کو پرے بٹھا دیا۔ دو تین چیزیں تو ایسی پکائیں
کہ جس نے کھائیں انگلیاں چاٹنے لگا۔ ضلعدار صاحب کی پھوپھی زاد بہن تو یہ رنگ
ڈھنگ دیکھکر بالکل ہی لوٹ پوٹ ہوگئیں۔ دونوں طرف میز پر بجلی کے لیمپ
دھڑ دھڑ جل رہے تھے۔ چھت پر دائیں بائیں دو قمقمے میزوں کے بیچ اُجلا صاف
شفاف دسترخوان آدھ آدھ گز کے فاصلہ پر ایک ایک گلاس بڑی سی قعب میں
سالن ایک میں چاول دونوں پر چمچے رکھے خالی طشتریاں موجود جسکو جتنی ضرورت
ہوئی نکال لیا۔ باہر صحن میں مامائیں گندھیوں پر تولئے ہاتھوں میں لوٹے لئے کھڑی
تھیں بیویاں ہاتھ دھو دھو دسترخوان پر آکر بیٹھیں تو ماماؤں نے اجلا براق تولئے
کی شکل کا کپڑا سب کے آگے ایک ایک کہہ یا کہ گردن میں لگا لیں تاکہ کپڑے داغ
دھبے سے خراب نہ ہوں۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر اکثر دیکھا ہے۔ چلتا ہاتھ لگا اور تمام
پانی میں تر ہو کر پڑ گئے۔ گھن کے علاوہ ایسا پانی پیتے ہی کھانسی ہو جاتی ہے سنجیدہ نے
خوب کیا کہ ہر بیوی اپنے پانی کی ذمہ دار ایک ایک صراحی گلاس سب کے آگے۔

(۲۴)

چالا تو ایسا ہوا کہ دونوں پھوپی بھتیجیوں کی واہ واہ ہو گئی۔ منجھلی کے بیاہ کو چھ ساڑھے
چھ مہینے ہوئے ہوں گے جاڑے کے دن تھے گھر کی قدیم ما بڑھیا تو تھی ہی اوپر تو
پڑی سردی اوپر سے جھاڑے۔ ساٹھ باسٹھ برس کی عمر ہمت ٹوٹ گئی لیکن نمک حرام
تو نہ تھی کہ عمر بھر کا ٹھکانہ چھوڑ دن کا ساتھ آنکھوں پر ٹھیکری دھرے صاف لگ ہو جاتی منت سے
کہنے لگی بیگم پڑ جاؤں گی تو اتنے سے بھی جاؤں گی کہو تو کل سے نواسی کو بھیج دیا کروں
اور سب کام تو کر لیگی۔ ہاں اتنا ہو کہ سالن تم آپ بگھار لیا کرنا۔ روٹی ذرا اس کے ہاتھ کی
بھاری ہوتی ہے پکاتے پکاتے ٹھیک ہو جائے گی۔
بڑی بی نے تو آج کہا سنجیدہ پندرہ دن سے کہہ رہی تھی کہ اس کڑکڑاتے جاڑے میں

ڈیڑھ کوس سبزی منڈی سے صبح نماز کے وقت بڑھیا کا آنا اور چھ گھڑی رات کی توپ چلے جانا خدا خیر کرے۔ مہینہ بھر کی مرتی آٹھ ہی دن میں ٹھیں ہو جائیں گی۔ پھر ایسی نکھلال ماما چراغ لیکر ڈھونڈو تو میسر نہیں۔ نواسی کے آنے پر نور آرا راضی ہو گئی لڑکی نے دوسرے دن فجر ہی آ جھاڑو تو خیر خاصی دی تھی۔ بچھونا بھی صفائی سے تہ کیا مگر آٹا گوندھنے بیٹھی تو اوپر تو ہاتھ کی تمام چوڑیاں لت پت اُدھر کونڈے کے چاروں طرف گیرا بنا ہوا۔ گوندھا تو ایسا کہ گٹھلیاں پڑی ہوئی۔ کیری پھٹی ہوئی۔ نسیمہ دور سے بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ ہنستی ہوئی پاس آئی اور کہنے لگی۔ لو یہ آٹا گوندھا ہے ذرا چوڑیاں تو دیکھو اور یہ گرا یا کیوں ہے۔ بٹو اس کا قاعدہ یہ ہے پہلے کونڈے کو دھو دھلا کر صاف کیا۔ پھر آٹا ڈالکر سوندھا ذرا جان دار ہاتھوں سے مکی دی پھر نرم پر آگیا تو ہتھیلی دی نہیں لو کیری پھٹ جائیگی۔ تم نے ہتھیلی تو دی نہیں برابر مکی دیتی رہیں جب بھی تو کیری پھٹ گئی لاؤ میں ٹھیک کر دوں۔ دیکھو پھر آ دیتیں تو اس طرح بلبلے پڑ جاتے اب اس آٹے کی روٹیاں پکاؤ کیسی چپاتی پکتی ہے ایک تو تمہارا آٹا تھا کہ موٹے موٹے ٹکڑے کبھی نہ اترتے۔ جاؤ توا دھو کر چولھے پر رکھو اور روٹی ڈالو دیکھوں کیسی پکاتی ہو۔ جیسا آٹا گوندھا ایسی ہی روٹی نہ پکانا ذرا ہاتھ ٹھہر کر ڈالنا بھاگڑ نہیں ہے کیسا پھٹر سوکھڑ پکا پکو الگ کرو آٹے پر صافی ڈھانک لو نہیں تو پپڑا جائیگا۔ لو اب تم روٹی ڈالو بسم اللہ کر کے پیڑا الٹے ہاتھ پر کیا کیسی ہو؟ سیدھے ہاتھ پر رکھو۔ واہ یہ پیڑے سے بنا رہی ہو ذرا گول بناؤ خشکی لو کم اور چنگیر رو ٹھیک اس زور سے تھپ تھپ کہ روٹی بھی پھٹ جائے ذرا آہستہ آنچ تم نے اتنی کر رکھی ہے کہ اس توے پر سے لال چتی کی روٹی اتر ہی نہیں سکتی ثابت ہے اسی ہاتھ سے اپلے اُسی ہاتھ سے روٹی اور یہ کیا عقلمندی ہے روٹی پکا کر کھلی ڈال رہی ہو کہ سوکھ کر کھڑ ٹک ہو جائے دسترخوان میں رکھو کہ نرم بھی ہے گرم بھی ہے۔ لو اب تم دیکھو اور میں پکاؤں پہلے توا یہ روٹی رکھنے کی چنگیر جو پڑی بڑی پڑی ہوئی ہے سیدھی کر کے رکھو۔ دسترخوان آدھا آمین بچھایا آدھا روٹیاں ڈھانکنے کو اوپر رکھا۔ آٹے کے کونڈے پر سینی ڈھانکو الٹے آٹھ دس پیڑے توڑ کر سینی پر

رکھ لئے جب پک گئے پھر اور توڑ لیں گے۔ یہ جو الاؤ کا الاؤ چولھے میں لگا ہوا ہے اسمیں جو روٹی پڑ جائیگی وہ جلکر خاک ہو گی۔ روٹی ہمیشہ دھیمی آنچ میں اچھی ہوتی ہے۔ دیکھو یہ پیڑے گول ہیں نہیں؟ خشکی نہ اتنی زیادہ نہ ایسی کم معمولی سی رکھی ہے۔ دیکھو کیسی جھنگیر آ رہی ہے پولے پولے ہاتھوں سے پلٹو کتنی پہیلی میں اس میں شکل ہی کیا ہے اب پلٹتی ہوں لو دیکھو آنکھیں کھول کر کہیں سے جلی ہلکی تو نہیں ہے بادامی چتی کی؟ خبردار جو اب روٹی پکانے میں اوپلوں کو ہاتھ لگایا۔ یہی ہاتھ گوبر کو وہی آٹے کو گھن نہیں آتی؟ کسی کا بھورا بھی آٹے میں پڑ گیا تو لگی لگائی قیمت غارت اور پکا پکایا کھانا حرام۔ لاؤ اب دو روغنی روٹیاں پھوپھی اماں کی اور ایک پیڑا اٹھا اپنا پکا لوں اس کٹورے میں گھی نکال لو۔ پہلے روغنی پکا لوں دیکھو گھی پگھلا کر آٹے کا پیڑا اس میں ڈال کر متھ لیا۔ سب گھی پیوست ہو گیا اسکو بہت نہیں پھیلاتے روغنی روٹی ذرا گدری اچھی ہوتی ہے۔ آنچ بھی دیکھو دھیمی کر رہی ہوں۔ تیز میں ناس ہو جائیگا! اچھا یہ تو دونوں ہو گئیں اب پراٹھا رہا۔ پراٹھا تین وضع کا ہوتا ہے پل دار، پرت دار، تکیا کا۔ پہلے تم کو پرت دار بتاؤں دو چھوٹے چھوٹے پیڑے لئے۔ بیچ میں گھی لگا کر دونوں کو اوپر نیچے رکھ لیا لے لو اب چنگیر بنا کر توے پر ڈال لیا۔ یہ پگھلا ہوا گھی پاس رکھا ہے۔ تھوڑا تھوڑا سا لگاتے گئے۔ چتی پڑ گئی اب پلٹ لیا۔ اس میں گھی کم لگتا ہے اس کے چاہے جتنے پرت کر لو یہ تو دو ہیں چاہے تین کر دو چاہے چار۔ لاؤ ایک پل دار بھی تمہارے سامنے پکاؤں دیکھ رہی ہو نہ؟ گھی اور نکالو اس میں گھی بہت لگتا ہے۔ دیکھو ذرا سا آٹا رکھا اس میں گھی لگایا پھر آٹا رکھا اور گھی لگایا کم سے کم پانچ دفعہ گھی لگاتے گئے اور آٹا رکھتے گئے دیکھو اب سکا اسی طرح پیڑا بناتی ہوں۔ بن گیا؟ اب بل بنایا اسی طرح مروڑ دی کہ سانپ کی طرح۔ اب پھر اسکا پیڑا بنا ڈالو اور توے پر روٹی کی طرح پھیلا کر ڈال لو۔ بیچ میں چھید کر کے گھی لگاتی جاؤ سمجھ گئیں؟ یہ دو وضع کے ہو گئے اب ایک تکیا کا رہا اور وہ بھی ایسا ہی ہے۔ خیر اب تم مصالحہ پیسو۔ میں تمہارے سامنے گوشت بگھاروں آٹے کی طرح ناس کر دیتا کہ آدھا گرے اندر آدھا پتے ساری گرہ ہانڈی کی پیندی ہی ہو

دا، آدھ سیر گوشت میں اتنی ہلدی پاؤ کرہ لو جتنی ہلدی کم لوگی اتنا ہی سالن آبدار ہوگا۔ ہلدی پیسکر دھنیا لو۔ پسا ہوا دھنیا ہمارے ہاں نہیں آتا۔ برابر کی بھوسی ملی ہوتی ہے اتنا نہ لو۔ بس کوئی سوا پیسہ بھر اس پیالے میں پانی بھر کر سِل کے پاس رکھ لو۔ ذرا ذرا سا ڈالتی جاؤ اور پیستی جاؤ۔ زور زور سے رگڑو پورے ہاتھوں تم شام تک بھی مہین نہ ہوگا۔ دیکھو اب کیسا سرمہ سا مہین ہوا ہے۔ چلو مرچیں لو دیکھو کیسی سرخ ہیں بتاؤ کہاں کی ہیں ٹپنہ کی ہیں کتنی لے رہی ہو؟ چودہ لو بھنڈیاں بھی تو ہیں ترکاری نہ ہوتی تو گیارہ بہت تھیں۔ لہسن لو جوے کیا کروگی۔ پوری گٹھی لو اور ایک گٹھی پیاز کی بھی۔ یہ مصالحہ کی پیالی ہے۔ پس چکو تو اس میں اُٹھا لینا اچھا اب مصالحہ تو پس گیا۔ اٹھو پتیلی چولھے پر رکھو۔ گھی آدھ پاؤ پڑیگا یہ بڑا چمچہ ہے دو ڈالدو۔ یہ پیاز کی گٹھی لو کتر کر ڈالدینا۔ بیچ کی راس کی ہے۔ نہ بڑی نہ چھوٹی۔ ڈالدی؟ دیکھو لال ہوگئی۔ اب دہی پیاز نکال باقی آدھی میں سارا مصالحہ ڈالدو۔ دانہ رہاں بی نواسی نمک تم ڈالو۔ بس ہاں کوئی تولہ بھر ہوگا اچھا اب مصالحہ بھون لو۔ جب دانہ پڑجائے تب گوشت ڈالدینا۔ ذرا گوشت کستی جانا اور چُلو چُلو بھر پانی ڈالتی رہنا کہ بساندا پانی مرتا جائے۔ بس پھر شوربے کا پانی ڈالدو۔ پیاز جو رکھی ہے نکال کر وہ بھی پڑیگی پھر چمچہ یا کفگیر چلانیکی ضرورت نہیں۔ ایک ترکیب سالن پکانے کی اور بھی ہے یاد رکھنا وہ بھی بتا دیتی ہوں۔ سادہ سالن ہو تو ہلدی کی ضرورت نہیں آدھ سیر گوشت ہے تو ایک گٹھی پہلے لہسن کی پیسی۔ پھر پیاز کی دونوں کو الگ اٹھا لیا پھر دھنیا اور مرچیں پیسیں۔ پیاز ڈالکر پتیلی میں لگ گھی داغ کیا اور پیاز نکال لی۔ لہسن پیاز جو پیسکر رکھا چھوڑی ہے خواہ دونوں چیزیں پسی ہوں یا فقط لہسن ہی ہو اسکو گھی میں بھونا۔ پھر گوشت ڈالا اور دہ بھونا۔ بھُن گیا تو دہی کالی مرچیں لونگیں ادرک ڈالو مرچیں اور دھنیا ڈالو۔ دانے ذرا رہ جائے تو پانی ڈالدو۔ گوشت گل جائے تو لعاب پڑا تار لو۔ یہ تو خیر معمولی سالنوں کی ترکیب تھی ایک قسم کا سالن ہمارے ہاں سٹو پکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر آدھ سیر گوشت ہے تو پہلے گوشت کو اچھی طرح

دہوکر پتیلی میں ڈالا۔ گیارہ مرچیں ایک چھوٹی گھٹی ادرک ورلہسن کی ایک پیاز کی مگر جیسی بڑی لونگیں کالی مرچیں نمک یہ سب مصالحہ کو کترا ہوا یعنی ادرک لہسن پیاز۔ پتیلی میں ڈالدیا پھر پسا ہوا مصالحہ لیا۔ کوئی تین پیسہ بھر دہنیا۔ پانچ مرچیں لہسن پیاز اور تین چہٹانک کے قریب دہی۔ اگر دہی میں پانی بھی ہو تو اچھی بات ہے۔ سب چیزیں ڈالکر چینی پر رکھ آٹے سے منہ خام کردو اور دہیمی آنچ پر رکھو اگر کوئلہ کی آگ ہے تو اور بھی اچھی ہے۔ ڈیڑہ دو گھنٹہ کے بعد اُتار لو۔ کہانا پک کر تیار ہوا تو نسیمہ نے ماما کی نواسی سے کہا لو اب برتنوں کی ٹوکری سنبھالو۔ یہ سب دُہلے دُہلائے منجھے منجہائے رکھے ہیں۔ ایک دفعہ اور ہاتھ پھیر لو چینیوں کو دیکھ لو۔ راکھ نہ لگی ہو پہلے برتنوں کی ٹوکری کو لیجا کر رکھو پھر پانی کی دونوں صراحیاں۔ وہ بھری رکھی ہیں ایک میں پانی تازہ ہے ایک میں باسی اوپر کٹورے ڈہانک دینا چھینکے پر سے دستر خوان اُتار لو۔ روٹی کی چنگیری رکھکر پھر پتیلیاں پہنچاؤ۔ نواسی کہانا پہنچا چکی تو نسیمہ نکالنے بیٹھی مگر کس طرح کہ سالن چھ طشتریوں میں اور سب یکساں پتیلی کو ٹیڑہا رکھ سامنے کر نکالتی رہی اور آگے کے گھی میں سے ایک ایک چمچہ سب کے ہاں ڈالدیا یہ نہیں کہ آنکھیں بند کرکے کفگیر مارنے شروع کئے اور پہلے ہی سالن میں تار ختم کر پتیلی میں نیلا پانی چھوڑ دیا۔ گرمی زور شور سے پڑ رہی تھی کہانے سے فراغت پا برتن بھانڈا آگے سے ہٹا ہٹو سب اندر کمرہ میں چلے گئے۔ نواسی پنکھا جھلنے بیٹھی۔

جب تک منجھلی موجود رہی بہلی تھی یا بُری تھوڑا یا بہت ہمیشہ نہیں کبھی روزمرہ نہیں بھولے بسرے ماں کا ہاتھ بٹا لیتی تھی۔ پھوہڑ ہو یا سگھڑ جیسی بھی تھی اور جو کچھ بھی تھی مگر ایک سے دو تھیں۔ بیٹی کا منہ ادہر موڑنا تھا کہ گھر کے کام دہندے سب ماں ہی کے سر آپڑے جھاڑو اور بہارو صفائی اور ستھرائی اوڑہنا اور بچھونا سینا اور پرونا ایک جان اور ہزاروں ٹنٹے۔ صبح سے رات ہو جاتی گھر کا بچہ بچہ سو جاتا اور اس نیکبخت کو کمر سیدہی کرنی نصیب نہ ہوتی ایک کام کو اٹھتی اور دوسرا کام اینڈ۔ مصالحہ پیسا تو چولہا اوندہا پانی گرم کیا تو روٹی

ٹکڑ اپٹ۔ ماما جب بھی تھی اور اب بھی۔ مگر بیٹی ہوئی رخصت ماں کی آنکھ میں مروت۔ کام
کرے اس کی جوتی ہاں اتنا فائدہ ضرور تھا کہ باتونی پرلے سرے کی تھی۔ ایک ذرا چھیڑ دو دنیا
بھر کے قصے سن لو۔ غرض بیچاری کو چار ہی دن میں زندگی وبال ہوگئی۔ اس پر طرہ یہ کہ بچے
کیسے غضب اوہار روتی کہ الٰہی توبہ۔ بچھونے سے روتے اٹھے اور روتے ہی سوتے۔ دیوار بیچ نند
اور آٹھ آٹھ دن آنے کی فرصت نہ ہو۔ کئی دن سے ارادہ کر رہی تھی آج دودھ پیتے بچے کو گود
میں لیے یہاں آئی۔ ٹکنا تو درکنار ابھی پوری طرح بات بھی کرنی نصیب نہ ہوئی تھی کہ بچہ نے
نے بلکنا شروع کیا۔ بہتیرا چمکارتی ہے پیار کرتی ہے۔ بہلاتی ہے ڈراتی ہے مگر وہ کس کی سنتا ہے
آواز ہے کہ کان کے پار۔ نگوڑی گندی بوٹی کا بساندا شوربا وہ ناک چنے چبوائے کہ ماں
کو دم لینا وبال ہوگیا۔ سینیاں بجائیں پٹاری کھٹکھٹائی۔ کنڈیاں ہلائیں برتن بجائے
مگر بچہ کیا ایک آفت تھا کہ لحظہ بہ لحظہ زیادتی ہی تھی۔ نسیمہ کچھ دیر تو چپکی بیٹھی دیکھتی رہی۔ جب دیکھا
کہ ماں ہلکان ہوئی جاتی ہے اور بچہ کی چیخم دھاڑ کسی طرح نہیں تھمتی تو اٹھی بھائی کو گود میں لیا
اور کندھے لگا ٹہلنے لگی مگر وہ کیا قابو میں آنے والا تھا۔ بالیاں ہاتھ میں آگئیں رکھ کر جو
گھسیٹتا ہے تو سارا کان لہولہان۔ پک تو پہلے ہی سے رہا تھا۔ اسوقت تو سچ مچ ہی جان نکل گئی
غضب یہ ہوا پھوار کا تھا کرتہ گو بیچ الجھ گئی اور ایسی الجھی کہ بہتیرا سلجھایا نہ سلجھی پھوپھی
نے اٹھکر بالی چھڑائی۔ بچہ لیکر ماں کو دیا۔ کان کو دیکھتی ہے تو تھل تھل خون بہ رہا ہے
نل میں سے پانی بھر تللی ڈالی اور کہنے لگی ایسی بےخبر لڑکی بھی نہیں ہو آج بارہ تیرہ دن سے
کان پک رہا ہے روز جھینکتی ہوں کہ بہتے ہوئے مصالحہ میں سے ذرا سا لیکر روئی کی پھریری سے
کان پر لگا لے مگر کون سنتا ہے۔ کل تو میں نے ٹھنڈے پانی سے دھوکر مرچوں کے بیج
پیسکر لگا دیئے تھے۔ آج میں بھول گئی۔ بیٹی بچہ کو لیا تھا تو آنکھیں کھولکر لیتیں ایسے اندھے
پنے سے لینا کیا ضرور تھا کہ جان بوجھکر کان اس کے آگے کر دیا۔ دھویا گھی اور سیندور
چار دن سے پڑا جھک مار رہا ہے۔ ایک دن بھی لگانا نصیب نہیں ہوا۔

ادہر ذرا کان کا لہو تھما ادہر خدا خدا کر کے بچہ کی آنکھ لگی تو دونوں نند بھاوجیں گاو تکیہ پر سر رکھکر لیٹ گئیں نسیمہ نے نواسی سے کہا کیوں بی تمکو پلاؤ اور میٹھے چاول بھی پکانے آتے ہیں۔ نواسی کچھ دیر تو چپکی رہی اور پھر کہنے لگی ہاں دو ایک دفعہ پکائے ہیں ترکیب پوچھی تو اس نے انٹ سنٹ جواب دینے شروع کئے۔ نسیمہ نے کہا میں تم کو پہلے پلاؤ کی ترکیب بتاتی ہوں۔ سُنو۔ پلاؤ دو قسم کا ہوتا ہی ایک یخنی کا ایک قورمہ کا سو یخنی کا تو اچھا ہوتا نہیں۔ قورمہ کا یوں پکتا ہی۔ سیر بھر کا حساب بتاؤں۔ چاولوں کو دہوکر بھگو دیا دو گٹھیاں بڑی لہسن کی دو پیاز کی تھوڑی سی ادرک پیکر الگ رکھ لیں گھی جتنا ڈالتا ہو کچھ نہیں تو سیر میں آدھ پاؤ تو ہو۔ پیاز ڈال بگھار لیا۔ پیاز سرخ ہوگئی تو نکال کر وہ لہسن پیاز جو رکھا ہی وہ ڈالدیا کوئی پندرہ ایک لونگیں چار پانچ چھوٹی الائچیاں چھلکوں سمیت اس گھی میں بگھار و سرخ ہوجائے تو اب گوشت دہوکر ڈالوا دیہون لو بس پھر کوئی تین آبخورے پانی ڈالکر دم پر چھوڑدو جب گوشت اچھی طرح گل جائے اور پانی بھی تھوڑا سا رہ جائے تو چاول ڈالکر آنچ کردو۔ چاول گل جائیں دم دیدو تو پلاؤ ہوگیا۔ میٹھے چاول تو آسان ہیں! ان میں گوشت کا جھگڑا نہیں گھی کڑکڑا کر لونگیں بڑی الائچیاں ڈالیں۔ لونگیں سرخ ہوگئیں چاول ڈالدئیے دو تین دفعہ چاولوں میں چمچہ یا کفگیر چلا کر اتنا پانی ڈالدیا کہ ایک کنی باقی رہ جائے۔ یعنی سب چاول ذرا کمی کے ساتھ گل جائیں پانی خشک ہوگیا تو کھانڈ ڈالدی اور دم پر چھوڑدیا آنچ ہلکی کردی یہ میٹھے چاول ہوگئے (اچھا بی نواسی تم کو مچھلی کا کانٹا گلانا آتا ہے۔

نواسی - اچھی بیگم تمکو آتا ہی مجھکو بتادو۔ اگلے برس حکیم جی کے ہاں میری ماں بھی مچھلی کا کانٹا گلانے کے سب ہی جتن کئے زرد کوڑی ڈالی کہیں قلعی کا چونہ مگر کانٹا تو گلا نہیں

نسیمہ یہ بھی کوئی بڑی بات ہی جب وے پڑیں اُنکو اُٹھا کر ان میں چاول بگہو دو مگر چاول پرانا اور اچھا ہو۔ تین چار روز تک بھیگے رہیں اچھی طرح پانی پی لیں اُنکو

نکالکر چھاؤں میں سکھا لو اور پیس کر رکھ لو۔ جب مچھلی پکائی تھوڑے سے برک دیئے
اور پتیلی کا منہ خام کر کے دھیمی آنچ کر دی دوپہر تک پکتی رہی پھر اُتار کر دیکھا ہڈی اور
کانٹا سب گلکر آٹا ہو جائے۔

نسیمہ بات ختم کر چکی تو لڑکے نے بازار سے پان لا کر دیئے۔ نواسی سے کہنے لگی دھو کر
پٹاری میں رکھ دو۔ لڑکی شریر تو معلوم ہوتی نہ تھی یا بھول گئی یا سنا نہیں پٹاری کھول
لگنی میں پھینک آ بیٹھی۔ تھوڑی دیر تک تو اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ نماز کا وقت آیا
تو نسیمہ نے وضو کر نماز پڑھی۔ پڑھ چکی تو نواسی سے کہا اچھی ایک ٹکڑا پان بنا دو۔
لڑکی پان بنا کر لائی۔ نسیمہ کہاتی ہے تو چونہ تیز کتھے کا پتہ نہیں کرکراہٹ ہے وہ الگ پٹاری
کھولکر دیکھتی ہے تو صافی کہیں پان کہیں کتھہ چونا ملا ہوا۔ چھالیہ میں زردہ۔ زردہ میں
چھالیا۔ کہنے لگی بوا ایک دفعہ کے ہاتھ لگانے میں پٹاری کی یہ گت کر دی کہ دیکھنے کو جی
چاہے سلیقہ اس کا نام ہے۔ پٹاری صاف ستھری لگنی اجلی طباق رکھے ہوئے تھالی ڈبکی ہوئی
چمچیاں سروتہ سب ٹھیک ہے پانوں کو دھویا نہ دھلایا یوں ہی پھینک آ بیٹھیں میں دیکھتی
تو شام تک سب سڑ جاتے۔ چاہیئے یہ تھا کہ دھو کر صافی میں اچھی طرح لپیٹ لگنی میں رکھتیں
تم نے تو بیگار سمجھکر ڈالدی۔ اسی واسطے پھوپھی اماں اپنی پٹاری کسی کو چھونے نہیں دیتیں
صاف اُجلی گردی کتھے چونے کے دھبوں میں غارت ہو گئی۔ اتنی ساری کتری
ہوئی چھالیا سب یوں ہی گئی۔ آخر میں بھی تو روز بناتی ہوں مجال ہے کبھی
چھالیہ میں زردہ کا ایک پھول تو پڑ جائے اگر کوئی بے زردہ کھانے والا آ گیا تو
اچھی خاطر ہوئی ایسی تواضع کو سلام کہ پان کھاتے ہی سر چکرانے لگا۔ ایک تو تم کبھی
بھولکر بھی چھالیہ کی ڈلیاں نہ رکھنا۔ پھوپھی اماں بہت ہی بگڑتی ہیں اور مجھے بھی نہیں معلوم
ہوتا ہے کہ پان بنا سو کہہ بیٹھی ہوں اور بیٹھے چھالیا کتر رہی ہیں۔ صبح دوپہر شام جب فرصت
ہوئی دو چار ڈلیاں کتر لیں۔ ڈبیا ہر وقت کتری ہوئی چھالیا سے بھری رہنی چاہیئے

ایک پان میں تم نے پٹاری کا ناس کیا۔ پان کا مزاج تو آدمیوں سے بھی زیادہ نازک ہوتا ہے بہت سے اوپر نیچے رکھکر پانی ڈالو گل جائیں گے نہ ڈالو سوکھ جائیں گے۔ چاہیئے یہ کہ صافی تر رہی پانی نہ بہت زیادہ ہو نہ کم۔ بی لڑاکی پان بنانا بھی کوئی آسان سا کام نہیں خدا نہ کرے کہ کسی پھوہڑ کے ہاتھ کا پان کھانا نصیب ہو۔ سب سے پہلا کام یہ ہے کہ صافی سے پان کو خوب اچھی طرح پونچھ لو تاکہ رگ رگ کی کرکراہٹ نکل جائے اوپر کی نوک نیچے کی جڑ توڑ دینی چاہیئے۔ پہلے چونہ لگاؤ۔ پھر کتھہ اور یہ دیکھہ لو کہ چونہ کتھے سے زیادہ نہ ہو کہ منہ کے ٹکڑے اڑ جائیں کتھہ بھی اتنا زیادہ نہ ہو کہ منہ کسیلا ہو جائے۔ اس کے بعد چھالیہ ڈالکر گلوری بناؤ۔ مردانے پان میں چھالیہ برائے نام ڈالنی چاہیئے۔ اب چھالی کو صاف کرو اور الگ کونہ میں زردہ رکھکر دیدو۔ میں نے بہت سی جگہ دیکھا ہے کہ کتھہ اور چونا چھانا نہ پھٹکا اٹھایا اور کلیوں میں بھر دیا برابر کی کرکراہٹ موجود کہ دانت نہ دیا جائے۔ ایک عیب پان کھانے والوں میں بھی دیکھا ہے کہ انگلی سے پونچھا اور دیوار سے مل دیا۔ تم ہی خیال کرو کیسی بدتمیزی کی بات ہے پان کھانے میں ایک یہ بھی احتیاط کرنی چاہیئے کہ پان کھولکر دیکھہ لیں ممکن ہے غلطی سے زردہ پڑ گیا ہو یا چونا زیادہ ہو تو خواہ مخواہ کی تکلیف بھگتنی پڑے کسی غیر آدمی کو پان دو تو اگالدان بھی رکھدو کہ تھوکنے کی دقت نہ ہو۔

(۲۴)

انسان مرد ہو یا عورت بڈھا ہو یا جوان۔ آنکھیں کھولکر دیکھے قدرت نے کیسے کیسے سامان مہیا کر دیئے صبح دوپہر شام رات۔ جاڑا گرما برسات۔ آم خربوزے جامن انار گیہوں باجرا مونگ جوار بیشمار نعمتیں ہیں جو اس پروردگار نے اپنے بندوں کو عطا فرمائیں پھول کی ایک پنکھڑی اور درختوں کا ایک ایک پتا زبردست شہنشاہ کی حکومت کا پتہ دے رہی ہیں چاند سورج۔ زمین آسمان جنگل پہاڑ دریا میدان قدرت کا جلوہ ہر جگہ چمک رہا ہے۔

صبح کی نماز پڑھ کر ایک روز سنجیدہ اپنی چھوٹی سی کیاری کی دیکھ بھال میں مصروف تھی خوشرنگ پھولوں کے کھلے چاروں طرف رکھے ہوئے تھے۔ گلاب کے ایک پودے پر نگاہ پہنچی پتلی سی شاخ سرے پر پھول ہوا کے جھونکوں سے دہری ہوئی جاتی تھی دیکھتی رہی اور دیکھتے دیکھتے کہنے لگی کیا خدا کی شان ہے مہینہ بھر بھی تو نہیں ہوا بیج ڈالے آٹھ دس روز میں پھوٹ نکلے بیس روز میں پودہ ہو گیا کونپلیں آئیں کلیاں نکلیں سبحان تیری قدرت آج پھول کھل رہا ہے۔

کل ہی کا تو ذکر ہے نسیمہ بنگالے کی مینا چاروں طرف باتیں لٹکاتی پھرتی تھی۔ آج ماشاء اللہ دوسروں کو سبق دے رہی ہے صفائی ستھرائی شرم حیا رحم ملنساری خوف خدا غرض وہ سب صفتیں جو لڑکیوں کا سچ مچ زیور ہیں کوارپتے میں حاصل ہو گئیں۔ کھانا پکانا سینا پرونا کیا کام تھا جو اُسے نہ آتا ہو ادب لحاظ سلیقہ اطاعت کون سا ہنر تھا جو اس میں ہو ماں اور پھوپھی جو چاہتیں وہ کہتیں اور وہ چپکی بیٹھی سنتی کیا مجال جو نیچی سے اونچی نگاہ کرلے یا آنکھ ملا کر جواب دیدے ناممکن تھا کہ کوئی سچا حاجتمند اس کے دروازے پر آئے اور خالی چلا جائے مشکل تھا کہ اس کے ہاتھ سے آدمی تو آدمی کسی جانور کو بھی تکلیف پہنچ جائے نو دس برس کی جان جیٹھ بیساکھ کی گرمی اور تیسوں روزے۔ جاڑا ہو یا صبح کا وقت نماز اور قرآن چھوٹوں سے جی بڑوں سے جناب ہمسایہ سے سلوک۔ بزرگوں کا ادب رحم کی نظر میٹھی زبان برابر والوں سے محبت چھوٹوں پر مہربانی، ہاتھ کی سچی دل کی اچھی تمکنت نہ غرور شیخی سے الگ نخوت سے دور۔ نسیمہ ایک قسم کا فرشتہ تھی کہ بڑی بڑی ایمان والیاں اس کے دامن پر نماز پڑھیں۔ محلہ کے لئے سبق کنبہ کے لئے نمونہ خاندان کے لئے ایک مثال تھی دور دور کی لڑکیاں اور بوڑھی بوڑھی عورتیں اس سے صلاحیں لیتیں اور وہ بتاتی اتفاق یہ ہوا کہ ایک دن دوپہر کے وقت پھوپھی بھتیجیاں بیٹھیں کھانا کھا رہی تھیں سنجیدہ کی نظر بھتیجی کی جوتی پر پڑی نہ جوتی ایسی پرانی تھی نہ

نسیمہ ایسی بدتمیز مگر خدا جانے کیا ہوا اور کیونکر ہوا، دایاں بایاں دونوں پیر الگ ٹیڑھے بدصورت اور بے ہنگم کہا نا کھا چکی تو سنجیدہ نے کہا بیٹی۔ یہ تو میں نے آج ہی دیکھا۔ انگریزی میں تو سنا تھا۔ ہندوستانی میں دایاں بایاں آج دیکھا ہے۔ دلی کی سلیم شاہی پندرہ بیس دن کی پہنی اور سیدھا پاؤں الگ الٹا الگ تم ہی نے آج انوکھی نہیں پہنی ہم نے بہت سی پہنیں اور توڑیں مگر یہ کبھی نہ معلوم ہوا کہ یہ سیدھی ہے یہ الٹی۔ کیسی نالائقی کی بات ہے کہ ایک ہی پاؤں ڈالکر جو پہننا شروع کیا تو پھر پلٹنا قسم ہو گیا۔ ہیر پھیر کر پہننی چاہیئے۔ کبھی یہ کبھی وہ۔ ایک رخ پہنتے پہنتے تو آپ ہی جوتی کی صورت بگڑ جائے گی۔ دو چار دفعہ بے احتیاطی کی اور جوتی الٹی سیدھی ہوئی پھر پلٹو گی بھی تو پاؤں کو اولوا ولو معلوم ہوگی چلو جوتی کا ناس ہو گیا۔ کبھی تم نے میرے پاؤں میں بھی دیکھا۔ لو دیکھو تین مہینے کی پہنی ہوئی ہے میلی ہو گئی تو کیا شرافت تو برس ہی ہے۔ عمر بھر میں نے یہی پہنی۔ ایک دفعہ کی تو قسم کہاتی نہیں۔ ہاں کبھی کوئی دس بارہ دن اور خوشی سے نہیں مجبوری سے گھتیلی ضرور پہنی ہے۔ ورنہ جب سے ہوش سنبھالا آج کے دن تک یہی منگوائیں۔ قسم لے لو جو کبھی انگریزی یا گول پنجہ کی پاؤں میں بھی ڈالی ہو۔ مگر بیٹی ایسے بے ڈھنگے پہنے سے کبھی نہیں پہنی۔ نسیمہ بیٹی اپنی غلطی اور نسیمہ بیگم تم سے میری تو اتفاق سے نظر پڑ گئی۔ تم تو جو جوتی پہنتی ہوگی اس کا یہی حال ہوتا ہو گا۔ ہاں خوب یاد آیا۔ اس دن تم کیا کہہ رہی تھیں کہ انگریزی جوتی ہندوستانی سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مجھ سے پوچھو تو کیا خوبصورتی کیا آرام اور کیا صرف کسی لحاظ سے بھی میں انگریزی جوتی کو پسند نہیں کرتی اس سے تم خاطر جمع رکھو میں ایسی دقیانوسی خیال کی عورت نہیں ہوں کہ محض انگریزی ہونے کے سبب ناپسند کروں۔ تمہاری نانی اماں کی طرح میں یہ نہیں کہتی کہ گھر کی بہو بیٹیاں میم بن گئیں مگر میں انگریزی جوتی کو ہندوستانی سے بہتر نہیں سمجھتی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں فقط اس لئے کہ انگریزی ہے۔ پسند کر لوں۔ دونوں کا مقابلہ کر لو۔ جو خوبصورت

آرام کی ہو وہ اچھی چاہے انگریزی ہو چاہے دیسی۔ تم زیادہ سے زیادہ یہ کہوگی کہ ہندوستانی جوتی کا سارا املا کیچڑ میں بھر جاتا ہے اور وہ فرش پر لیجانے کے قابل نہیں ہوتی یہ نقص تو انگریزی میں بھی موجود ہے کم ہو یا زیادہ مگر ہے تو سہی۔ تمہارے دل میں اس وقت یہ ہوگا کہ پھوپھی اماں اس دن کے وعظ میں جو حدیث سن آئی ہیں کہ جو شخص کسی قوم کی نقل کرتا ہے وہ اسی میں سے ہے اس لئے برا کہہ رہی ہیں۔ سو بیٹی یہ بات نہیں اس کے متعلق تو میں کل ہی ایک ایسے شخص کی رائے پڑھ چکی ہوں جو مجھ سے اور تم سے اور خود مولوی صاحب سے بھی ہزار درجہ زیادہ لائق ہے۔ یعنی امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں جسکا اردو ترجمہ میں آج کل دیکھ رہی ہوں اچھی طرح صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کسی قوم میں کوئی اچھی بات موجود ہو تو اس کو نہ اختیار کرو نہ اسکا یہ منشا ہے کہ لباس خوراک وغیرہ میں مشابہت نہ کرو۔ نسیمہ بیگم میں ایسے مولویوں کے ڈھکوسلے میں آنے والی نہیں جو اپنے حلوے مانڈے سے کام رکھیں قوم چاہے کل کی ڈوبتی آج ڈوب جائے مگر بیٹی برا مانو یا بھلا مجکو تو جیسا بھرا بھرا پاؤں ہندوستانی جوتی میں معلوم ہوتا ہے انگریزی میں ہرگز بھی نہیں معلوم ہوتا اور رہا انگریزی پر کیا موقوف ہے گول بخیہ کی جوتی سے میں اور بھی زیادہ چلتی ہوں نہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ سلیم شاہی جوتی اٹھائی اور بھدی کر لی مگر ہاں اتنا ضرور کہوں گی کنواری بیٹیوں کو بہت بننا سنورنا اچھا نہیں تو یہ تو یہ تو میں مر کر بھی نہ کہونگی کہ کنواری لڑکی سلمہ ستارے کی سلیم شاہی جوتی میکے میں منگائے پہرے اس سے تو انگریزی ہی اچھی وہ ترک بھڑک تو نہ ہوگی۔ مگر تمہاری اس ایک پھول کی جوتی سے تو میں کیوں ہی اچھا سمجھنے لگی لیکن سلمہ ستارے کے مقابلہ میں تو وہ ہزار درجہ بہتر۔ جب خدا وہ دن لائیگا کہ یہ روک ٹوک نہ رہے اس وقت تو جو بات ڈلاسی جوتی میں ہوگی انگریزی کے باپ کو بھی نصیب نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ کھائے من بھاتا پہنے جگ بھاتا۔ چیز پہنے تو ایسی جو دیکھنے والوں کی آنکھ میں کھب جائے۔ تب تو یہ جانو قیمت وصول ہوئی دام بھر پائے

روپیہ ٹھکانے لگا۔ انگریزی ہندوستانی دو جوڑے پاس کھکر پر کھو پہن کر پوچھو پہنا کر دیکھو جو آن اس میں نکلے گی اس میں کہاں۔ اب ہی اپنی طبیعت اسکا تو علاج ہی نہیں

(۲۵)

سنجیدہ کا لہجہ نرم تھا یا گرم مگر مضمون تھا معقول اور بات تھی درست نسیمہ زبان سے قائل نہ ہوئی تو کیا دل میں نادم ضرور ہو گئی کن انکھیوں سے جوتی کو دیکھا نظر پڑ نی تھی کہ قصور دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ نیچی نگاہ کرکے جو بیٹھی تو پھر آنکھ اٹھانی قسم ہو گئی۔ اتنے میں نو اسی دوڑی ہوئی آئی اور کہا چھوٹی بی مٹھو مر گیا۔ گھبرا کر اٹھی اور سٹ پٹا کر چلی ڈھیلے پائچوں کا پائجامہ پاؤں الجھا اور دھڑام سے گری۔ مگر طوطے کی محبت اتنی زیادہ تھی کہ اپنی چوٹ بھول بھلا اٹھی اور سنبھل سنبھلا پھر چلی نسیمہ کے اس طرح گرنے پر نو اسی کو بے اختیار ہنسی آئی مگر میاں مٹھو کی محبت نسیمہ کو کچھ ایسی غالب تھی کہ چوٹ کا خیال نہ ہنسی کی پرواہ جا کر دیکھتی ہے تو سچ مچ مٹھو ٹیں۔ سال بھر کی محنت بولتا ہوا جانور دیکھکر دم کی دم میں رہ گئی۔ طوطا پہاڑی تو نہ تھا مگر تھا کسی ایسے کرٹے نیم کا کہ ایک بات کہنے کی دیر تھی۔ سنی اور رٹی۔ اس غضب کا بولتا تھا کہ گیا کوئی مینا بولیگی۔ دانہ پانی روٹی ٹکڑا سب اپنے منہ سے مانگتا۔ ذرا نسیمہ ادھر ادھر ہوئی اور اسنے چیخنا شروع کیا چھوٹی بی کہاں گئیں نسیمہ خود اس پر جان چھڑکتی تھی۔ شام کو دانہ پانی کھلا پلا الگنی میں لٹکایا۔ ہونی شدنی اتارنا بھول گئی دو تین دفعہ تو مٹھو نے آواز بھی دی مگر غریب کی تقدیر میں مرنا تھا کسی نے نہ سنا جاڑوں کے دن ٹھنڈک کا وقت۔ ہوا کہہ ٹہر کلیا میں پانی کی بوندیں خدا جانے ہوا لگی یا پیاس مٹھی بھر کی جان پھڑ پھڑا پھڑ پھڑا ختم ہو گیا سنجیدہ پہلے تو نو اسی کی جان کو آئی کہ یہ کیسی نالائقی کی حرکت ہے وہ تو گری اور تو بیٹھی کھل کھل ہنس رہی ہے خبر نہیں کن جانوروں میں ہے کہ نام کو تمیز نہیں کوئی گرے کوئی ہنسے ایسی ہنسی تو جوتیاں کھلواتی ہے دوسرے کی تکلیف پر خوش ہونا آدمیت تو ہے نہیں۔ جانوروں کا کام ہے۔ تجھے

تو یہ چاہیے تھا دوڑ کر اٹھاتی ہاتھ دباتی پاؤں دباتی پوچھتی چھوٹی بی کہاں چوٹ لگی۔ افسوس کرنے سے تو گئی الٹی باغ باغ ہو گئیں۔ ایسا ہی ہنسنے کا مرض تھا اور کسی طرح نہیں رک سکتی تھی تو ادھر چلی جاتی پیٹ بھر ہنس لیتی پھر آ جاتی۔ ہنسنا اور منہ در منہ بے غیرتی تو اسی کا نام ہے۔ تمہاری گود میں بیٹھوں اور تمہاری ڈاڑھی کھسوٹوں اگر وہ غصہ میں کچھ کہہ بیٹھتی۔ چوٹ لگی ہوئی جی جلا ہوا کوئی ایسی ویسی بات کہہ دیتی تو منہ پھلا بیٹھ جاتی۔ بیٹی تو ہی سوچ یہ تیرا کام خفگی کا تھا بھی یا نہیں آج تو خیر سمجھا دیا اب ایسی نالائقی نہ دیکھوں۔ میرے پاس ایسی لڑکیوں کا کام نہیں چاہے کل سے آنا یا نہ آنا۔

سنجیدہ تو اسی کی فضیحتی کر رہی تھی اور نسیمہ بیچاری گرنے کا خیال نہ ہنسنے کا ملال گم سم بیٹھی مٹھو کو دیکھ رہی تھی۔ سنجیدہ ادھر سے فارغ ہوئی تو بھتیجی کی طرف رخ کیا اور کہنے لگی ایسی بولاہٹ بھی کس کام کی آؤ دیکھا نہ تاؤ پائنچے چھوڑ جھاڑ جھٹ اٹھ کھڑی ہوئیں وہ تو خدا نے خیر کی کہ گاؤ تکیہ بیچ میں تھا۔ نہیں تو خدا جانے آنکھ پھوٹتی۔ سر پھوٹتا۔ نہ بھونچال کی طرح چلتیں نہ چوٹ لگتی دوڑ چلیے نہ گر پڑیے اسی لئے تو میں ان سولہ سترہ گرہ کے پائنچوں سے جلتی ہوں فائدہ نہ حاصل صرف کا صرف اور تکلیف کی تکلیف ہر وقت پائنچوں کی نوکری کیجیے۔ ایک ہاتھ تو بس اسی لئے اینٹھ ہو گیا ذرا چوکے اور پائنچا کیچڑ میں لت پت مٹی میں لتھڑ پتھڑ اب اس مرے کو پھنکوا دو بیٹھی پنجرے کو کیا گھور رہی ہے مرنا تھا مر گیا اور تمہاری جان کو دعائیں دیتا مر گیا ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کلیا کیسی خشک پڑی ہے پانی کی بوند تک نہیں ایک جان تمہارے ہاتھوں جانی تھی وہ گئی رات کو باہر نکل کر دیکھنا کیسا جھکڑ چلتا ہے کہ قدم نہ اٹھے اس پالے میں رات بھر بے زبان جانور باہر ٹنگا رہا مرتا نہیں تو کیا کرتا اپنی آرام کی چیز سب چیزیں اندر پہنچا دیں اس کی جان تو مفت کی تھی اسے کیوں لاتیں۔ یہ پانچ سات بے زبان اللہ کی مخلوق تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے ان کا گھربار چھڑا ہمجنسوں سے تڑوا۔ گھر سے کوسوں دور بے خطا بے قصور اپنا جی بہلانے کو انہیں قید کیا

تو اپنے آرام سے زیادہ اُن کے آرام کا انتظام کرو۔ کھلا کر کہاتیں پلا کر پیتیں پہلے انکو سکھہ دیتیں پھر آپ آرام کرتیں۔ ہاں یہ بدنصیب جانور تمہارے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کر گیا۔ ہوا سے بچنے کے لئے آپ تو پردے بھی چھوڑے انگیٹھی بھی جلوائی۔ اس مظلوم کا دہیان تک نہ آیا۔ کس محبت سے کہتا تھا، مٹھو بیٹے کی بیوی مٹھو بیٹیا اپنی جان میرے قربان کر گیا کسی دن کا کہانا وڑہنا بھول جاتیں تو میں سمجھتی طوطے کو بھی بھول گئیں ایسا لاپروا مزاج تھا تو ایک جان کے پالنے کی ذمہ داری کیوں لی تھی۔ کس بھروسہ اور کس برتے پر۔ اب کچھ تھوڑے سے لال اور رہ گئے ہیں آج انکو بھی بھولجاؤ تو پاپ کٹ جائے۔ جاری نواسی اس کو پنجرے سے نکال باہر پھینک آ۔

(۲۶)

دن اسی کل کل بیٹ پٹ میں تمام ہونے آیا نسیمہ عصر کی نماز پڑھ کر بیٹھی کتاب دیکھہ رہی تھی۔ دہوبن نے کپڑوں کا گٹھر لاکر آگے ڈالا اور کہنے لگی اچھی چھوٹی بی جلدی سے کپڑے دیکھہ لو میرا بچہ صبح سے بخار میں پل بلا رہا ہے۔ اُسکے لئے دوا لیجاؤں نسیمہ نے نواسی سے کاپی منگوائی۔ کپڑے کھولے اور ملانے شروع کئے اور گن گنکر لاگ کہتی گئی۔ احتیاط اتنی تھی کہ ہر کپڑے کو اندر سے کھولکر دیکھہ لیتی تھی کہ کوئی داغ دہبہ تو باقی نہیں رہ گیا۔ کچی جلکن کا نیا دوپٹہ سوئی کا ٹانکا ٹوٹا یوں کا یوں ہی دُہلنے بھیجدیا تھا تیسری تہہ پر دیکھتی ہی تو دوپٹہ بتی بتی۔ نون باندہنے کے لائق بھی نہیں دہوبن نے کہا قصور وار تھی منت سے کہنے لگی بیگم نقصان تو بیشک ہوا میں روٹی پکانے میں رہی لادی کی لادی آگے پڑی تھی بیل نے چبا لی میرے حساب سے کاٹ لینا۔ دہوبن کا یہ جواب سنکر نسیمہ نے کہا میری لگی لگائی لاگت اور خوشی تم نے سب غارت کردی۔ کاٹوں گی تو میں کیا خاک مگر رنج بہت ہوا۔ تکیہ کے دونوں غلاف پلنگ کی چادر اور میری اوڑہنی کہاں ہیں۔ نتھنے کے ہاتھ بھیجی تھی دہوبن سنتے ہی لگی قسمیں کہانے کہ میرے ہاں کوئی چیز نہیں گئی ادہر نسیما اُدہر دہوبن دونوں قسمیں

کہا رہے ہیں نہ کہتا ہی میں دے آیا نہ کہتی ہو نہیں لایا۔ سنجیدہ بولی بیٹی ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ کہا اپنے ہاتھ سے دینا اور اپنے ہاتھ سے لینا۔ یہ کیسی بے عقلی ہو کہ جو ملا اس کے ہاتھ بھیجدیا۔ دیکھ لو اتنے کپڑے جان سے جاتے رہے۔ سنجیدہ ابھی بگڑ رہی تھی کہ بھاوج کے ہاں سے لڑکی پوچھتی ہوئی آئی یہ اوڑھنی چھوٹی بیگم کی تو نہیں ہو۔ بیوی کہتی ہیں کہ میرے ہاں تو رینگ کی اوڑھنی کسی کی ہو نہیں۔ نسیمہ نے اوڑھنی لیکر غور سے دیکھا پھر کہنے لگی پھوپھی اماں ذرا آپ دیکھئے میں تو جانوں میری نہیں ہو۔ سنجیدہ نے کہا میں کیا دیکھوں۔ سیاہی کی شیشی پڑی جھک مار رہی ہو اتنا ہوش تم کو نہیں کہ کپڑوں پر نام لکھ لو اتنی سستی بھی کس کام کی کہ ایک دو حرف لکھنے کی فرصت نہیں اب جو مصیبت ہو بھگتو اور اس غریب کو بھی تو چھٹی دو۔ ذرا تم آپ ڈھونڈو لڑکی کہاں کہاں سے کپڑے لائے گی دنیا بھر کا قاعدہ یہ ہو ایک جگہ مقرر ہوئی میلے کپڑے سب نے وہاں اُتار دیئے۔ میرے گھر کا باوا آدم ہی نرالا ہو۔ دو یہاں دو وہاں تین کہیں چار کہیں۔ کچھ دھوبن نے کھوئے کچھ گھر میں گئے چلو چھٹی ہوئی۔ سبحان اللہ یہ کرتا آیا ہو دھوئیں میں کالا تیل میں چکٹ بے جات یہ دُھلنے کا کیا خاک۔ لاکھ صاف ہو جائے دھبے تو باقی ضرور ہی رہیں گے میلے کپڑوں کو بھی احتیاط سے رکھتے ہیں جتنے اُجلے اور صاف جائیں گے اتنے ہی اچھے اور آبدار دُھلکر آئیں گے لو موزہ ایک ہی ہو دوسرے کا پتہ نہیں جب ہی تو کہتی ہوں اُتارتے ہی وقت حفاظت سے رکھو تو اس وقت یہ ڈھنڈیا کیوں پڑے اور اس اوڑھنی میں کہیں کونچ لگ گئی تو سینا بھی نصیب ہوا کہ دھوبن کے ہاں جا کر بالکل ہی تار تار ہو جاتا بیچ کیا ہو گیا دھوبن کے یہاں پھٹا ہوا کپڑا جانا کیسی بے عزتی ہو۔ چلو اس بیچاری کو تو کپڑے لکھکر رہائی دو۔

دھوبن میلے کپڑے لیکر گئی تو نسیمہ نے کھڑی لا شیشی اتار نئے کپڑوں پر نام لکھنا شروع کیا۔ سنجیدہ بولی لکھتی تو ہو مگر اس میں ایک خرابی یہ ہو کہ دھلکر سیاہی پھیل جاتی ہو

کپڑے پر نام لکھنے کی ایک ترکیب مجھکو مس صاحب نے بتائی تھی۔ یاد رکھنا بھولنا مت چربے کا کاغذ ایک تختہ کاربن پیپر یعنی کالا کاغذ ایک تختہ (نیلا ہو تو اور اچھا) تھوڑا سا موم جامہ کا کپڑا یہ تینوں بازار میں آسانی سے مل جائیں گے۔ پہلے چربے کے کاغذ پر پھول یا حرف یا اور کوئی نشانی جو بنانی ہو بنا لو یا کہیں سے دیکھکر نقل کر لو پھر اس کو ہاتھ سے صاف کر لو یعنی موٹی یا بھدی پھیلی ہوئی نہ رہی سکے الگ رکھکر موم جامہ کے کپڑے میں سے اس چربے کے کاغذ سے جس پر نشانی بنائی ہے ذرا بڑا کتر لو۔ اس کپڑے کے ٹکڑے کو کاغذ پر رکھکر پنسل یا سیاہی سے ہو بہو نقل کر لو۔ پھر جس کپڑے میں نشانی ڈالنی ہے اس کے کسی کونہ پر یا جہاں لکھنا ہے پنوں سے یہ ٹکڑا کپڑے کا لگا دو۔ اس کے بعد پہلے کاغذ کا اتنا ہی ٹکڑا کتر کر موم جامے اور کپڑے کے بیچ میں رکھو پھر کسی قلم کی ڈنڈی یا ہاتھی دانت کی سلائی وغیرہ کو موم جامے کے پھول پر خوب زور سے پھیرو تاکہ کالا کاغذ اپنا نقش کپڑے پر دیدے۔ دھوئے دھوئے نہ جائیگا بیٹی میلے کپڑوں کا انتظام نہ کروگی تو اجلے کہاں سے پہنوگی۔ میں نے جو کچھ کہا تمہارے فائدہ کو کہا۔

قصور تھا واقعی اور خطا درحقیقت نسیمہ دم کیا مار سکتی تھی پھوپھی کہتی جاتی تھی اور اس پر گھڑوں پانی پڑ رہا تھا۔ کپڑے جمع ہوئے تو وہ اس ڈھنگ کے اوڑھنی ملی تو پاجامہ ندارد دوپٹہ ہے تو کرتہ نہیں۔ مزا یہ تھا کہ ایک کرتہ ایک پاجامہ پھرتا پھراتا اناج کی کوٹھری میں جا پہنچا صندوق میں گھی کا کنستر رستہ میں کپڑے لاتے لیجاتے خوب ہی ٹپکا گھی کی خوشبو۔ کپڑے کا معاملہ کرتہ کی آستین پاجامہ کی موہری چوہے لے گئے۔ اوڑھنی کی ڈھنڈیا پڑی تو وہ بھی آدھی سے زیادہ بل میں پہنچ چکی تھی۔ کپڑے آئے تو سہی مگر کیسے بے ڈھنگے اور تتر بتر کہ خدا کی پناہ۔ ایک مٹی کے تیل میں بسا ہوا تو دوسرا کیچڑ میں لت پت کسی پہ گھی کسی پہ تیل کسی پر گارا کسی پہ کیچڑ۔

سنجیدہ جیسی بیوی کا گھر اور نسیمہ جیسی بچی کا انتظام کپڑوں کی یہ گت ہنسی بھی آتی ہے

افسوس بھی ہوتا ہے۔ مگر خدا نواسی کا بھلا کرے جب صفائی کی ضرورت ہوئی غسلخانہ میں گئی اور میلا کپڑا اُٹھا لائی نسیمہ غریب کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ کپڑوں کو یہ آگ لگ رہی ہے اور بی نواسی کوڑے استرے سے میرا سر مونڈ رہی ہیں سچ کہیں نسیمہ اس غصہ میں نواسی کا نام لے دے تو سنجیدہ کچھ نہیں تو اسکو کچا کھا جائے۔ مگر انسانیت سمجھو یا محبت ساری آفت اپنے سر لے لی اور اسکا نام نہ لیا۔

(۲۷)

تربیت اور تعلیم دونوں چیزیں جیسی لازمی اور ضروری ہیں ایسی ہی مشکل اور اہم یہی وجہ تھی کہ سنجیدہ نے صرف تربیت اپنے ذمہ لی اور تعلیم اُستانی کے سپرد کی۔ وہ مرچکی اور ہم کو مرنا ہے۔ سنجیدہ نے تربیت کا حق ایسا ادا کیا کہ اگر کوئی کرے گا تو بس اتنا۔ تیرہ برس کی نسیمہ نا کا جوڑی کا بخیہ ایسا کرتی تھی کہ اچھے اچھے سینے والے اس کے ہاتھ پر عش عش کرتے سنجیدہ جیسی سکھانیوالی اور نسیمہ جیسی سیکھنے والی ماشاءاللہ دسوں انگلیاں دسوں چراغ تھیں کیا مجال جو کپڑے پر کبھی کسی قسم کا داغ دھبہ نظر آیا ہو مزاج میں احتیاط یہانتک کہ کبھی میلے ہاتھ تک سے کپڑا نہ چھوا۔ سینے بیٹھی تو پہلے جگہ صاف کی۔ چاندنی ہوئی چاندنی۔ چادر ہوئی چادر۔ غالیچہ۔ قالین۔ دری۔ رومال کوئی چیز بچھا لیتی تب اپنا اختر بختر کھولتی۔ کھانے سے فارغ ہوئی۔ صابن سے ہاتھ دھوئے پھر کبھی تک پڑ کر سو گئی مگر اس کے واسطے دن کو سونا حرام تھا ہر کہ چھپا چھپ چل رہا ہے یتیم خانے کے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے موٹے جھوٹے کپڑے لاتے اور وہ سر آنکھوں پر رکھتی عید سے ایک دن پہلے ایک بچہ سات نہیں آٹھ برس کا ہوگا رات کے وقت اپنا کرتہ پاجامہ لینے آیا۔ نسیمہ دن بھر چھوٹے بھائی کے کپڑوں میں لگی رہی۔ کپڑا یونکا یوں ہی رکھا رہا۔ بن ماں باپ کا بچہ اجلے کپڑوں کی خوشی عید کی امنگ سب خاک میں مل گئی۔ آنکھ میں آنسو بھر کر کہنے لگا۔ "اچھا تو آپا میں جاتا ہوں" نسیمہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو آنسو بہہ رہے تھے۔ سوچنے لگی اسکا میرے اوپر کچھ زور نہیں خوشی کا سودا ہے مگر اسکا دل اس وقت کیا کہہ رہا ہوگا۔ بچے کو اپنے

پاس بلا کر سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی بھائی اپنا دل نہ کڑہا۔ نہانے سے پہلے آکر اپنے کپڑے لیجائیو۔ مانا کہ لڑکا بچہ تھا۔ لیکن نسیمہ بھی تو بڑی بوڑہی نہ تھی۔ برس کا برس دن عید کا موقع۔ رات بیچ میں۔ چوڑی مہندی کپڑا لتہ بیسیوں کام تھے۔ مگر صد آفرین نسیمہ کو بیچ رات سے لیکر جو بیٹھی تو گھر کا بچہ بچہ سو گیا اور وہ نہ ہلی۔ ادہر موذن نے صبح کی اذان دی ادہر اس نے ٹانکا توڑا۔

تربیت ہو تو اتنی اور تقدیر ہو تو ایسی جتنی محنت سنجیدہ نے نسیمہ پر کی سب ٹھکانے لگی سچ یہ ہے جیسی جانفشانی سے اس نے بھائی کی اولاد کو پالا۔ آج کوئی اپنے پیٹ کی اولاد کو نہ پالیگا۔ کونسا کام تھا جو نہ سکہایا اور کیا بات تھی جو نہ بتائی چھہ برس کی جان کو برابر بٹھا سوئی دہاگا حوالے کیا۔ کترنیں آگے ڈالیں اور تیپچی شروع کروا دی ذرا ہاتھ چل نکلا تو چھوٹے بھائی کا کرتہ دیا اور کہہ دیا برابر کے دونوں تنے ہیں کندہوں کی تیپچی چار انگل ادہر چار انگل ادہر پھر دو مگر اتنی احتیاط کرنا دونوں تیپچیاں برابر ہوں یعنی اوپر کی چکلی رہے اور نیچے کی پتلی دونوں سیونیں برابر رکھو گی تو سیون موٹی ہو جائیگی۔ کندہوں کی تیپچی کر لو تو بغلوں اور آستینوں کی سیونیں لو وہ بھی اس طرح کہ اوپر کی چکلی نیچے کی پتلی مونڈہے کے اوپر دونوں آستینوں کے دو دو انگل کی پٹی چھوڑ کر لگانا سمجھہ گئیں؟ چاکوں کے بیچ میں انگل بھر کی چکوتی لگے گی۔ جو بات نہ سمجھی ہو ابھی سے پوچھہ لو۔

تیپچی کی ترکیب یہ ہے کپڑا ہاتھ میں لیکر بڑا اوپر اور چھوٹا نیچے رکھا اور پھر سینا شروع کیا۔ سوئی میں جتنا کپڑا آجائے یعنی جب سوئی میں کپڑا بھر جائے اس وقت سوئی نکال لو اور پھر آگے شروع کرو۔ اسی طرح ساری سیون ختم کر لو۔ جب پوری کر چکو تو جہاں سے تیپچی شروع کی ہو وہاں سے ناخن دو مطلب یہ ہے ناخن سے کھینچکر صاف کر دو کہ تیپچی کے بیچ میں جھول یا سلوٹ نہ رہ جائے یا تاگے کی گرہ نہ پڑ جائے۔ ہاں جہاں تیپچی ختم ہو وہاں دو تین ٹانکے لگا کر دہاگا توڑنا کہ ادہڑ نہ جائے۔ پھر ٹھپکی دینا وہ اس طرح کہ سیون

کو موڑ کر بس پھر کرتہ کو ہاتھ سے صاف کر دو۔ اب کرتہ کھڑا ہو گیا۔ وہ جو مونڈھے کی پٹی چھوڑی ہے اس میں لال ڈورا دو۔ چکلی پٹی اوپر اٹھائی ہے نیچے کی تپلی سیون میں ڈورا رکھا اور وہ چکلی سیون اوپر رکھ دی۔ سیدھا کیا اور کوک دی کہ چکلا تپلا نہ ہو جائے۔ کوک تو جانتی ہو نہ؟ (شپتہ) لمبے لمبے ٹانکے ڈورے کے برابر لگا دیئے کہ ڈورا چکلا تپلا نہ ہو اب کرتہ کو پھر الٹا کیا اور کلی کی سیون سے ترپن شروع کی اوپر کی سیون جو چکلی ہے کتر وا اس سے موڑا۔ دو حصہ باہر ایک حصہ اندر مگر موڑا اس طرح کہ سلوٹ نہ رہی پھر اسے برابر ترپنا شروع کر دیا۔ باریک باریک کلی کی سیون کو ترپتے ترپتے مونڈھے تک آئے مونڈھا کر کے دوسری کلی پر اتر گئے اسکو نیچے جا کر ختم کیا۔ غرض اس طرح چاروں کلیاں کر لیں پھر بغل کی سیون شروع کی۔ دونوں بغلوں کو ختم کیا۔ اس کے بعد آستین کی سیون شروع کی اور دونوں آستینوں کو پورا کیا۔ اتنا ہو چکے تو کرتہ کو اب سیدھا کرو۔

ترپن کا قاعدہ یہ ہے کہ کپڑا دونوں گھٹنوں میں پکڑ کر ایک ایک ٹانکا نکالنا شروع کر دیا۔ بیچی کی طرح نہیں کہ جب کپڑا سوئی میں بھر گیا تو چھوڑا اگر ہاں جس طرح بیچی پر ختم کرتے وقت دو تین ٹانکے لگاتے ہیں اسی طرح ترپائی میں ٹانکا توڑتے وقت دو تین ٹانکے یوں ہی لگا دیتے ہیں اور پھر ختم کرتے ہیں۔ بیچی کو ناخن سے صاف کرتے ہیں۔ ترپائی کو انگلی پھیر کر کہ ٹانکا اچھی طرح بیٹھ جائے۔

پھر کرتہ سیدھا کیا ایک انگل سے کم گھیر موڑا اور اس کی سیون ترپن کے لئے موڑ کر ترپنا شروع کیا۔ گھیر ختم کیا اور چاکوں کی سیون بہت تپلی موڑی اگر چاکوں میں ہے تو گھیر ترپا جائیگا۔ چاک نہیں ہے کلی نہیں ہے تو چار سیونوں میں یہ سب کر چکو تو چکوتیاں ترپنا پھر مونڈھوں سے بخیہ شروع ہوا۔ ہو چکا تو چکوتیوں پر کیا۔ گھیر میں بیل لگتی ہے تو چکوتیاں نہ ہوں گی اُن کے بدلے کونے بنجائیں گے اب گریبان۔ تو پہلے ایک انگل پٹی داہنی طرف لگائی ادھر سے لگا کر اُدھر یعنی الٹی طرف ترپا چار انگل پٹی نین سکھ کی اکہری لگائی اور بیچی

بھری اس کو آدھا الٹا دوڑا دیکر قلم بنائی (کوکا) گریبان میں پٹی لگائی۔ چاہے کالر
لگاؤ۔ چاہے آڑی پٹی۔ کالر ہوگا تو سیدھا پٹی ہوگی تو آڑی۔ پٹی لگائی ہو تو ڈورا دیکر
اسکو کوکا۔ کوک چکے تو پہلے یہ دیکھا کہ سیدھا ہے پھر بخیہ کیلا اب دو پرنیچے کا برابر رکھکر دیکھ لیا
کہ درست ہے تو کاج بنا دیئے۔ بخیہ کر دیا۔

(بخیہ) بخیہ بھی ترپائی کی طرح گھٹنوں میں رکھکر ہوتا ہے مگر ترپائی میں ایک ٹانکا برابر
نکلتا ہے۔ بخیہ میں بالکل ملا ہوا ہوتا ہے۔ جس طرح خشخاس کا دانہ بہت باریک ہونا چاہیئے
کرتہ تو خیر ختم ہو گیا مگر اورمے کی ابھی ترکیب رہ گئی۔

(اورما) اورما زیادہ تر پلنگ کی چادروں یا بچھانے کی چاندنیوں میں ہوتا ہے اورما
دو طرح کا ہوتا ہے پہلے میں تم کو سیدھا اورما بتاؤں ایک لیٹا اورما کہلاتا ہے پھر وہ بتا
دوں گی چادر کا سیدھا اورما سمجھاؤں گی۔ مگر چادر میں تو پہلی کا ٹانکا اچھا معلوم
ہوتا ہے۔ خیر تمہارے سمجھانے کے لئے چادر ہی میں بتاتی ہوں۔ کنی سے کنی ملا کر چار
انگل سرے پر سے سی لو یوں ہی شروع کر دو گی تو ایسا نہ ہو جھول رہجائے کنی ٹیڑھی
ہو جائے۔ پہلے تو چار انگل پاؤں کے انگوٹھے میں پکڑ کر سی لیا۔ پھر گھٹنے میں رکھکر
اورما شروع کر دیا اور ساری سیون ختم کر دی۔ انگوٹھے کے ناخن سے صاف کیا
اور چٹکی دیدی۔ اورما دور دور نہ بھرنا چاہیئے نہیں تو جالی پڑجاتی ہے پاس پاس ہو
گتھا ہوا اور موٹے تاگے سے ٹھیک ہوتا ہے۔ اسکا بھی ایک ایک ٹانکا لیا جاتا ہے
ترپائی میں اور اورمے کے ٹانکے میں فرق یہ ہے کہ اس کا ٹانکا مہین ہوتا ہے اسکا اس سے
زیادہ موٹا۔

چادر میں ابھی ایک کسر رہ گئی دونوں آنچل ترپے جائیں گے اگر پٹیوں کی طرف کنی ہے
تو خیر ورنہ پٹی کی طرف سیون باریک پڑتی جائے گی۔ نشانی کے واسطے چاہے کیسی بوٹی
بنا لو۔ اچھا لو کرتہ کا حساب سمجھو۔

کرتہ

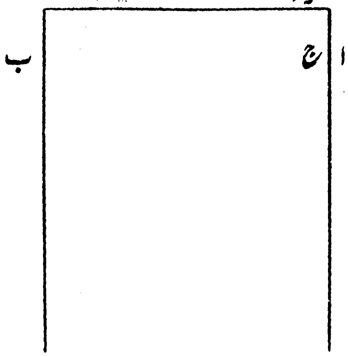

الف اور بے دو تنے ہیں جب ان کی بیچی بھرلی تو یہ اوپر نیچے ہو گئے۔ اب ضرورت ہے کہ ان میں آستین لگانے کی کسی ایک تنے کے بیچ میں شروع کرو۔ یعنی لمبائی کے بیچ میں جس جگہ ج ہے اس چکلان کے بیچوں بیچ آستین لگ جانے کے بعد یہ صورت ہوگی۔

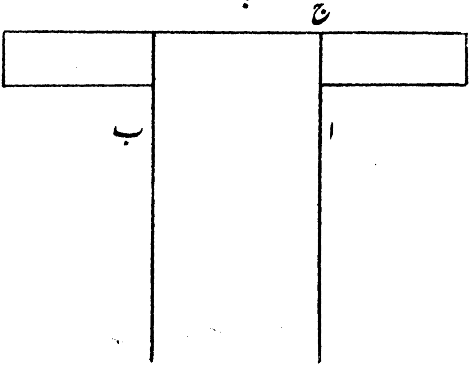

اب جو دو انگل کی پٹی مونڈھے پر ہے وہ تنے پر تر پی جائے گی اور کرتہ اس ہیئت پر ہوگا۔

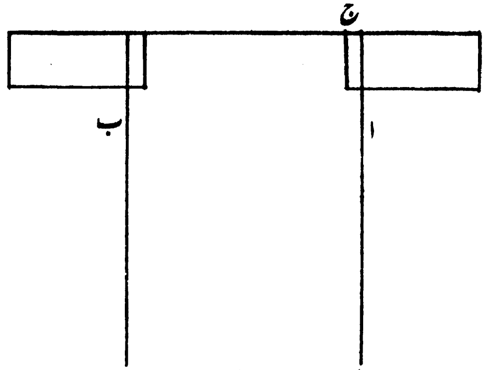

چاکوں کے بیچ میں جو چکوتیاں بنائی گئی ہیں اگر بیل نہ لگائی جائے تو وہ بھی کہڑائی میں شامل ہیں جن کی صورت یہ ہے۔

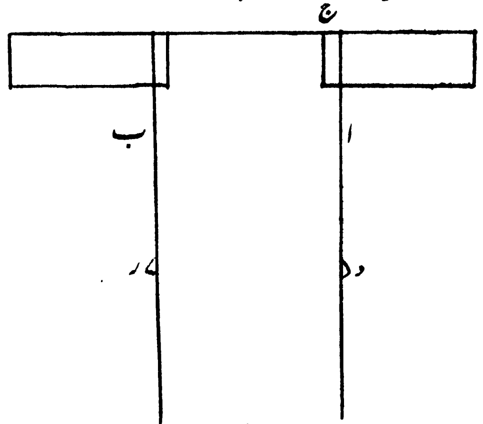

یہ د اور ر دونوں چکوتیاں ہیں تیپچی کی ترکیب بتانے کے بعد جو لاڈوے کا ذکر آیا ہے وہ معمولی کرتوں میں ضرور نہیں نہ مردانے کرتوں میں استعمال ہوتا ہے صرف زنانے کرتوں میں اور وہ بھی اگر کپڑا اچھا ہو تو خوبصورتی کے واسطے رینگ نل تن زیب وغیرہ میں دیا جاتا ہے۔

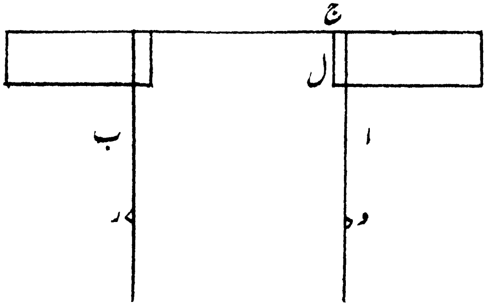

ل یعنی چکلی پٹی اوپر کی اٹھا کر نیچے کی پتلی سیون میں جہاں حرف ج ہے یہاں ڈورا رکھا اور سیدھا کر کے احتیاطاً گوک دی اور بخیہ شروع کر دیا۔ اب کلی کی سیون شروع کی وہ اس طرح۔

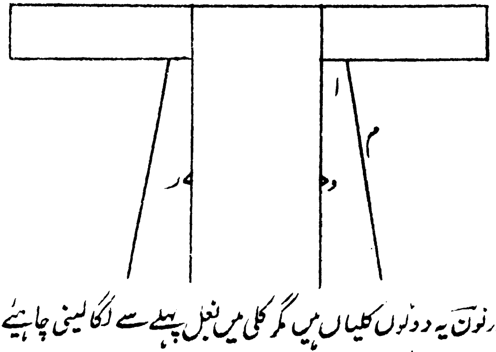

م اور ن یہ دونوں کلیاں ہیں مگر کلی میں بغل پہلے سے لگا لینی چاہیئے۔ یہ کلی میں بغل جڑی ہوئی ہے۔

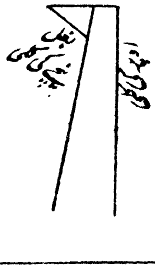

یہ دونو کلیاں بغل میں لگی ہوئی ہیں جو آستین میں لگا کر تنے پر لگیں گی۔

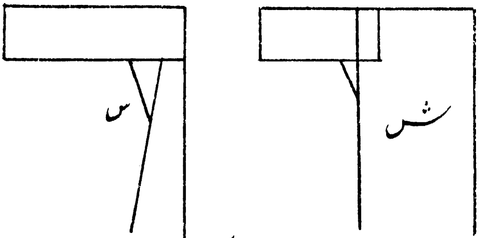

کلی میں بغل نکالنے کے بعد آستین میں لگی ہوئی صورت س سے ظاہر ہو رہی ہے
جب یہ کلی بغل میں لگی آستین میں جڑی تنے میں لگائی گئی تو اسکی صورت ش کی ہے۔

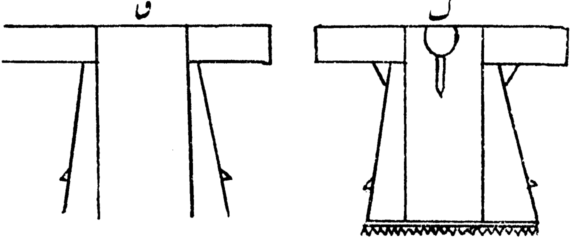

ق سادہ کرتہ ہے جس میں فقط گھیر تر پا ہوا ہے چکوتیاں لگی ہوئی ہیں بخیہ وغیرہ کچھ نہیں ہے
ک بالکل تیار کرتہ ہے گھیر میں بیل لگی ہے۔ لال ڈورا ہے بخیہ ہے۔ یوں سمجھو یہ زنانہ ہے وہ مردانہ۔

(۲۸)

شوق سے سیکھنے والی دل سے سکھانیوالی نسیمہ کے ہاتھ میں صفائی نہ ہوتی تو پھر کس کے ہوتی کچھ ایسا چسکا پڑا کہ ادھر ادھر سے مانگ تانگ کر کپڑے لیتی آدھی رات تک بیٹھی اور تیار کرتی۔ دس بیس کپڑوں کا نکلنا تھا ہاتھ جم گیا۔ ٹانکے سے سکھ ٹانکے سے ٹانکا ملا۔ کرتہ ہو یا پاجامہ صدری ہو یا کرتی ایک سے ایک بڑھی ایک سے ایک چڑھی۔ گیارہ برس کی یہ کیفیت تھی کہ غیر تو غیر خود سگی ماں شکل سے پہچانتی کہ یہ نسیمہ کا ٹانکا ہے

خدا کی قدرت منجھلی کے ہاں ہوا لڑکا۔ ضلعدار صاحب کو بیٹے کا ارمان تھا بھائی
کہنے کو تو ماشاءاللہ پانچ چھ تھے اور سب صاحب اولاد مگر نری بیٹیاں سینکڑوں تدبیریں
ہزاروں ترکیبیں گنڈے اور تعویذ فلیتے اور ٹوٹکے دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر لڑکا نہ ہونا
تھا اور نہ ہوا۔ خدا خدا کر کے یہ دن ہوا کہ خاندان میں بیٹے کی صورت دکھائی دی کنبے بھر
میں عید تھی وہ دھوم دھام ہوئی کہ سارے شہر میں نام ہو گیا۔ جس جس سے جو کچھ ہو سکا
اپنی اپنی حیثیت کے لائق سب ہی لین دین میں شریک ہوئے نسیمہ نے بھی بھلیجے کے
لئے کرتہ ٹوپی تیار کیا۔ شبنم ململ کا گلابی کرتہ۔ سبز ساٹن کا پاجامہ اسی کی ٹوپی پھوپھی
کو بتانے کی بھی ضرورت نہ ہوئی اس نے آپ ہی کترا بھی اور سیا بھی۔ ٹوپی کے لئے
ایک ہی آڑی تین انگل کی چکلی پاڑ بنالی اور گول چندوہ کتر پاڑ میں لگا لیا نیچے قند
کا استر ایک قند کی پٹی سیدھی تین انگل کی چکلی بیٹھے کے لئے نیچی لگائی پہلے بیٹھ ٹانکا
اس کے آگے پیچھے گوکھرو کی ایک لڑی پھر ستارے کی کٹوریوں کی پچ رنگی قوس آگے
پیچھے گوکھرو کی ایک لڑی اور پھر نری سنہری کرن۔ اس سیدھی پٹی پر ٹانکا ٹانک کر
آگے کھڑی چندھے اور باڑ پر ماہی پشت کا گوکھرو کا جال۔ بیچ میں کرن کا پھول
مانگ پر گوکھرو کی قینچی ٹانک دی جو بچا اگلے کہا تھا اس میں لگا دیا ٹوپی تیار ہو گئی
بہن کے بچہ کی خاطر اس قدر محنت کی یہ تو کوئی ایسی انوکھی بات نہ تھی مگر نسیمہ کی
مروت تو اپنے بیگانے سب کے حق میں یکساں تھی آدھی آدھی رات تک بیٹھی پڑوسنوں
کے کپڑے سیتی اور سینا پرونا دستکاری کا ذریعہ بیواؤں کی سلائی سلوانے
والوں کا کیا دیا آتا تھا جس کو ضرورت ہوئی اٹھا کے کپڑے دے دیئے۔ پڑوس میں ایک
ایک بڑی بیگم رہتی تھیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر ایک دن نسیمہ قرآن شریف پڑھنے بیٹھی
کہ بڑی بیگم صاحب کی ماما بڑے عرض کی چنگیر تن زیب لیکر آئی سلام کیا اور کہا
بیوی نے بہت بہت دعا کہی ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر آپ کو فرصت ہو تو ہمارا کرتہ سی دیجئے

گریبان اور مونڈھوں میں لیکری اور کٹاؤ ہوگا۔

انکار تو بڑی چیز ہے نسیمہ کے مزاج سے تو تامل بھی مشکل تھا تن زیب لے کوٹھری میں باندھ
پڑھنے بیٹھ گئی۔ دوپہر کو کھانے پینے سے فراغت پا کر کرتہ سینا شروع کیا۔
آستینیں لگائیں۔ ڈھائی انگل کی پٹی نین سکھ کی پھاڑ کر اِدھر اُدھر دونوں مونڈھوں
پر لگائی سیون کی جگہ ایک ایک انگل پٹی آستین کی طرف لیکری کے حق کی چھوڑ کر بخیہ
کیا برابر میں لال ڈورا ڈال کر کوک دی اور پھر بخیہ کیا۔

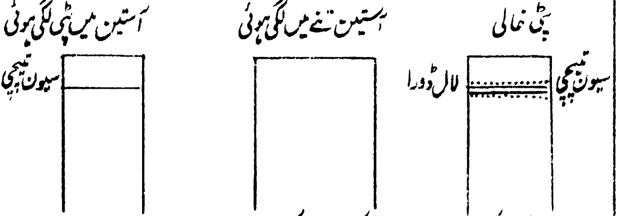

اب جو پٹی تنہ کی طرف بچی ہے اسکو صاف کیا اور جتنی پٹی ادھر چھوڑی تھی اتنی ہی
دوسری طرف لیکری کے حق کی چھوڑ کر کوک دی۔ وہ پٹی جو لیکری کے واسطے باقی ہے
اس کو انگل انگل بھر سے کم برابر برابر کترا اور لیکری موڑ کر سینا شروع کیا۔

لیکری کا کچھ حصہ مڑا ہوا

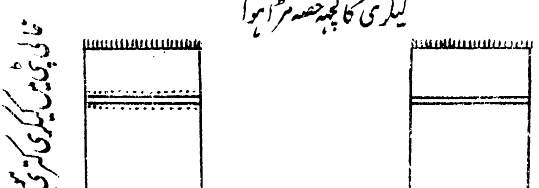

موڑتی گئی اور سیتی گئی دانہ اس طرح موڑا کہ اوپر سے زیادہ نیچے سے کم اتنا ہی دوسری
طرف سے مڑا تو بیچ کا دانہ خوبصورت ہوگیا۔ نوک ٹیڑھی نہیں۔ پھونسڑا نہیں نوک
سیدھی دانہ برابر جتنی نوک پتلی مڑی اتنی ہی خوبصورت لیکری ہوئی۔

تیار کیکری

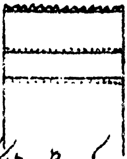

کیکری ہو چکی تو آستین کھولی اور اسکو اس طرح موڑا کہ کرتہ کا کپڑا الگ ہے اور زمین سکھ جو بیچ کا باقی ہے وہ الگ۔ یہ بیچ کا زمین سکھ یعنی پٹی جو باقی ہے اس کو اس طرح سیون سے سیون برابر ملا کر دہرا کیا کہ کستی پڑ رہی نہ ہو پھر اسکو ایک جانب ایک چاول چھلا آڑا کترا۔ مگر کوک تک ختم نہ کیا نہیں تو پٹی بالکل کٹ جائیگی اور الگ ہو جائے گی۔ کترنے کے بعد صاف کیا بیچ میں کوک دی اور ترپنا شروع کیا۔ مگر وہیں سے ترپنا شروع کیا جہاں سے کترا ہے۔ ایک طرف سے جس قدر کترا ہے سب سیونیں ختم کیں پھر دوسری طرف کا شروع کیا۔ کٹاؤ میں سب سے بڑی احتیاط اس بات کی ہے کہ نوک برابر رہے ایک کے پیٹ میں سے ایک ہو جھکی تیلی یا ٹیڑھی سیدھی نہ ہو گو بعض آدمی کٹاؤ پہلے کر لیتے ہیں اور بعض دوسری طرح سے بھی کرتے ہیں مگر یہ بہت آسان طریقہ ہے۔

کیکری اور کٹاؤ

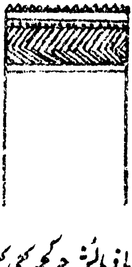

بیگم صاحب کی درخواست یا فرمائش جو کچھ کہتی بس اتنی کہ کیکری اور کٹاؤ ہو جائے مگر نسیمہ نے تو کرتے ایسے تیار کئے کہ بیگم صاحب کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ گھیر میں پھول پتی کی بیل ایسی بنائی کہ دیکھنے دکھانے کے لائق۔ پہلے ایک انگل چوڑی زمین سکھ کی کترن اور گھیر پر رکھکر ایک چاک سے دوسرے چاک تک تیپچی بھر دی۔ موڑ کر جنگلی دی صاف کیا جو بھی کو الٹ کر اس میں لال ڈورا دیا۔ سیدھا کر کے کوک مار دی۔ بخیہ کیا۔

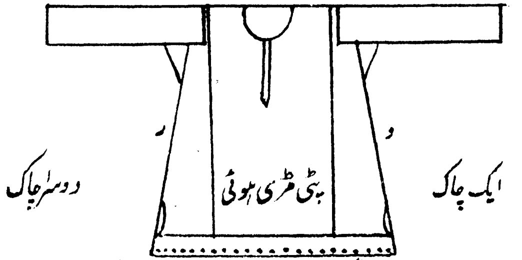

اب نیچے اتری تھوڑی سی جگہ بیچ میں الف سے ب تک چھوڑ کر بخیہ بغیر ڈورے کے کر دیا۔ اس کے آگے لیکری بنائی۔ باریک سپاک کا دہرا دھاگا سوئی میں پرو کر لیکری کے آگے چاروں طرف تیپچی بھر دی ایک انگل کپڑا کرتے کا لیکری کے آگے والا د سے ر تک چھوڑ کر موڑا اور چٹکی اس لئے دیدی کہ خط پڑ جائے۔ خط کے اوپر ایک تیپچی اند بھری

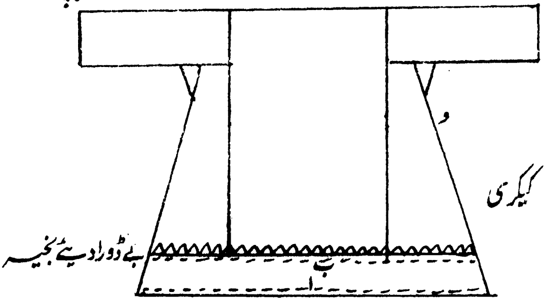

بیچ کی جو جگہ خالی ہے یعنی پٹی لیکری کے آگے کی د سے ر تک اس میں تاگے سے لہر بنائی مگر تیپچی کی اس طرح کہ خانہ کمتی بڑھتی نہ ہو۔

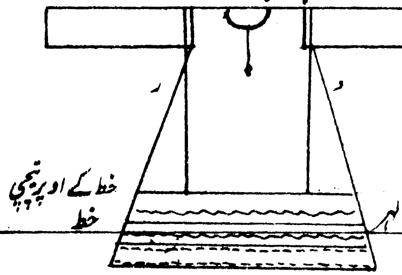

لہر میں یہ احتیاط رہی کہ نوک نکلی ہوئی نہ ہو۔ لہر بن گئی اب اس میں بیچ بیچ کے دہرے ٹانکے کی ڈنڈیاں کروٹ میں سے نکالیں۔

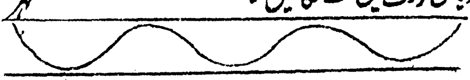

لہر میں ڈنڈیاں

جب ڈنڈیاں بن چکیں تو ہر خانہ میں پھول بنائے۔ نین سکھ کی پٹی انگل بھر سے ذرا کم موڑ کر ایک کتری اور اس میں سے پتیاں کترنی شروع کیں۔

اس لمبی پٹی کو موڑ کر انگل انگل بھر سے کم خط ڈال لئے اور پھر قینچی سے اس صورت پر ہر نشان کو کترنا شروع کیا۔

اب یہ پتیاں کتری ہوئی اس ڈنڈی میں تین تین لگائیں خواہ تینوں ایک قسم کی خواہ دو گول اور ایک لمبوتری۔ خواہ تینوں لمبوتری۔

تینوں گول پتیاں　　دو گول ایک لمبوتری

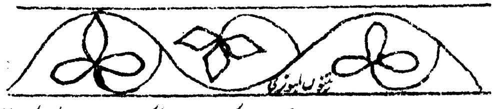

جب یہ تینوں لگا دیں تو ایک ایک پتی کونہ پر اور لگی اتنا خیال رہا کہ پتی جتنی پتلی ہوگی خوبصورت اور جتنی چکلی ہوگی بھدی۔

چوتھی　　چوتھی　　چوتھی　　چوتھی پتی

چوتھی　　چوتھی

اب اس میں لنگورہ بنایا وہ اس طرح کہ سوئی میں دہرا تاگا لیکر پہلے بیتی کے لنگورے کی قینچی سے بنائی۔

بیتی کے لنگورے کی حد قینچی سے

اب اس ڈوری کے آگے آڑی پتیاں لتر نکالنی شروع کیں

رشتہ نہیں ناتا نہیں محلہ کا رہنا پڑوس کی بات بیگم صاحب سمجھتی تھیں نسیمہ جب کبھی گھر کے کام دھندوں سے چھٹکارا ہوا گھڑی آدھ گھڑی کو یہ بھی لے بیٹھیگی۔ اُٹھتے بیٹھتے مہینے دو مہینے میں کسی نہ کسی طرح کرتے تیار ہی ہو جائیں گے مگر نسیمہ اللہ کی بندی کو تو شروع ہی سے مرض یا خبط جو کچھ بھی ہو گھٹی میں یہ بات پڑی تھی کہ جو کام کرنا ہے جب تک ختم نہ کر لے چین سے بیٹھے نہیں ایسی ہی کوئی مجبوری یا لمبا چوڑا کام ہوتا تو وہ دوسرے دن پر رکھتی نہیں تو کھانا پینا لیٹنا اُٹھنا سب چھوٹ جائے مگر کام پورا ہو۔ کرتوں کا ہاتھ میں آنا تھا کہ لپٹ پڑی اور ختم کر کے چھوڑا۔ آٹھ ہی دن میں چاروں کرتے جھٹ پٹ سی سلا کاڑ کوڑھ تیار کر کرا الگ کئے۔ بیگم صاحب نسیمہ کو سگھڑ۔ ہوشیار۔ محنتی سب ہی کچھ سمجھتی تھیں مگر کرتوں کو دیکھکر تو دنگ رہ گئیں۔ کہتی تھیں ہاتھ ہے یا مشین۔ یہ بیل بوٹے کیکری کنگورے لئی سے جوڑے یا گوند سے چپکائے۔ صفائی یہ کہ کیا مجال جو کوئی ٹانکا بڑا چھوٹا ہو گیا ہو داغ دھبہ تو درکنار سلوٹ تک نہیں آب تاب ایسی کہ جو بزاز کے ہاں تھی وہ بس سلا کے موجود۔ ساڑھے چھ آنہ گز کی تن زیب نسیمہ کا ہاتھ لگ جانے سے دس بارہ آنے گز کی رفل کو مات کر رہی تھی۔ دھلوانے کی ضرورت نہ استری کی حاجت بیچاری پسیالی کی رہنے والی اُنہوں نے یہ رنگ ڈھنگ کہاں دیکھے تھے وہ تو یہی جانتی

تھیں ساٹن کا پاجامہ پھٹتے پھٹتے گھٹنے پر سے نکل گیا پہنے ہی پہنے سیدھا کھونپ بھر
دو سلنگے مار لیئے انہوں نے تو خواب میں بھی یہ صفائی ستھرائی نہیں دیکھی تھی منجھلی
ہی کا جہیز دیکھ کر کہتی تھیں۔ بیوی دلی والیاں الٰہی توبہ۔ عورتیں کیا ہیں آفت کی پرکالہ
ہندی کی چندی کرتی ہیں۔ کرتے دیکھ کر تو عقل ہیچ تھی۔ سب ہی واہ واہ کرتے گئیں آ
بیگم صاحب تو بالکل ہی لٹو ہو گئیں۔ پہلے تو سمجھیں کہ دلی والیاں سب ہی سگھڑ ہوتی ہونگی
مگر منجھلی کو دیکھتی تھیں تو زمین آسمان کا فرق تھا اسی ماں کی بیٹی اسی پھوپھی کی بھتیجی بخیہ اور
لیکری تو بڑی چیز ہے ڈھنگ کا ٹانکا بھی چاہو تو ناممکن آخر کرتے ہاتھ میں لیکر کہنے لگیں خوش
نصیب اس ماں کے جس کی یہ بیٹی اور دھن بھاگ اس گھر کے جس میں یہ بہو ہو شاباش ہے
بی سنجیدہ کو کہ ایسی بچی اٹھائی میں نے تو اس دن عقیقے ہی میں دیکھا تھا کیسی بھولی بھولی
شکل تھی کہ دیکھ کر دل خوش ہوتا تھا۔ ڈومنیوں کے ناچ میں سب ہی لڑکیاں بالیاں
آئیں اور بچوں ہی کی خوشی تھی مگر ایک نسیمہ نہ آنا تھی نہ آئی۔ دو بجے کے قریب گھڑے
کھڑے آئی۔ بیل کا رتبہ سے الٹے پاؤں سیدھی ہولی۔ میرا تو ایسا جی کڑھا ہے کہ کیا بتاؤں
صبح نماز کے وقت ٹھنڈے پانی سے بیٹھی وضو کر رہی تھی۔ میں تو اس وقت سے اس کی
دیوانی ہوں چھوٹی سی تو یہ کچھ ہے بڑی ہو کر کیا کچھ ہوگی۔ خدا اس کی عمر میں برکت دے
اور پروان چڑھائے۔ لڑکی کیا نعمت ہے بات کرے تو پھول جھڑیں آپ اور جناب کے سوا کوئی
دوسرا لفظ اس کی زبان سے سنا ہی نہیں الٰہی اس کی ماں اور پھوپھی کا کلیجہ سدا ٹھنڈا
رہے خیر بڈھے طوطے پڑھیں گے تو خاک مگر کوشش تو میں بھی کروں شاید کوئی ہنر ہاتھ
میں پڑا رہے۔ کچھ ایسا شوق چرایا کہ ایک لٹھے کا تھان ساتھ لے ڈولی منگوا سنجیدہ کے
ہاں جا اتریں نسیمہ کو گلے لگایا سینکڑوں دعائیں دیں اور کہنے لگیں بی میں تو تیری شاگرد
ہونے آئی ہوں وہ جو بی منجھلی کی چادروں میں جھلی کا نشان ہے میری بھی ایک چادر بنا دو نسیمہ نے
اسی وقت پانچ گز لٹھے پھاڑ دو پاٹ کی چادر تیار کی۔ بیچ میں جھلی کا نشان کیا جب

سیون کی جالی پوری ہوگئی اور پاٹ جڑ چکے تو چاروں طرف سے ایک ایک انگل موڑنا شروع کیا۔ ڈورا ڈھیلا کر کوک کا بخیہ کیا وہ جو کپڑا موڑ کر پیچھے رہا اس کی کیکری بنائی آگے بازامرکی بیل لگائی۔ تینوں بٹیاں کاڑھیں ایک پاٹ کی منڈ اس پاس چاروں کونوں پر چار بوٹیاں بنائیں جا دیتیار ہو چکی تو بیگم صاحب پہنچ گئیں۔ ذرا تم مجھکو بھیلی کے سینے کی ترکیب بتا دو۔ نسیمہ نے کہا ابھی لیجیے یہ بھی کوئی کام ہے۔ دیکھیے دونوں پاٹوں کو برابر کیا۔ مگر اس طرح کہ جھول نہ رہے کنی سے کنی ملا کر سینا شروع کیا۔ بس اتنی بات ہے کہ سوئی دھاگے کے بیچ میں سے نکلکر کنی پڑ جاتی ہے۔

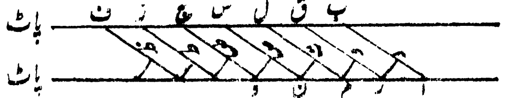

یہ دیکھیے سوئی الف سے ب تک چلی اور پھر ب سے سوئی پلٹ کر اسی میں سے ر کی جگہ ڈال کر ز تک نکال لی۔ ز سے ق تک لے گئے اور پھر اسی تاگے میں سے پرو کر م تک لائے م سے ل تک لے گئے پھر اسی تاگے میں سے پرو کر ن تک لائے اسی طرح چلے گئے اگر تاگے میں نہ نکالو برابر سے سوئی نکالو تو جالی بنجائے گی۔

بات فقط اتنی ہے کہ سوئی ختم کر کے ذرا پلٹ کر کے نکال لی مگر بیگم صاحبہ ایک چیز اور رہ گئی لائیے وہ بھی بتا دوں لے لیٹا اور رہا کہتے ہیں اس میں کچھ بھی ہیر پھیر نہیں نہ تاگے میں سے نکالو نہ پلٹو۔ سیدھی طرح سوئی نکالتی چلی جاؤ لیجیے لیٹا اور رہا ہو گیا۔

بھیلی کانٹنے میں تاگا ذرا ڈھیلا رہیگا کہ خوبصورت معلوم ہو اور جالی میں بھی زیادہ نہ کھنچے گا۔ ہاں اور سے میں بہت کھنچا رہیگا اور سیدھا ہوگا کنی سے کنی ملی رہے گی اگر کنی نہ ہو تو دونوں طرف سے باریک موڑ لینا چاہیے۔

ابھی بیگم صاحب بیٹھی ہوئی تھیں کہ برابر کے گھر سے کبڑ کی کھول لڑکی چھپا ہوا کرتہ ہاتھ میں لیکر آئی اور کہنے لگی آپا نسیمہ! انگلیاں تو دونوں چھد گئیں اور بوٹی ایک نہ بنی نسیمہ نے کہا بوا! میں نے اسی وقت کہا تھا دو چار بوٹیاں تمہارے سامنے بنا دوں تم کہنے لگیں میں سمجھ گئی۔ دیکھو یہ مولسری کی بوٹی کہلاتی ہے۔ صرف دو ٹانکے سے سی جاتی ہے۔ پہلے ایک نیچے نکالا پھر ایک اوپر دیکھو یوں سمجھو

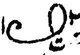

یہ بوٹی کی جڑ ہے الف سے شروع کیا اور ب تک بیچی بھر کر لائے مگر اس طرح کہ یہ جو گنڈلی سی ہے اس پر پھیرتے ہوئے سوئی کو ت تک لائے۔

اب ایک ٹانکا جس جگہ د لکھا ہے یہاں نکالا۔ کیونکہ جڑ کی پتی بنانی ہے پھر تاگے کے نیچے سے سوئی نکالکر دوسرا ٹانکا اس پتی کی جڑ یعنی ت میں سے نکالا اب یہاں دو ٹانکے جڑ میں ت سے ب تک بیچی کے لیکر ٹانکا پتی بنانے کے واسطے وہاں لیا جہاں ج لکھا ہے پھر اسی طرح سوئی کو اس پتی کی جڑ یعنی ت میں نکالا

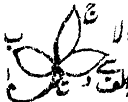

غرض اسی طرح تیسری چوتھی اور پانچویں پتی بنالی اس کے بعد یہ جگہ الف سے ب تک خالی ہے۔ اس پر آڑے اوریے کی سوئی نکلے گی یہ تو چھپی ہوئی ہے بہت مشکل نہیں۔

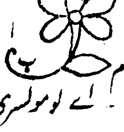

لے لو مولسری ہو گئی۔ اور دیکھئے یہ دوسری بوٹی بیچی کی ہے اسے چوسوئیاں کہتے ہیں۔ پتیاں اس میں بھی ہیں پہلے الف سے ب تک بیچی بھری

پھر ب سے الف تک سوئی واپس پھیری تو الف کے پاس یہ کنڈلی

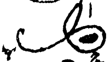

سی بنا لی یعنی یہ جڑ تیار ہوئی اب پتیاں بناتی ہیں جڑ یعنی ڈنڈی

کے بیچ میں سے جہاں ت ہے پتی بنائی ہے پہلی پتی ج سے د تک گئی دوسری د سے ج تک واپس آئی۔ چونکہ بوٹی چوسوئی

کہلاتی ہی۔ اس لئے ہر پتی پر چار سوئیاں نکلیں گی یہ بوٹی تیار
ہو گئی مگر اتنی بات ہی کہ یہ بھی تیار ہی اگر پکی بنے گی تو کنڈلی کے
بیچ میں سوئی سے چھید کرکے اوراُبھرا چلنے گا ہر پتی پر اودا
ہو گا اور ڈنڈی پر بھی۔ لیکن نین سکھ پر کڑہے گی تو بنڈلے
اور جو تن زیب پر کڑہے گی تو باریک تاگے سے یہ جو کنڈلی میں چھید سا ہی یہ اودا
ہے لو پکی ہو گئی سب پتیوں پر اودا کر دیا ہی فقط اتنی بات ہی کہ ہر پتی پر آڑی سوئی سے اودا کیا ہی
اب آپ ایک اور بوٹی ملاحظہ فرمائیے اسے موتیے کی چو سوئیاں کہتے ہیں یہ اسطرح

کڑہتی ہی کہ چاروں سوئیاں اوپر ہی اوپر رہتی ہیں نیچے نہیں آتیں یعنی جڑ تو ب و ل
آسی طرح بنائی جس طرح پہلی بوٹیوں میں الف سے ب تک کھینچی گی اور کنڈلی بنا کر سوئی
کو ت تک پھیر لائے اب جس طرح مولسری کی بوٹی میں جڑ کے بیچ سے

پتی بنانی شروع کی ہی اسی طرح د سے پہلا ٹانکا م پر ٹکا لا اور دوسرا
ٹانکا د پر ٹکا لا اب تیسری سوئی اسی ٹانکے میں سے نکلے گی یعنی م پر ہو گا م میں سے
سوئی ہوتی ہوئی ق پر آئے گی۔ اب سوئی ب کی طرف ڈبی دو ٹانکے لیکر دوسری

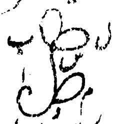

پتی پر سوئی لگی۔ دو ٹانکوں سے مطلب یہ ہی ایک ادھر اور
اسکے بیچ میں اور ایک ت پر چنانچہ ت پتی کی جڑ ہو گئی۔
اب ٹانکا ل پر ٹکا لا اور دوسرا ت پر تیسری سوئی ل میں سے ہوتی ہوئی ت پر آئی
اب آپ سمجھ گئی ہوں گی۔ بس اتنا خیال رکھیئے کہ سیدھی طرف سے شروع اور الٹی
طرف ختم ہاں یہ یاد رکھیئے کہ تیسری سوئی تاگے کے اندر سے نکلے گی رہی یہ بیچ کی کنڈلی
اس میں اسی طرح جیسا پہلی بوٹیوں میں تم نے دیکھا تین چار دفعہ سوئی پھیر کر چھید کر لیا اور

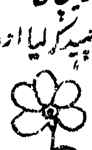

اودا کر لیا۔ چاہے پتیوں سے پہلے چاہے پیچھے اچھا ایک آدھ
بوٹی پکی بھی ملاحظہ کیجئے۔ دیکھئے خانہ توڑ کی بوٹی بتاتی ہوں

پہلے الف پر اورے کی پکی کنڈلی بنائی پھر سوئی تیپچی بھر کے بے تک لائے اس پر آڑا
اور ما شروع کیا کہ پکی ہو جائے اب یہ جو جڑ کی بنی ہے ج۔ اس کو پکا کیا
یعنی آڑا اور ما کیا یہ 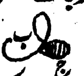 دیکھیے پتی پر آڑا اور ما ہوا ہے پکی ہو گئی اب اس کے
بعد باقی پتیاں شروع کیں ملاحظہ کیجئے۔ نیچے کی پتی تو اسی قسم کی رہی باقی
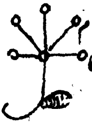
پتیاں ایسی رہیں گی۔ یہ آپ کو اختیار ہے چاہے نیچے ایک کیجئے یا دو مگر ہاں
یہ خیال رکھئے گا۔ جب پتی ج کی تیار ہو گئی تو د کی تیاری کا وقت آیا
پتی کی ڈنڈی کی جڑ میں جہاں تم ہر دو ٹانکے لیکر سوئی سے اوپر جا کر پتی کے بیچ میں چھید کیا
پھر برابر چھید میں اور ما شروع کیا پتی میں آڑا ہے بوٹی ہر گول ہو گا اسکے بعد ڈنڈی میں جہاں دو ٹانکے
تیپچی کے لئے تھے اس پر اور ما کر دیا اسی طرح سب پتیوں کو تیار کر لیا یہ تو ہو گئی اب ایک
بوٹی پھندے کی جسے بٹن بھی کہتے ہیں جڑ اور ایک پتی تو اسی طرح بنے گی۔

جیسے پہلے۔ ہاں پتیوں میں فرق ہے۔ دیکھئے یہ پہلی پتی آل ہے اس کی ترکیب
یہ ہے جب جڑ اور جڑ کی پتی بنا لی تو پتی آل پر آئے پہلے تو تین چار دفعہ اندر سوئی پھر کر
چھید کر لیا۔ اب چھید میں سوئی نکالی اور ہاتھ کے انگوٹھے سے تاگا دبا کر دوسری سوئی
پھر نکالی چونکہ تاگا دبا ہوا ہے۔ دوسری سوئی تاگے کے اندر سے نکلیگی اسی طرح تیسری
سوئی تاگے کے اندر سے نکالی۔ غرض جتنی سوئیاں نکلیں گی تاگے کے اندر سے نکلیں گی
کہ پھندا بنجائے۔ غرض اسی طرح سب بنا لیں۔ چاہے تین رکھیئے چاہے چار۔

نسیمہ لڑکی کو سمجھاتی رہی اور بیگم صاحب بھی پاس بیٹھی توجہ سے سنتی رہیں وہ تو
پہلے ہی سے نسیمہ کا کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ اس وقت بالکل ہی ایمان لے آئیں اور ہزاروں
دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہوئیں۔

۲۹
(۲۸)

بھتیجی کو دیکھ دیکھکر پھوپی کا خون چلوؤں بڑھتا تھا کہتی تھی اس بیٹی پر سو بیٹے قربان

اور اس پتھر پر ہیرے اور لال نثار۔ گیارہویں برس کا پورا ہوتا تھا کہ کنبہ بھر میں ناک ہو گئی۔ قیمتی سے قیمتی کپڑے اور مشکل سے مشکل پھول پتیاں جو ساٹھ ساٹھ برس کی بڑی بوڑھیاں دیکھ کر حیران ہوں۔ اتنی سی جان بے چھاپے اور بے نشان الٹے ہاتھ کا کرتی سمجھتی۔ سنجیدہ کی گڑیا بارہ برس کی عمر میں پچاس برس کی بڑھیا پھوپی سے بازی لے گئی۔ ایسے ایسے ترنج اور بیل پتیاں دل سے نکالتی اور ہاتھ سے بناتی کہ وہ پھوپی یا استانی جو کچھ کہتی دنگ رہ جاتی۔

ایک دن دوپہر کے وقت باہر سے نوکر نے گھر کا ملغ[۱] بھیجا اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہا یہ پورے بیالیس روپے کا سودا آ گیا تول لیجئے اور حساب کر لیجئے دس روپے کے گیہوں پونے گیارہ سیر کے ہیں۔ آٹھ روپے کا گھی ڈیڑھ چھٹانک سیر کا ملا ہے پہلے ان دونوں کو تلوا دو تو اور بتاؤں۔ نسیمہ نے پتیلے کا دھڑا کر کے بھیج دیا تھا ہاں بڑے کے بٹ ترازو میں جوں کے توں رکھے تھے اس نے ماما کی نواسی سے کہا کہ تول لے۔ گھی تولا تو پونے نو سیر اترا نواسی کہنے لگی لو چھوٹی بی پونے نو سیر ہے۔ ایک روپیہ کا ڈیڑھ چھٹانک سیر آٹھ روپیہ کا کتنا چاہیئے۔

نسیمہ مجھ سے پوچھ رہی ہو خود نہیں حساب کر سکیں؟ پہاڑے اگر یاد ہوں تو کیا وقت ہے۔ سیر کی سولہ چھٹانکیں ہوتی ہیں۔ آٹھ روپیہ کا آٹھ سیر تو الگ ہو گیا۔ اب رہا ڈیڑھ چھٹانک فی روپیہ آٹھ ڈیوڑھے بارہ یا یوں سمجھو آٹھ روپے کی آٹھ چھٹانکیں الگ ہوئیں اب رہ گیا آدھی چھٹانک فی روپیہ آٹھ آدھی چھٹنکیوں کی چار چھٹانکیں چار چھٹانکیں چار چھٹانکوں کا پاؤ سیر تو اب جوڑ لو آٹھ سیر ایک آٹھ چھٹانک یک ساڑھے آٹھ سیر تو یہ ہو گیا پاؤ سیر ایک پونے نو سیر ٹھیک تو ہے۔

اچھا یہ تو بتاؤ اگر ڈیڑھ چھٹانک کم سیر ہوتا تو کتنا ہوتا یہ چھٹنکیوں سے حساب کرو سیر کی سولہ ڈیڑھ چھٹانک فی سیر کم ہے۔ سولہ چھٹانک میں سے ڈیڑھ چھٹانک نکال دو تو

۱ کھانے پکانے کا تمام سامان

ساڑھے چودہ رہیں۔ اب آدھی چھٹانک تو الگ کرو چودہ رہیں آٹھ روپیہ کا حساب کرنا ہے چودہ اسکے ایک سو بارہ۔ اگر آدھ پاکم سیر ہوتا یعنی چودہ چھٹانک فی روپیہ تو آٹھ روپیہ کا ایک سو بارہ چھٹانک ہوتا مگر میں پوچھ رہی ہوں ڈیڑھ چھٹانک کم یعنی آدھ پا سے آدھی چھٹانک بڑہتی تو اب آدھی چھٹانک فی روپیہ اور حساب کرلو آٹھ کے آدھے چار تو گویا چار چھٹانکیں اور ہوئیں ایک سو بارہ تو اوپر ہوئیں اور چار یہ کل ایکسو سولہ چھٹانکیں ہوئیں ان کے سیر بنالو سولہ ستے ایک سو بارہ سیر تو یہ ہوگئے چار چھٹنکیوں کا پاؤ سیر کل سوا سات سیر ہوا۔ دیکھو یہی ہے نہ پہاڑہ۔

	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
دو	دو	چار	چھہ	آٹھ	دس	بارہ	چودہ	سولہ	اٹھارہ	بیس
تین	تین	چھہ	نو	بارہ	پندرہ	اٹھارہ	اکیس	چوبیس	ستائیس	تیس
چار	چار	آٹھ	بارہ	سولہ	بیس	چوبیس	اٹھائیس	بتیس	چھتیس	چالیس
پانچ	پانچ	دس	پندرہ	بیس	پچیس	تیس	پینتیس	چالیس	پینتالیس	پچاس
چھہ	چھہ	بارہ	اٹھارہ	چوبیس	تیس	چھتیس	بیالیس	اڑتالیس	چون	ساٹھ
سات	سات	چودہ	اکیس	اٹھائیس	پینتیس	بیالیس	اونچاس	چھپن	تریسٹھ	ستر
آٹھ	آٹھ	سولہ	چوبیس	بتیس	چالیس	اڑتالیس	چھپن	چونسٹھ	بہتر	اسی
نو	نو	اٹھارہ	ستائیس	چھتیس	پینتالیس	چون	تریسٹھ	بہتر	اکیاسی	نوے
دس	دس	بیس	تیس	چالیس	پچاس	ساٹھ	ستر	اسی	نوے	سو
گیارہ	گیارہ	بائیس	تینتیس	چوالیس	پچپن	چھیاسٹھ	ستتر	اٹھاسی	ننانوے	ایکسو دس
بارہ	بارہ	چوبیس	چھتیس	اڑتالیس	ساٹھ	بہتر	چوراسی	چھیانوے	ایکسو آٹھ	ایکسو بیس
تیرہ	تیرہ	چھبیس	انتالیس	باون	پینسٹھ	اٹہتر	اکیانوے	ایکسو چار	ایکسو سترہ	ایکسو تیس
چودہ	چودہ	اٹھائیس	بیالیس	چھپن	ستر	چوراسی	اٹھانوے	ایکسو بارہ	ایکسو چھبیس	ایکسو چالیس
پندرہ	پندرہ	تیس	پینتالیس	ساٹھ	پچہتر	نوے	ایکسو پانچ	ایکسو بیس	ایکسو پینتیس	ایکسو پچاس
سولہ	سولہ	بتیس	اڑتالیس	چونسٹھ	اسی	چھیانوے	ایکسو بارہ	ایکسو اٹھائیس	ایکسو چوالیس	ایکسو ساٹھ

اور یہ دونوں سطریں تو یاد ہوں گی یا اس میں بھی سوچنے کی ضرورت ہے

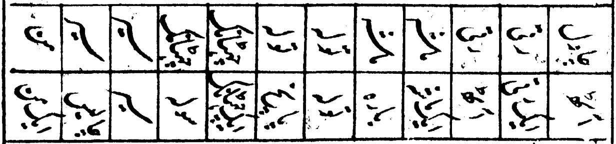

اتنا البتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تولے ماشے تو ہر وقت ہر گھر میں ہوتے نہیں اگر تولہ بھر تولنا ہو تو روپیہ۔ چھٹانک بھر تولنا ہو تو پانچ روپے بھر تول لیا۔ ایک حساب اور بتاؤ اگر گھی ڈیڑھ چھٹانک کے بدلے ڈھائی چھٹانک کم ہوتا اور آٹھ کے بجائے سات روپیہ کا ہوتا تو کتنا ہوتا؟

دیکھو سولہ چھٹانک کے بدلے ڈھائی چھٹانک کم کرو ساڑھے تیرہ رہیں سات کا حساب کرنا ہے تیرہ ستے اکیانوے آدھی چھٹانک باقی ہے سات کے آدھے ساڑھے تین اکیانوے اور ساڑھے تین ساڑھے چورانوے اب چھٹنکیوں کے سیر بنالو سولہ چھکے چھیانوے۔ چھیانوے ہوتیں تو چھ سیر ہوتے اب یہ ساڑھے چورانوے ہیں یعنی ڈیڑھ چھٹانک کم۔ تو لے لو حساب ہو گیا۔ ڈیڑھ چھٹانک کم چھ سیر

اچھا اب گیہوں تو لو پونے گیارہ سیر کے کہہ رہا ہے۔ دس روپیہ کے کتنے ہونگے گیارہ دہائی ایک سو دس گیارہ سیر کے ہوئے تو ایک سو دس سیر ہوئے اب پونے گیارہ ہیں یعنی پاؤ سیر کم۔ دس پاؤ سیروں کا کیا۔ ڈھائی سیر ایک سو دس میں سے ڈھائی نکال لو۔ ایک سو ساڑھے سات سیر ہوئے اس کے من بنالو دو من اسی سیر کے ہو گئے باقی بچے ساڑھے ستائیس سیر اس کا دھون بناؤ گی تو بیس سیر کا دھون دو من ایک دھون ساڑھے سات سیر تو ہوئے۔ دھڑی بناؤ تو پانچ سیر کی دھڑی چاہیئے۔ دو من ساڑھے پانچ دھڑی کہہ لو چاہے دو من ایک دھون ڈیڑھ دھڑی کہہ لو۔

نواسی (تیلک) جی ہاں چھوٹی بی ٹھیک ہیں ہو کیئے ذرا سے اڑتے ہیں۔

نسیمہ خیر اسکا خیال نہ کرو چھٹانک آدھی چھٹانک چھیچھن کے ادھر ادھر ہو گئے تو جانے دو یہ تو تم جانتی ہو تین آدھ سیروں کا ڈیڑھ پا تین چھٹنکیوں کا پون پا اور ہاں یہ تو بتاؤ اگر گیہوں سوا چودہ سیر کے ہوتے تو دس روپے کے کتنے ہوتے دیکھو چودہ دہائی ایک سو چالیس اگر چودہ سیر کے ہوتے تو سیدھا حساب تھا اب یہاں چودہ میں پاؤ سیر بڑھتی ہیں۔ دس پاؤ سیریوں کے ڈھائی سیر اور زیادہ کر لو ایک سو چالیس سیر کے ساڑھے تین من ہوئے انہیں چالیس پر تقسیم کر لو چالیس تئے ایک سو بیس تین من تو الگ ہو گئے بیس سیر یا دھون بھر یا چار دھڑی الگ ہیں ساڑھے تین من سمجھو لو حساب پورا ہو گیا۔

اچھا اور بتاؤ ایک چیز چودہ آنے سیر ہے پون پا کتنے کی ہوئی اور پاؤ بھر کتنے کی سنو۔ ایک بہت آسان طریقہ بتاتی ہوں یہ تو تم کو معلوم ہی ہے۔ تین پائی کا ایک پیسہ چار پیسہ کا ایک آنہ سولہ آنے کا ایک روپیہ پندرہ روپے کی ایک اشرفی جس کو گنّی۔ سوورین۔ پونڈ بھی کہتے ہیں۔ لو اب چیز کے نام گنو چودہ آنہ کی سیر ہے۔ لہٰذا چودہ آنے کے پیسے بنا لو چودہ چوک چھپن پیسے ہوئے۔ یعنی ایک چیز چھپن پیسہ کی سیر بھر ہے تو پون پا کتنے کی یوں حساب کرو کہ ساڑھے تین پیسہ چھٹانک ہوئی چھپن پیسہ کی سیر بھر۔ اٹھائیس پیسہ کی آدھ سیر۔ چودہ پیسہ کی پاؤ سیر ہوئی۔ اس میں سے چھٹانک بھر کے دام نکالو پون پا کے معلوم ہو گئے۔ چھٹانک بھر کے بڑھا دو سوا پا کے معلوم ہو گئے چودہ میں سے ساڑھے تین پیسہ نکلے دھیلا ڈھائی آنے رہے۔ یہ پون پا کی قیمت ہوئی چودہ میں ساڑھے تین جوڑ دیئے دھیلا سوا چار آنے ہوئے۔ یہ سوا پاؤ کی قیمت ہو گئی۔

لو اب یہ دال چاول سب تول لو مونگ کی دال ایک آنہ روپیہ کی آٹھ سیر ہوا چار روپیہ کی بتیس سیر ہوئی ٹھیک ہے۔ مرچیں اچھی سرخ پٹنہ کی کیسے بھاؤ چھ آنے سیر بک رہی ہیں سوا سیر ساڑھے سات آنہ کی ہوئیں یہ پونے آٹھ آنے کس حساب سے بتا رہا ہے

نئی چھالیہ کس نے منگائی تھی آدھی سے زیادہ گلی نکلتی ہے یہ تو یوں کی یوں ہی الٹی پھیر دو۔ بیوقوف کہیں کا۔ جانا بڑی بی کہتا۔ بارہ مہینے کا لانے والا۔ میں کبھی نئی چھالیہ کھاتی ہوں پرانی لا۔ دیکھو کتھہ بھی اُڑتا ہوا ہے۔ کمبخت آنکھیں بند کرکے کیوں سودا لاتا ہے کیوں رے کریم۔ یہ کتھہ پاؤ سیر ہے۔ سوا روپیہ کے دام اور پھر بھی اُڑتا ہوا؟ دیکھے نہ بھالے تولے نہ جوکھے جو دکاندار نے دیدیا آنکھیں بند کیں اور لے آیا۔ تجھے بھی ہیرن پھیروں کا مزہ پڑ گیا ہے۔ بس اب کا گیا گیا شام کو پلٹیو۔ مفت کا پیسہ تو نہیں ہے کہ جو تولے آئے وہ میں رکھ لوں کوئی ایسا سینکڑوں کوس بزار نہیں کہ چلتے ہی چلتے آندہ آ جائے۔ تھوڑی ہی دو قدم پر منڈی۔ ہائے ارہر کی دال نو سیر کیوں کر آئی پرسوں ہی تو نصیبن بھائی کے یہاں نئی دال سوا دس سیر کی لائی۔ تجھے مرد کی صورت دیکھکر اور سوا سیر کم کر دی جا اس کو بھی پھیر عورت ذات تو لائے سوا دس سیر یہ سودا نو ہی سیر اٹھا لائے۔

یہ چنے تیرہ سیر بارہ آنے کے کس حساب سے ہوئے۔ دنیا جہان میں پونے اٹھارہ بک رہے ہیں۔ ایک روپیہ کے پونے اٹھارہ۔ آٹھ آنے کے آدھ پاؤ کم نو سیر چار آنے کے چھٹانک کم ساڑھے چار سیر جو چار آنے کے ہوئے وہ پونے اٹھارہ میں سے نکال دو باقی بارہ آنے کے رہ جائیں گے تو پونے اٹھارہ میں سے چار سیر گئے پونے چودہ رہے۔ اس میں سے آدہ سیر اور نکالو سوا تیرہ رہی مگر نکالنے میں چھٹانک کم آدہ سیر اور نکالے ہیں پورے آدہ سیر سوا تیرہ سیر میں چھٹانک بھر اور ملاؤ سوا پاؤ ہوئے۔ یہ فقط تیرہ سیر ہیں سوا پاؤ کہاں غارت ہوئے۔ جب کمبخت سودا لائیگا ایسا ہی خاک دھول لائیگا آدھا پاؤ اونا پونا جو ہاتھ لگا یا اینٹھ دیا غضب خدا کا یہ چوسیرے چاول ہیں ٹوٹے کھدی بھائی اتنا کھا جتنا آٹے میں نمک بی نواسی! اب یہ سب چیزیں مٹکے تھیلیوں میں بھر کو ٹھڑی میں رکھ قفل لگا دو۔ مہینہ بھر کا سب سامان ہے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ مہینہ بھر کا کل گھر میں جو دہوا آجی نیدہ ہی

باقی ہے اللہ چاہے کل وہ بھی منگوالیں گے۔

گیہوں بھی سیلے معلوم ہوتے ہیں پہلے ان کو اچھی طرح سُکھا لینا۔ پھر پسنہاری کو تول کر دینا۔ تول کر لینا۔ مگر بین کی ایک چٹکی بھی گھر میں نہیں ہے۔ چنے تو کل ہی سکھا چھان پھٹک پسنہاری کے حوالے کرو ایک دفعہ ہی اکٹھے پسوا لو روز روز کی کہاں تکلیف اُٹھاؤ گی۔ بڑی بی تو اور قسم کی آدمی تھیں یہ لمبی بڑھیا مجھے ذرا چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ پرسوں بھی روٹیوں کی تہی کی تہی مٹکے میں سے نکال کر لائی ہوں تم ہشیار رہنا چیز نہ رکھوا اپنی اور چور ورنگا لی دو۔ اس پر کوٹھری نہ چھوڑنا جو چیز نکالنی ہو وہ اپنے سامنے نکلوائی اور قفل لگوا دیا احتیاط کرو گی تو مہینہ بھر سے ایک آدھ دن زیادہ ہی کا سودا ہے۔ پھوپھی اماں بہت اچھا کرتی ہیں کہ مہینہ بھر کا سودا منگوا لیتی ہیں۔ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ چھٹی گئی اور بنیے کے ہاں سے جنس آگئی۔ خیر نہ برکت حاصل نہ فائدہ سیر کا تین پاؤ تو بنیے نے بھر ایا چھٹانک آدھ پاؤ ماما نے ہضم کیا۔ روٹی پکی تو کیسی کہ دانت نہ دیا جائے کرکرا بجائے برے سے برا اور خراب سے خراب جنس کی ٹھہر گئی تو اب بنیے کی دوکان پر دوڑے جا رہی ہے وہ آدھی چربی آدھا تیل مہینہ بھر تک قرض کا پھیر رہا۔ تنخواہ آئی اندر پوڑیاں سی بٹ گئیں پھر وہی بنیے کی منت اور خوشامد پھوپھی اماں کہتی ہیں چاہے سوکھا آٹا اور روکھی دال کیوں نہ ہو مگر کبھی بھروالے سالن نہ ہوگا دال نہ ہوگی چٹنی دو وقت نہیں ایک وقت وقت پر نہیں بے وقت گھر میں چیز تو ہر وقت موجود ہو گی وہ اس تکلیف کو اس آرام سے اور اس دکھی کو اس غنی سے ہزار درجہ بہتر اور برتر سمجھتی ہیں۔ اب دیکھو چاروں طرف ملا تو بے ڈال رکھی ہے ایک ایک سے کہہ رہی ہیں۔ صبح ہی بھائی اقبال کو ٹال پر بھیجا تھا کہ ایندھن اکٹھا پڑ جائے ان تو سارے ہی دنوں میں ان کی عادت ہمیشہ یہی رہی ہے اور پھر آجکل تو سر پر برسات آ رہی ہے بازار کے بھیگے جوڑا اُپلے سیلی لکڑیاں بیٹھے پھوں پھوں کرتے رہو تو تکلیف کی تکلیف نقصان کا نقصان مٹی کے تیل کی انہوں نے کبھی بوتل نہیں منگوائی ہمیشہ کنستر ایک بوتل کا فائدہ رہتا ہے

اور پھر تیل اچھا۔ یہ نہیں کہ آج یہاں ہے کل جمنی کالی ہو گئی پرسوں پانی ملا ہوا ہے۔ کوڑیوں اور پیسوں کے حساب کو تم ادنیٰ چیز نہ سمجھنا زیروں سے شہر اور کوڑیوں سے روپے بنتے ہیں۔ پھوئیاں پھوئیاں تالاب بھرتا ہے۔

ہاں بی ظہورن! اشرفی میں سے کیا کیا لائیں؟ دو روپیہ گیارہ آنے کا کنستر، پونے چودہ آنے کے پان کیا ہوا۔ گیارہ آنے اور چودہ آنے پچیس ہوئے ایک روپیہ نو آنے بلکہ ایک پیسہ کم دو روپیہ ادھر کنستر کے ہیں تین روپے پونے نو آنے ہوئے۔ پیسہ کی پچکیں پورے نو آنہ ہوئے پانچ پیسے کا ہنڈل سوا دس آنے تین پیسہ کے ریل پورے گیارہ آنے یعنی تین روپے گیارہ آنے کا سودا آیا۔ ساڑھے پانچ آنے کے دو مٹکے پونے تین تین آنے۔ چلو روپیہ چار روپے ہوئے۔ باقی دس روپے ساڑھے پندرہ آنے لاؤ۔

پھوپھی پاس بیٹھی سن رہی تھیں اور خوش ہو رہی تھیں کہ نسیمہ نے کس خوبی سے نواسی کو حساب کی باتیں سمجھائی ہیں۔ جی میں آیا کہ نسیمہ کو کچھ باتیں اور سمجھا دے کہنے لگی!

اچھا بی نسیمہ، میں تم سے ایک بات پوچھتی ہوں سوچ کر جواب دینا۔ دیکھو ٹھیک ٹھیک بتانا۔ بیس آدمیوں کی دعوت بریانی قورمہ شامی کباب تین چیزیں تیار کرنی ہیں بتاؤ کیا کیا چیز کتنی کتنی درکار ہو گی تم تو بالکل ہی چپکی ہو گئیں لو سنو میں بتاؤں فی آدمی ڈیڑھ پاؤ رکھو بیس ڈیڑھ پاؤں کا کیا ہوا۔ پو سیری کے حساب تو پانچ سیر ہوئے یہاں ہیں ڈیڑھ پا یعنی آدھ پا زیادہ بیس آدھ پاؤں کا ڈھائی سیر پانچ وہ ڈھائی یہ ساڑھے سات سیر ہوئے۔ پا سیر چاول رکھو ڈھائی سیر آٹا۔ ہو گئے ساڑھے سات سیر۔ اب سب جنس لو سیر کو پو سیری گھی تو سوا سیر گھی چاولوں کا ہوا۔ اب بریانی کا گوشت لو دگنا ٹھیک ہو گا دس سیر ڈالو۔ مصالحہ سنو، زعفران تولہ بھر۔ الائچیاں آدھی چھٹانک لونگیں آدھی چھٹانک نمک پون پا لہسن پیاز سیر بھر کیوڑا پاؤ سیر۔ اب رہا قورمہ سوا سیر گوشت ڈھائی سیر آٹے کو بہت ہے سالن میں ڈیڑھ پا گھی باقی ہلدی مرچیں دھنیا لہسن پیاز وہی

معمولی۔ دو سیر کبابوں کا گوشت سمجھو، وہ اُبل کر پس کر رہ ہی کیا جائیگا۔ ہاں یاد رکھنا کہ چار پانچ انڈے ضرور ڈال لینے چاہئیں اس سے کباب ٹوٹیں گے نہیں بلکہ خوب پھولیں گے تین پاؤ گھی رکھو۔ لو بھائی رحیم آگئے۔ کل سے یاد کر رہی تھی تین آدمی بھیج چکی ہوں۔ لو بیٹی تم لکھتی جاؤ میں سب کپڑا لکھوا دوں دم بھر میں جا کر لا دینگے۔ پھر بیا کس کس کی منتیں کرتی پھرونگی۔ ادھر بھائی رحیم جیسا کپڑا کہ دکان کی جان نکال لائے ہیں۔ لکھو ایک تھان ململ کا ساڑھے ۱۹ گز کا سوا چار آنے گز کے حساب سے بھائی ایک عرض دیکھ لینا چھ دوپٹے بنجائیں گے۔ اچھا بی اب اپنی اوڑھنیوں کا لکھو۔ ڈھائی گز کی رہیں گی وہی ایک عرض کی سوا گز پنے والی۔ پونے چار آنے گز کے حساب سے ایک تھان پورا پونے انیس گز کا۔ اب ہر گز تے آٹھ میرے آٹھ تمہارے ایک تھان سیکھیا کا ایک ٹوریے کا سیکھیا ساڑھے پانچ آنہ گز۔ سوا بارہ گز کا تھان ہوتا ہے۔ ڈوریا وہی ساڑھے تین آنے گز والا۔ دس گز کافی ہوگا۔

اچھا بھائی صاحب! آپ تو تشریف لیجائیے۔ لو بیٹی اب تم حساب کرو۔ کتنے کا سب کپڑا ہوا۔ منہ زبانی کو رہنے دو۔ لاؤ یہ سلیٹ پنسل ادھر لاؤ میں بتاتی جاؤں تم لکھتی جاؤ پھر سب جوڑ لینا۔

	ایک	دو	تین	چار	پانچ	چھ	سات	آٹھ	نو	دس	گیارہ	بارہ	تیرہ	چودہ	پندرہ	سولہ	سترہ	اٹھارہ	انیس	بیس	اکیس
اردو	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
انگریزی	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21

یہ ہندسے تو اُردو انگریزی کے تم کو یاد ہی ہیں۔ بس اب تم گنتی جاؤ اور میں لکھواتی جاؤں شروع سے چلو۔ ململ کا تھان ساڑھے انیس گز کا سوا چار آنے گز کے حساب سے یہ میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ سولہ گرہ کا ایک گز ہوتا ہے۔ دیکھو یہ نقشہ بھی دکھا دیتی ہوں بھولنگی ہو تو یاد کر لو

انچ	فٹ	فٹ	گز	گز	میل	میل	کوس	فرلانگ	کوس
۱۲	۱	۳	۱	۱۷۶۰	۱	۲	۱	۸	۱

میں نے تم کو جب ہم ایک دفعہ شہر سے واپس آ رہے تھے تو رستے میں چھوٹے چھوٹے پتھر دکھا کر کہا تھا کہ یہ فرلانگ ہیں جب سات پورے ہو جاتے ہیں تو آٹھویں پر میل آتا ہے اور ایک میل سے دوسرے میل تک سترہ سو ساٹھ گز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ خیر اس وقت تو تم کپڑے کا حساب کرو۔ ہاں تو سوا چار آنہ گز کے حساب سے ساڑھے انیس گز کی قیمت نکالنی ہے اب اس کے دو قاعدے ہیں یا تو بیس تک کے پہاڑے یا دہوں یا ضرب سے نکالو۔ انیس کا پہاڑہ یاد ہے انیس چوک چہتر آنے تو ایک لئے مگر چونکہ سوا چار آنے میں ایک پیسہ کے حساب سے انیس پیسے ایک ہوئے۔ یہ چہتر آنے انیس پیسے انیس گز کی قیمت ہوئی چہتر آنو کے روپے بناؤ اور انیس پیسوں کے آنے پھر روپے بنالو سولہ چوک چونسٹھ۔ چونسٹھ کے بعد بارہ بچتے ہیں یعنی چونسٹھ اور بارہ چہتر تو چار روپے بارہ آنے تو یہ ہوئے اب ہے انیس پیسے پونے پانچ آنے یہ ہوئے دونوں کو جوڑ لو پانچ روپے پونے تین آنے اور ایک دھیلا ہوا۔

پورے انیس گز تمہاری اوڑہنیوں کا تھان پونے چار آنے کے حساب سے یہ بھی اسی طرح نکالو چار آنہ گز ہوتا اور انیس گز ہوتا تو وہی انیس چوک چہتر۔ چار روپے بارہ آنے تھان ہے پونے چار آنے یعنی ایک پیسہ کم بس تو انیس پیسے نکال لو چار روپے بارہ آنے میں سے پونے پانچ آنے گئے تو چار روپے سوا سات آنے رہے اب چونکہ تھان پونے انیس گز کا ہے اور یہ قیمت ۱۹ گز کی اس لئے پاؤ گز کی قیمت اور کم کرو گز بھر کے پونے چار آنے آدھ گز کے دھیلا سات پیسے پاؤ گز کے دمڑی کم چار پیسے تو چار روپے سوا چھ آنے اور ایک دمڑی ہوئی اب سکھیا اور ڈوریا لو سکھیا ساڑھے پانچ گز سوا بارہ گز کی قیمت نکالو بارہ پنجے ساٹھ آنے ایک ہوئے دو پیسے کے حساب سے چھ آنے ایک ہوئے بارہ گز کی قیمت چھیاسٹھ آنے یعنی چار روپے دو آنے ہوئے پاؤ گز کی قیمت ساڑھے تین پیسے کل ہوئے چار روپے سوا تین آنے اور ایک دھیلا۔ ڈوریا رہا۔ ساڑھے تین آنے گز کے حساب سے

دس گز تین دھائی تیس آنے جس کے ایک روپیہ چودہ آنے۔ دو پیسہ کے حساب سے دس گز کے پانچ آنے۔ کل ملکر دو روپئے تین آنے اور سب کو جمع کر لو۔

دمڑی	دھیلہ	پائی	آنہ	روپیہ	
۰	۰	۹	۲	۵	میرے دوپٹوں کی ململ
۱	۰	۳	۶	۴	نسیمہ کی اوڑھنیاں
۰	۱	۳	۳	۴	سیکھیا
۰	۰	۰	۳	۲	ڈوریا
۱	۱	۴	۱۵	۱۵	

جمع کرنا تو کوئی مشکل کام نہیں پہلے سب دمڑیاں جوڑ لو وہ جوڑو ہی گی کیا کل ایک تو ہی ہی ایک کی ایک لکھ لو اب دھیلو نبر آؤ ایک اور ایک دو ہوئے مگر دو دھیلوں کا تو ایک پیسہ ہوتا ہے اس لئے یہاں کچھ نہ رہا ہاں ایک پیسہ جو ہو وہ پائیوں میں جوڑ لو مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ دو دھیلوں کا ایک پیسہ ہوگیا۔ اس لئے کہ جو کچھ جمع ہو کر آیا ہے اس کو دو پر تقسیم کیا دو پر کیوں تقسیم کیا اس لئے کہ دو دھیلوں کا پیسہ ہوتا ہے تقسیم کیونکر کی دوا کن دو۔ غرض ایک حاصل ہوا اور بچا کچھ بھی نہیں اس لئے خالی نقطے دیدیئے اب ایک پیسہ جو ہاتھ لگا اس کو پائیوں میں جوڑو گی جوڑو گی کس طرح یہ پیسہ وہ پائیاں اسکا انکا کیا جوڑ برابر کی چیزیں جمع ہوتی ہیں پیسے پیسوں میں پائیاں پائیوں میں تو اب جو یہ ایک پیسہ جوڑنا ہے اس کی تین پائیاں ہی بنا لو تین ہوئیں اب انکو جوڑو نیچے دیکھو پائیوں کے خانہ پر نظر رکھو تین اور نو بارہ بارہ اور تین پندرہ اور تین اٹھارہ اب اٹھارہ پائیوں کے آنے بناؤ بارہ پائی کا آنہ اٹھارہ کو بارہ پر تقسیم کر دیا بارہ اکن بارہ چھ باقی بچے ان چھ کو تو پائیوں میں رکھو ایک آنہ حاصل ہوا۔ اب اس ایک آنے کو آنوں میں جوڑو۔ ایک اور دو تین تین اور چھ نو۔ نو اور تین بارہ۔ بارہ اور تین پندرہ اور پندرہ کے

پندرہ رہی رہے۔ اس لئے آنوں میں پندرہ لکھو آنوں کا کچھ حاصل تو ہوا ہی نہیں جو روپوں میں جوڑو۔ فقط روپئے ہی روپئے جوڑ لو۔ پانچ اور چار نو۔ نو اور چار تیرہ۔ تیرہ اور دو پندرہ بس روپئے پندرہ ہوئے روپیوں میں لکھ دو۔

کل کیا ہوا پندرہ روپئے پندرہ آنے چھ پائی ایک دمڑی۔ لو یہ سب کپڑے کی قیمت ہو گئی۔

(۳۰)

نسیمہ تو خیر بیٹی بھتیجی شاگرد سب ہی کچھ تھی۔ سنجیدہ کی تربیت سے جتنا کچھ بھی ہوتی تھوڑا اور کم۔ وہ بڑھیا ماما کی نواسی جو سچ مچ گت ناگروں کی طرح آئی او گنواروں کی طرح رہی ایک سنجیدہ کے فیض تربیت سے چند ہی روز میں پتھر سے پارس بتیں سے کندن غرض دیکھتے ہی دیکھتے کچھ سے کچھ ہو گئی۔ شروع شروع میں تو بہت اکڑی اور اکڑنے کی بات ہی تھی آئی تھی یہ سمجھ کر نسیمہ برابر کی سہیلی ہے کھیلوں گی اور کھاؤں گی یہاں آکر دیکھا تو صبح سے شام تک کام ہی کام دن رات اسی تاک میں رہی کہ بس چلے تو یہ رستی تڑا تڑا کر ایسی بھاگوں کہ ملنا تو درکنار نام تک نہ لوں مگر ادھر نانی کا آنکس اُدھر سنجیدہ کا قبضہ کچھ ایسی پہنچی کہ بہتیرا ہی پھڑپھڑائی مگر نہ چھوٹنا تھا اور نہ چھوٹی۔ لیکن یہ گھبراہٹ اور بھڑک کچھ ہی دن کی تھی۔ تھوڑے روز بعد روک ٹوک میں ہو گئی کھانا ملا اچھا دل لگ گیا۔ پھر نسیمہ جیسی لڑکی کا ساتھ۔ بات کی تو چمکار کر کام لیا تو پیار سے نواسی کی تو یہ کیفیت ہوئی کہ اس گھر پر پروانہ تھی۔ آٹھویں دسویں پندرھویں بیسویں نانی کی زبردستی ملنے گئی۔ گھڑی آدھ گھڑی بیٹھی اور چلی آئی۔ ہر چند گھر والے کہتے کہ اب آئی ہے تو رات کی رات پڑ رہ۔ نماز دم چلی جائیو۔ مگر اسکا یہ حال تھا باتیں ماسے کر رہی ہے اور دھیان نسیمہ میں پڑا ہے۔ بے سری بے تکی آئیں بائیں شائیں اِدھر اُدھر کی ہاں میں ہاں ملائی خیر صلاح خیر و عافیت کہہ سن پوچھ پاچھ اٹھی اور چلتی ہوئی۔

خدا کی شان ماما کی نواسی تلمی گر کی لڑکی اور یہ بھاگ کہ سنجیدہ نسیمہ اپنے ہاتھ سے
سر دُھلائیں۔ بھلے کے پاس بیٹھے چبائے ناگر پان بُرے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک و کان
وہی نواسی جس کی آنکھوں میں پہلے دن ڈھیروں چیپڑ تھے۔ ایک سال ہی بھر میں ایسی
ہو گئی کہ بے جگائے اور بے بلائے سنجیدہ سے پہلے نماز کو اُٹھتی اور نسیمہ کے ساتھ
قرآن لیکر بیٹھتی۔ خدا کی قدرت یاد آتی تھی جس لڑکی کے ہاتھ کے کوئی چھوئے ہوئے
بیڑ نہ کھائے آج وہ صرف اچھی صحبت اور تربیت کی بدولت اس قابل ہو گئی کہ جس گھر میں
جا نکلی عزت اور جس خاندان میں پہنچ گئی وقعت بڑی بڑی بیویاں اور رئیس زادیاں اسکی
خاطر مدارات اور آؤ بھگت کرتیں۔ نواب علی نقی خانصاحب کی بیگم نے ایک دفعہ نہیں
بارہا کہلا بھیجا کہ اگر نواسی زیادہ نہیں ایک چار گھنٹہ میری بچی کے پاس آ بیٹھا کرے تو خیر
اسکے قابل تو نہیں ہے مگر پندرہ روپیہ مہینہ کپڑا اچھا بُرا بھلا مجھکو میسر ہو روٹی جیسی روکھی
سوکھی مجھے نصیب ہو حاضر ہے مگر نواسی تو پندرہ کیا اگر پندرہ سو بھی کوئی دیتا تو نسیمہ کو
خوشی سے چھوڑنے والی نہ تھی اس کی تو یہ کیفیت تھی کہ اگر دم بھر کو بھی نسیمہ ادھر ادھر ہو جاتی
تو بالکل بے چین۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو جڑواں لڑکیاں ہیں جو کبھی کبھار وہ بھی بڑی مشکل
اور زبردستی سے علیحدہ کر دی جاتی ہیں وہی گھر اور وہی گھر کا کام جس میں دونوں پھوپی بھتیجیاں
اور وہ ایک ماما دن بھر پلے رہتے اب ایک اکیلی نواسی کے سر تھا اگر یہ کہنا غلط ہے کہ اپنی اصلی
سے تو یہ کہنا یقیناً صحیح ہے کہ نواسی کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے نسیمہ نے دوسرے سال
بالکل ہی ڈھیل دیدی۔ حساب کا شوق ایسا لگا کہ مہینوں باورچیخانہ میں آکر جھانکتی تک نہیں۔
اگر نواسی سے کچھ بھول چوک ہو بھی گئی تو دور ہی سے بیٹھے بیٹھے حکم دیدیتی یا ہدایت
کر دیتی۔ سب سے بڑی جیت یہ تھی کہ نواسی کچھ ایسی بلا کی ذہین واقع ہوئی تھی کہ جو بات
نسیمہ کے دل میں ہے وہ نواسی کے منہ پر پھر کیا ضرورت تھی کہ نسیمہ اپنے شوق کو اتنا اور
وقت کو ضائع کر دیتی جو سیکھنا تھا سیکھ لیا ایسا سیکھا اور اتنا سیکھا کہ نواسی جیسی گنواری

کو بیگم بنا دیا۔

بڑی بی بیچاری کے تو فرشتوں کو بھی یہ وہم و گمان نہ تھا کہ یہ نواسی جو دن بھر گلیوں میں ننگے پاؤں اور گھر میں ڈیڑھ ڈیڑھ گز کی جھلانگیں مارتی پھرتی ہے دیکھتے ہی دیکھتے ایسی ہو جائے گی کہ کنبہ بھر میں اس کا شہرہ محلہ بھر میں اس کی دھاک اور شہر بھر میں اس کا چرچا ہو گا۔ ایک وہ وقت تھا کہ جدھر گئی دُر دُر اور جس طرف پہنچی پھٹ پھٹ۔ ایک آج کا دن ہے کہ اپنے تو سر پر بٹھاتے چاہے آنکھوں پر غیر گھروں تک میں اس کی آؤ بھگت ہو رہی ہے۔

(۱۳)

اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے کہ نسیمہ یلی ایسی ماں کے دودھ سے جو مذہب کی زیادہ پابند تو کیا سرے سے نماز ہی کی گنڈے دار تھی مگر بڑی ایسی پھوپھی کی گود میں جس بھلا کچھ نہیں تو رات دن میں ایک بچا دفعہ تو خدا کے خوف سے کانپ کر استغفار پڑھتی ہو گی پانچویں برس سے لیکر آج تک کون سا ایسا دن گیا کہ اس نے بھتیجی کے سامنے خدا کی عظمت نہ بیان کی ہو اور کون سی ایسی رات گزری کہ ساتھ لیکر لیٹی اور مسئلہ جزا و سزا کے متعلق گفتگو نہ کی ہو۔ وہاں کا حال تو خدا ہی جانے مگر اتنا ہم بھی کہیں گے کہ اگر قیاس کوئی چیز ہے تو سنجیدہ اس دنیائے ناپائدار سے ایسا اسباب اور سامان ساتھ لے گئی جو اس آڑے وقت میں جہاں کوئی رفیق و مددگار نہیں اس پر کوئی مصیبت نہ آنے دیگا اگلے زمانے کی کوئی بچی کھچی بڑی بوڑھی رہ گئی ہو تو ہو ورنہ اب ایسی بیویاں بہت کم نظر آئیں گی یہی خوف قیامت جس کو اول دن سے سنتے چلے آئے ہیں اس کے دل میں کچھ ایسا سرایت کر گیا تھا کہ بسا اوقات بیٹھے ہی بیٹھے خیال آیا اور تھرا اٹھی کچھ ہزاروں لاکھوں کی آدمی نہیں پچاس ساٹھ روپیہ کا کرایہ شہر کا خرچ بھاری پھر آگے مگر بارہ مہینے دو ایک یتیم بچے ایک دو بڑھیا ٹھہریا غرض کوئی نہ کوئی اس کے دسترخوان پر ضرور ہوتا۔ بیماروں

کی عبادت یا بچوں کی خدمت محتاجوں کی مدد غریبوں کی خاطر عورت کیا فرشتہ تھی
کھلا کر کھایا پہنا کر پہنا۔ گرمی کے پہاڑ سے دن جمعرات جمعہ کا روزہ جاڑوں کی کٹھن راتیں
اور تہجد کی نماز نعمت پر شکر مصیبت پر صبر سو سے اوپر عمر پائی مگر ایک دن کسی کا دل نہ
دکھایا جی تو پھول جھڑے مری تو پھول چڑھے کیسی نیک بیوی جس کی ہوا لگنے سے
آدمی انسانیت پکڑے نسیمہ کو جتنا اچھا اُٹھاتی کم تھا یوں تو عذاب الٰہی کا خوف شروع
ہی سے اس نے بھتیجی کے دل میں پیدا کر دیا تھا مگر پانچ برس کی بچی خدا کو کیا جانتی
اور کیا پہچانتی ہاں اتنا ضرور ہوا کہ خدا کی ہستی کا یقین کچھ ایسا دل نشین ہوتا چلا کہ
ذرا نماز کو دیر ہوئی اور گھبرائی کوئی جھوکا آیا تو ننگے پاؤں کھانا چھوڑ چھاڑ دوڑی دینے
گئی مصیبت زدہ دکھیاریاں دور دور سے نسیمہ کا نام سُنکر آتیں اور وہ اُن کا دکھ
سنتی اور ہاتھ سے پاؤں سے روپے پیسے سے جو کچھ ہو سکتا مدد دیتی اور خدمت
کرتی امیر کی بچی لاڈ کی پلی کوارپنے کا زمانہ پہننے اوڑھنے کے دن روپیہ گز کا پہنتی اور اشرفی
تولہ کا کھاتی تو بجا تھا مگر اس کو تو پیسہ فضول اُٹھانا قسم تھا۔ جو پھوپھی نے بنا دیا اور کھلا دیا
سر آنکھوں پر۔ خدا معلوم قدرت کی اس حکمت میں کیا بھید چھپا ہوا تھا کہ کال دو سال
گذر گئے اور ایک بوند مینہ کی نہ پڑی دونوں برساتیں نکل گئیں ساون بھادوں کے
مہینے جھڑیاں اور موسلا دھار تو درکنار ابر کا ٹکڑا تک نظر نہ آیا کہ کچھ امید ہی بندھتی پہلے
سال تو کسان غریبوں نے جوں توں کر کے کھینچ کھانچ کسی نہ کسی طرح کھیتوں میں پانی پہنچایا۔ دوسرے
سال ندی نالے جوہڑ تالاب کوئی بھی اس قابل نہ رہا کہ ان غریبوں کی محنت برباد ہوتے
پر دو آنسو گرا دیتا۔ کال پڑا اور ایسا کہ خاصے کھاتے پیتے آدمی دودھ والوں کو محتاج
ہو گئے۔ شہر پر تو یہ آفت اور شہر والوں پر یہ مصیبت مگر سنجیدہ کی ہمسائی بی تکاثر کے یہاں
کال دیکھکر عید ہو گئی آنکھوں پر رکھی ٹھیکری دل کیا پتھر مرنے کو بھول چار دن کی زندگی پر
پھول گھر بھرنا شروع کیا۔ باپ کے ترکہ کا تین ساڑھے تین ہزار روپیہ نقد موجود تھا روپوں کی

چیزیں کوڑیوں کے مول خریدنی شروع کیں اپنی غرض باؤلی اس ظلم وستم پر بھی مصیبت ماریاں کوسوں سے آتیں منتیں کرتیں اور اونے پونے آدھی چوتھائی جو دام ملجاتے غنیمت سمجھتیں اور صبر کرتیں خدا کسی پر وقت نہ ڈالے اور غرض نہ اٹکائے چار چار پانچ پانچ سیر تانبے کے برتن تین تین چار چار سیر آٹے میں دینے پڑتے غضب تھا کہ کمبخت دگنے اور تگنے وعدہ پر رکھتی اور چند ہی روز میں کئے گئے کر دیتی کمال یہ تھا کہ حقیقی رشتہ دار ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے والے بھوکے مرجائیں چھوٹے چھوٹے بچے سگے بھانجے بھتیجے بلو بلوں کرتے پھریں اور اس ناگن کا دل نہ پسیجے۔ کچھ ایسا خدا کا خوف دل سے اٹھا کہ مزے سے دونوں وقت ڈٹ ڈٹ کر کھاتی اور دکھا دکھا کر کھاتی۔

زمانہ کا انقلاب جان کے ساتھ ہے۔ ساون تو میسر بھی البتہ کورا ہی گیا بھادوں کا تیسرا یا چوتھا روز تھا کہ دوپہر کے وقت دھواں دھار گھٹا پورب سے اٹھی۔ ابھی پانی کا پتہ بھی نہ تھا کہ لوگ خوشی کے مارے اچھل پڑے جو جہاں تھا گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعائیں مانگنے لگا بھوکوں کی زاری خالی نہ گئی۔ مینہ برسنا شروع ہوا۔ دو برس کا رکا ہوا ابر بھلا دو چار گھنٹہ کیا برستا دو ہی تال پانی پڑا کہ جی چھوڑ وا دیئے۔ صبح ہوتے ہی ذرا تھما تھا ایک گھنٹہ ہی ہی رہا ہوگا کہ پھر اندھیر گھپ کر دیا پھوئیاں پھوئیاں پھوار پڑ رہی تھی اور کالے کالے بادل جھوم جھوم کر آرہے تھے آخر برسا اور کچھ ایسا کہ دیکھے کہ دن گزرا رات گزری اور دوسرا دن بھی مگر پانی کی رفتار میں کمی نہ ہوئی۔ اونچی اونچی حویلیاں اور پکی پکی محلسرائیں آخر تھیں تو مٹی گارے ہی تیسرے دن جا کر ٹپا کھلی تھیں رات کو اکا دکا تارے جھلملانے لگے تھے امید تھی کہ اب نہ برسے گا مگر ادھر پہر گھڑی کی توپ چھوٹی ادھر پھر برسنا شروع ہوا۔ اب پانی نہ تھا طوفان تھا موسلا دھار مینہ اور ہوا کا جھکڑ ایسے ویسے کچے ڈھیلے تو کبھی کے رخصت ہوئے۔ سنگیں عمارتیں کچھ ٹھہریں مگر آدھی رات تک وہ بھی ہلنی تھیں چھتیں اور کوٹھے بیٹھے اور مٹیاں چاروں طرف سے دھواں دھوں آوازیں

آ رہی تھیں ٹکاٹر سے دیوار بیچ ایک یتیم خانہ تھا جس میں اُستانی جی نے بیس پچیس بے ماں باپ کی لڑکیاں جمع کر لی تھیں جو کچھ ادہر اُدہر سے آجاتا پکا پکو اُنکے آگے رکھدیتیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ کسی کو اپنے پیٹ کے بچوں کی ممتا ہو گی تو اتنی ہی جتنی استانی جی کو ان بے وارثوں کی۔ ہزار بارہ سو کا مکان ڈہائی تین سو کا زیور چالیس پچاس کے برتن غرض جو کچھ جمع پونجی تھی وہ سب ان بچیوں کے نذر کر دی۔

ٹکاٹر اُستانی جی کو راگ دے فرزندی کے بہانے ایک لڑکی کو قبضہ میں لے مٹی پلید کر چکی تھی اور اب ایک اور لینے کی فکر میں تھی۔ اُستانی غریب ایک ہی کو دیکر ایسی پچھتائی تھیں کہ جب اس پر چار چوٹ کی مار پڑتی تو ڈاڑھیں مار کر روتیں گو کال نے اوسان بگاڑ دیئے اور ٹکاٹر نے ستم میں کوئی کمی نہ کی مگر صد آفریں اُستانی جی کو کہ دو دو تین تین وقت بعد اچھی یا بُری جو میسر ہوئی پہلے اُن کے پیٹ میں ڈالدی پھر آپ منہ پر کبھی لبیریاں لگائیں اور لیتھڑے پہنے چکیاں پیسیں اور چیتھڑے اوڑھے۔ لیکن ان معصوموں کو کلیجہ سے جدا نہ کیا۔ اس وقت آدہی سے زیادہ رات گزر چکی تھی پانی برابر اسی طرح پڑ رہا تھا اور اُستانی جی بچیوں کو لیئے بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں ٹپکے نے اور بھی دم ناک میں کر دیا۔ بالشت بھر جگہ ایسی نہ تھی جو محفوظ ہو اور رہنے کو کہیں لینے چراغ لئے کوٹھری میں آئیں۔ دیکھتی ہیں تو بڑی دیوار جس پر کڑیاں ہیں پھولی کھڑی ہے۔ جلدی جلدی چیز بست اُٹھا لڑکیوں کو لے باہر آئیں پانی نہ ہوتا اوپر سے آیا کھونچال دالان اترا اترا کر نیچے آیا۔ ایک بچی جو نیچے لیٹی تھی برابر کی دو کڑیاں اوپر آئیں مغز پاش پاش ہو گیا۔ چھ برس کی لڑکی لیا ٹھہر کیا۔ جب تک اُستانی جی پہنچیں آنکھیں پھیر بیمار رخصت ہو گئی۔

کیسا نازک وقت تھا مینہ کی وہی کیفیت ہوا کی وہی حالت خدا کسی پر وقت نہ ڈالے اُستانی جی اس شان کی عورت کہ کبھی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیں۔ بھیگتی بھاگتی کھڑکی میں آئیں اور ٹکاٹر کو آواز دیکر منت سے کہا اتنی اجازت دو کہ ان معصوموں کو لیکر

رات کی رات تمہارے ہاں پڑ رہوں اندھیرے منہ اُٹھکر نواب صاحب کے ہاں چلی جاؤنگی تکا ترکتر سنگدل کیا موم ہونے والی تھی ہنسی اور ہنسکر کہا بیٹھنے کو گھر نہیں کھانے کو ٹکڑا نہیں پھر یہ لڑکیوں کی حمائل کیوں ڈال رکھی ہے۔ میں نے کتنی منت سے کہا تھا استانی جی ایک لڑکی ہمیں اور دیدو ناک بھوں سکیڑ سیدھی ہولیں۔ میں تو ہی ظالم بیرحم ہوں ایک لڑکی میرے حوالہ کرو شوق سے آجاؤ۔ ایک رات کی جگہ دو رات پڑ رہو۔

استانی جی اس وقت لاکھ حاجتمند ہوں مگر ایسی گئی گزری بھی نہ تھیں کہ حاجت سے دبکر اور ضرورت سے مجبور ہوکر لڑکی دینے کی حامی بھر لیتیں تکاترا نکو مُلانی بھک منگنی مردہ شو فقیرنی کچھ ہی سمجھے مگر ناداری میں بھی اتنی عزت رکھتی تھیں کہ سردار آباد تک کی رئیس زادیاں اُنکی تعظیم کو سروقد کھڑی ہوتیں۔ خدا کی شان تھی کہ اس آن بان کی عورت جس نے لکھ پتی پھوپھی کے آگے آجتک ہاتھ نہ پھیلایا ایک ایسی ناہنجار کمبخت کی خوشامدیں کررہی تھیں

رات اپنی منزل کا بڑا حصہ طے کر چکی تھی بادل زور شور سے گرج رہا تھا اور بجلی کی چمک آنکھوں میں گھسی جاتی تھی۔ ایک ایسی مسلمان بچی کا مردہ جس کا والی وارث سوا خدا کی ذات کے کوئی نہ تھا۔ کھڑیوں میں دبا پڑا تھا اور چند معصوم لڑکیاں مع استانی جی کے صحن میں کھڑی بھیگ رہی تھیں کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتی تھی۔ زندہ اور مردہ دونوں کی مٹی پلید تھی۔ گرانی کے موسم اور ایسے نازک وقت میں سنجیدہ اور نسیمہ دونوں پھوپھی بھتیجیوں کی ہمدردی پر بے اختیار دل سے آفرین نکلتی ہے۔ یوں تو جس دن سے کال پڑا اور خلق خدا پر مصیبت کی گھڑی آئی ایک دن بھی ایسا نہ گزرا کہ پھوپھی بھتیجیوں کے دستر خوان سے دو چار بھوکوں کا پیٹ نہ بھرا ہو۔ سیر بھر آٹا اس وقت سیر بھر اس وقت تو یتیم خانہ کا مقرر ہی تھا اس کے علاوہ بھی جب ضرورت ہوئی اور جو موجود ہوا انہیں خوشی دیا اور یہ منت دیا قرض ملام لین دین دنیا میں چلا ہی آتا ہے نسیمہ نے اس کال میں یہ کمال کیا کہ جسکو دیا اور جو کچھ دیا یہ سمجھکر دیا اور کہکر دیا کہ واپسی کی ضرورت نہیں نتیجہ یہ ہوا اور ہونا چاہیئے تھا کہ نہ

صرف محلہ ہی محلہ میں بلکہ دور دور جہاں صبح اُٹھکر تکا ثر کا نام لینا لوگ منحوس سمجھتے تھے وہاں ننھے ننھے دلوں تک سے نسیمہ کو دعائیں ملتی تھیں گو تکا ثر نے ڈیڑھ دو سال میں کئی ہزار کی جائداد کر لی اور نسیمہ پورے چار سو روپیہ کی پھوپھی کی قرضدار ہو گئی۔ مگر یہاں سیر چاندی اُٹھا کر وہ خزانہ جمع کر لیا کہ ریاستیں قربان اور سلطنتیں نثار۔ دو دو تین تین وقت کے فاقہ زدہ جس وقت اس کے دروازہ سے پیٹ بھر کر جاتے اور چین سے پڑکر سوتے تو اگر رات کو بھی آنکھ کھلجاتی تو کہتے الٰہی اس گھر والی کو دنیا جہان کی خوبیاں ان ہی دعاؤں کا اثر تھا کہ نسیمہ ایسی پھلی پھولی کہ خدا سب بیٹیوں کو نصیب کرے۔

مینہہ برسنے کی خوشی میں پہلے پہلے تو سب کی طرح یہ بھی شریک تھی مگر جب بارش نے قیامت برپا کر دی اور ادہر اُدہر سے ہولناک آوازیں اور وحشت انگیز خبریں آنے لگیں پڑوسیوں کو دیکھا کہ سب ہی سب پریشان ہیں تو گو اپنا مکان پختہ اور سنگین سب ہی کچھ تھا مگر حق ہمسایہ کا جایہ ذرا کہیں سے دھماکے کی آواز آئی اور اس کا کلیجہ وہاں سے ہوا۔ کوٹھے پر کھڑی ایک ایک کی خیر صلاح پوچھ رہی تھی۔ یہ چین سقنی کا گھر پرانا اور الگ کھڑا تھا اس کو بال بچوں سمیت شام ہی سے اپنے ہاں بلا لیا تھا۔ خرابی یہ تھی کہ اُستانی جی چار گھر پرے تھیں اور گھر بھی کچھ ایسا پرانا نہ تھا نہ ظاہر گرنے کے کوئی آثار تھے۔ اتفاق کی بات اور ہونی شدنی کہ تھا صاف اچھا مکان بتاسہ کی طرح بیٹھ گیا اُستانی جی کی پریشانی یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں اس گھر سے اُس گھر اُس گھر سے اس گھر ہوتی نسیمہ تک بھی پہنچی سنتے ہی بے چین ہو گئی دیوار پر چڑھ کر آوازیں دیں گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخی مگر یہ محلہ اور پھر مینہہ کا شور اُستانی جی تو کہیں اس پار ہیں اس پار کے گھر میں سے بھی کسی نے کروٹ نہ لی مایوس ہو کر چپکی ہوئی تا امید ہو کر نیچے آئی نواسی کو ساتھ لیا۔ لالٹین ہاتھ میں لی اور پھوپھی کو اطلاع دئے بغیر چلی اُستانی کے ہاں۔

مان لیا کہ سنجیدہ فرشتہ صفت انسان تھی مگر تھی تو انسان ہی نسیمہ کو اس وقت

جاتے دیکھ طرح طرح کے وہم اس کے دل میں آنے لگے۔ سوچا اور سوچکر بولی بیٹی اس وقت تو جانا ٹھیک نہیں چاروں طرف دیواریں اور کوٹھے کوٹھے کھڑے ہیں ذرا مینہ تھم جانے دو۔ نسیمہ اے ہے پھوپھی اماں آپنے سنا نہیں مکان گر پڑا۔ عائشہ دب گئی اُستانی جی ایک ایک کی منتیں کر رہی ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ اس مصیبت میں اُنکا ساتھ دے ہمدردی کا وقت تو یہی ہے بیس بائیس دم اس وقت آسمان کے نیچے کھڑے بھیگ رہے ہیں۔ جب تک ہاتھ پاؤں چلتے ہیں ان سے کام لینا چاہیئے پھر تو شاید انکو کپڑے بھی نہ کہیں عائشہ نگوڑی تمام تو پیالہ لینے آئی ہے۔ پھوپھی اماں مسلمان کا مردہ ہے اجازت دیدیجئے۔ برقع اوڑھے ہوئے ہوں گی اور آئی پہنچی اور لائی۔

اب یہ خدا جانے کہ ہنسی خوشی یا مجبوری لاچاری سنجیدہ خود بھی ساتھ ہوئی مگر بڑھاپے کی عمر گھٹنوں گھٹنوں پانی ٹخنوں ٹخنوں کیچڑ دو ہی قدم چلی تھی کہ آم کے چھلکے پر پاؤں رپٹا وہ تو خدا نے یہ خیر کی گھڑونچی ہاتھ میں آگئی نہیں تو بیٹھے بٹھائے مفت کی پریشانی تھی غرض سنجیدہ کو گھر میں چھوڑ نواسی کو ساتھ لے اُستانی کے ہاں پہنچی۔ استانی اور شاگرد سب کے سب کھنڈر میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے۔ نسیمہ کی صورت دیکھتے ہی استانی جی کی آنکھ میں آنسو بھر آئے۔ جوشِ محبت میں کھڑی ہوگئیں اور صرف یہ الفاظ منہ سے نکلے "میری بچی میں تیرے قربان"، کڑیاں ہٹا ملبہ سرکایا۔ عائشہ کو نکال اُستانی اور لڑکیوں کو ساتھ لے اپنے ہاں آئی اپنے ہاتھ سے کمرے میں تین پلنگ دو چارپائیاں بچھا انیز بچھونے کئے اور لاوارث لڑکیوں کو لٹا کر سلا دیا۔ صبح ہوتے ہی پانی تھما تو عائشہ کو اول منزل پہنچایا۔

ناممکن ہے کہ یہ سطریں اس کیفیت کو ظاہر کر سکیں جو اس وقت اُستانی جی کے دل کی تھی جس دل سے انہوں نے دعائیں دیں اور دیکھ بڑی لڑکیوں کی آنکھوں نے یہ سکھ پا کر جو کچھ کہا وہ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ مختصر یہ کہ زندگی ہے تو ایسی دنیا ہے تو یہ۔ دین ہے تو یہ۔

(۴۲)

رات سدا رہنے والی نہ تھی۔ آئی بھی اور نکل بھی گئی البتہ وہ بات باقی ہے اور کچھ روز تک باقی رہیگی چار روز کی زندگی کے واسطے انسان جو چاہے کرلے۔ خدا کی لاٹھی اور بے آواز ضرور ہے اندھیر نہیں۔ آج کے بچھڑے آج ہی نہیں جلتے۔ پاپ کی ناؤ آج نہیں کل اور کل نہیں پرسوں ایک دن ڈوبے اور ڈوبے۔ کال ختم ہوا اور چوتھے سال تو اللہ کی کچھ ایسی مہربانی ہوئی کہ چھہ دھڑی کے گیہوں بک گئے بستا سماں ہوتے ہی وہ تکلیف اور پریشانی سب بھول بسر گئے ہاں نکاتر کا ستم اور نسیمہ کا کرم دلوں پر نقش تھا نوبت یہاں تک پہنچی کہ محلہ والوں نے ملنا جلنا بات چیت نکاتر سے قطعی بند کردی اس خود غرضی اور نفس پروری کا نتیجہ یہ ہوا کہ نندوں نے جیتے ہی جی اسے مردہ سمجھ لیا۔ دن بھر بیٹھی مکھیاں مارتی اور کوئی آکر جھانکتا تک نہیں آدمی کچھ ہو کر سکتا ہے چاہیئے کہ نکاتر اب تو اپنی حرکتوں سے باز آتی مطلق نہیں یتیم خانہ کی وہ لڑکی معصومن جو قبضہ میں تھی بندر کی بلا طویلہ کے سر۔ محلہ بھر کا غصہ اس غریب پر تھا۔ دوپہر کے وقت ایک دن لڑکی کو بخار چڑھا جاڑوں کے دن تھے دھوپ میں بیٹھی کپ کپا رہی تھی۔ نکاتر نے پٹاری منگوائی زبردست کے بسوے میں اٹھی اور لائی چھہ سات برس کی جان بخار میں جلتی بچی پانسیر تانبا ہاتھ میں پاؤں پھسلا اور دھڑام سے گری۔ بیمار کا گرنا تھا کہ نکاتر جھلا کر اٹھی پٹاری کو تو وہیں چھوڑا اور معصومن کا ہاتھ پکڑ کر بیدردی سے گھسیٹتی ہوئی لائی۔ بخار زدہ معصومن کی حسرت آمیز نظریں نکاتر جلاد سے رحم کی ملتجی تھیں اور بے گناہی کا اظہار کر رہی تھیں۔ مار پڑنی شروع ہوئی جب طاقت ضبط نہ رہی تو رو کر کہنے لگی بیگم صاحب اب معاف کردیجئے۔ پھر کبھی نہیں گراؤں گی۔ یہ تو کہنا ہی فضول ہے کہ بے بس لڑکی کی منت زاری کا نکاتر پر کیا اثر ہوتا۔ مارا جتنا مار سکتی تھی۔ مار چکی تو ایک لیا دھکا دیا کہ اوندھے منہ جا کر تخت پر گری۔ کنپٹی میں کیل چبھی۔ خون کی تلی بندھ گئی سارا چہرہ لہولہان ہوگیا۔

معصومن سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا پہلی مصیبت تو یہ آئی کہ ماں چھوٹی ماں کا پکھوا چھوٹا۔ دوسری آفت تقدیر نے یہ ڈھائی کہ پہنچی ایک کڑ کے پاس جس کے دل میں رحم کا نام تک نہیں اور پھنسی ایسی ظالم کے پھندے جس کو خدا سے غرض نہ رسول سے واسطہ بخار، بخار پر مار۔ مار پر چوٹ اولاد والی ہوتی تو کلیجہ پکڑ کر بیٹھ جاتی مگر اس کے بھانویں بھی نہیں معصومن میلی کچیلی اوڑھنی سے آنسو پونچھ پانچھ کونہ میں جا لیٹی غنیمت تھا کہ نکاتر اسی پر بس کرتی نہیں بیٹی کو اُٹھوا مصالحہ پسوایا برتن دھلوائے اور کھانا کھانے بیٹھی۔

بڑا ہو یا بچہ تکلیف کا احساس تو ہوتا ہی ہے معصومن کچھ دیر تک تو باورچی خانے میں پیڑے پر سر رکھے ہوئے ہولے ہولے ہائے اللہ ہائے اللہ کرتی رہی اور پھر اپنی مری ہوئی ماں یاد آگئی۔ بخار کی گھبراہٹ چوٹ کی تکلیف خون کی کثرت اس پر ماں کی شفقت کا یاد آنا تھا کہ ننھا سا دل بھر آیا روئی اور رو کر باہر آئی نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آسمان چھوٹے چھوٹے تاروں کو اپنی گود میں لئے کھڑا تھا کچھ دیر تک چپکی کھڑی سوچتی رہی اور پھر کہنے لگی "بس اللہ میاں میرے اماں باوا تم ہی ہو میرا بخار اتار دو میرا خون تھما دو اور مجھکو یہاں سے نکلوا دو۔ دیکھو سر میں کیسا درد ہو رہا ہے۔ اللہ میاں اللہ کی قسم بھیجا نکلا پڑتا ہے"

آدمی غور کرے تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح یہ ایک دو یا چند گردش کے مارے زمانہ کے ستائے ہمارے ماتحت ہیں اور ہم اُن پر حاکم ہیں اسی طرح ایک زبردست طاقت ہمارے اوپر بھی حاکم ہے جس وقت نکاتر معصومن کا ہاتھ پکڑ کر لائی ہے اور معصومن نے نگاہ یاس سے نکاتر کو دیکھا ہے۔ گو اس کی نظر اور وہ خود دونوں مجبور و لاچار تھے مگر اس کا دل یہ ضرور کہہ رہا تھا۔ "اے تھوڑی سی دیر کی حاکم میرا تیرا فیصلہ اور انصاف وہ حقیقی مالک کردیگا جو ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے میرا اور تیرا دونوں کا حاکم ہے۔ میں اس وقت بے بس ہوں اور بیکس ہوں ماں میرے ساتھ نہیں باپ میرے پاس نہیں مگر میرا وارث اور حمایتی ابھی ایک موجود ہے جو میری سنتا ہے اور تیرے ظلم کو دیکھ رہا ہے۔"

قبولیت کی گھڑی عام آدمیوں کے واسطے کوئی خاص ہو تو ہو مظلوم کے واسطے واسطے تو حاکم حقیقی کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ معصومن کی التجا دکھے ہوئے دل کی آہ تھی کلیجہ سے نکلی زبان پر آئی زبان سے نکلنے کی دیر تھی آسمان اور زمین دونوں کانپ گئے حاکموں کا حاکم بادشاہوں کا بادشاہ مظلوموں کا والی معصومن کا وارث جس کے حضور میں اتنی دیر گڑگڑائی اس فریاد کو سن رہا تھا۔

یکا یک کھانا کھا رہی تھی کھا چکی تو آواز دی کہ برتن اُٹھا۔ معصومن سنتے ہی اُدھر چلی مگر چلا نہ گیا۔ خون بند ہو گیا تھا مگر بخار جوں کا توں۔ چکر آیا اور ساتھ ہی اندھیرا۔ گری مگر سنبھلی اتنی دیر میں دو تین آوازیں اور تین چار گھرکیاں پڑ چکی تھیں گرتی پڑتی پہنچی۔ دستر خوان لپیٹا برتن اُٹھائے اور پھر پڑ رہی۔

یکا یک کی گردن میں گدی کے نیچے پھنسی نہ پھوڑا ایک لوں سی سا درد اور تین دن سے تھا۔ صبح کو جو اُٹھی تو ذرا جلن معلوم ہوئی۔ سمجھی گرمی دانہ پک گیا۔ مگر جلن زیادہ ہوئی تو کالے مرہم کا پھایا لگایا۔ السی کی پلٹس باندھی گھی لگا کر پان چپکایا کاشک کی پھریری پھیری مگر وہ بال جڑے برابر دانہ خدا معلوم کس وقت کا تھا کہ گھنٹوں اور گھڑیوں منٹوں اور پلوں بڑھ رہا تھا، دوپہر کو کہیں سہ پہر کو کہیں شام کو تو کہیں کا کہیں پہنچا۔ آدھی رات تک تو کچھ سوئی اور کچھ جاگی مگر آدھی کے بعد تو پلک سے پلک جھپکانی حرام تھی منہ اور گردن دونوں سوج کر کپا ہو گئے۔ بڑی مشکلوں اور مصیبتوں سے چیخ پیٹ کر رات کاٹی نماز دم خالہ نانی کو بلوایا چچی پھوپھی کو ڈھونڈوا لیا ہیجی۔ غرض جس نے دیکھا دم بخود رہ گیا۔ ڈاکٹر۔ جراح۔ حکیم طبیب سب ہی آئے اور گئے مگر تسکین کی صورت نہ نکلی ایک چیخ آسمان اور ایک زمین تھی جس شخص نے کبھی پیسہ تو پیسہ سوکھی روٹی تک کسی کو نہ دی ہو بھر بھر مٹھیاں روپے دے رہی تھی اور ایک ایک کی خوشامدیں کر رہی تھی دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر آرام اور افاقہ کیسا بیس سے انیس بھی نہ ہوا۔ کس قیامت کی کہولن اور غضب کی جلن تھی، کہ کسی کروٹ ہی چین

نہ پڑتا تھا۔ مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ دن اسی آفت میں بسر ہوا۔ پھوپھی اور چچی نے تو ڈولی ہی الٹی پھیری البتہ خالہ اور نانی وہ بھی سگی نہیں رشتہ کی آپہنچی تھیں۔ شام کو وہ بھی چلی گئیں محلہ والے تو پہلے ہی دن رات اس کی جان کو رو رہے تھے بلا واسطہ بے غرض تکلیف پہنچاتی تھی کچھ ایسا بغض للّہی تھا کہ جب تک دن بھر میں ایک آدھ کو سخت نقصان نہ پہنچا لے صبر ہی نہ آتا تھا۔ استانی جی اگلے زمانہ کی عورت نکاتر کے ماں کے ساتھ کی کھیلی ہوئی یہ کیفیت سنکر آئیں مگر ظہر پڑھ کر آئیں عصر جا کر گھر پڑ رہیں۔ تیماردار تھی یا خدمتگار رہی لے دیکر ایک معصوم سو وہ غریب آپ بیمار رہی تھی مگر پھر بھی سر سے پٹی باندھ جتنا کچھ ہوسکا برابر لگی لپٹی رہی۔

دوسری رات پہلے سے بھی بدتر گزری ایک زخم تھا جس پر کوئی کچوکے دے رہا تھا صبح جراح نے آکر چیرا دیا۔ دوپہر کو بخار چڑھا غفلت شروع ہوئی گھڑی دو گھڑی بعد ہوش آجاتا تھا تو ایسی بلبلاتی تھی کہ سننے والوں تک کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے شام کو بخار ذرا ہلکا ہوا مگر پھوڑے کی تکلیف بدستور تھی پلنگ باہر بچھوا انگنائی میں آکر لیٹی۔ یہ عمر میں پہلا ہی دن ہوگا کہ نکاتر ارحم الرحمین کے رحم کی ملتجی تھی اور اس کو یاد کر رہی تھی۔ عشاء کا وقت تھا کہ ایک فقیر نے دروازے پر آکر صدا لگائی۔

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائیگا جب لاد چلے گا بنجارا

بیماری کی حالت رات کا وقت مضمون دردانگیز فقیر خوش الحان دفعتہ نکاتر کو عاقبت کا خیال بندھا سوچنے لگی کہ بس زندگی کے دن پورے ہوگئے اور ایک آدھ روز یا دو چار گھڑی دنیا کی ہوا کھا رہی ہوں لے لیا جو لینا تھا اور کر چکی جو کرنا تھا۔

افسوس ہے اس دنیا پر جس کے واسطے اتنا کچھ کیا آخر ہوا تو نکلی بچہ بچہ پر ظلم کئے بڑوں بڑوں کو دھوکا دیا آج شہر بھر میں ایک متنفس ایسا نہیں جو مجھ سے خوش ہو اتنی بیویاں محلہ میں بھری پڑی ہیں مگر ایک اتنا نہیں کہ جھوٹے موٹ تو آکر میری خیر صلاح

پوچھتا مگر کیوں پوچھتا اور کس لیئے آتا میں ہوں ہی کس سے بھلی جو میرا خیال کسی کو ہو میرا گور گڑھا ہی کر دیں تو بھی اُن کا احسان ورنہ میں تو اس کی بھی مستحق نہیں افسوس افسوس ناکام جی اور بدنام مری یتیموں کے مال مارے رانڈوں پر ستم کئے معصوم جیسی بچی ماں باپ میرے ہاتھ سے کیسی کیسی بیگناہ پٹی وقت گزر گیا دن نکل گئے اب اس کی سزا ہے

ان ہی خیالات میں غلطاں پیچاں تھی کہ دفعتہً ایسا معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان مکان میں شادی کا سامان ہے ڈولیوں پر ڈولیاں اُتر رہی ہیں مگر آنے والیاں کچھ ایسی سراسیمہ و پریشان کہ باوجود ملاقات اور جان پہچان کے نہ کوئی کسی سے بولتا ہے نہ چالتا نکاثر نے کئی ایک سے پوچھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ کس کا گھر ہے مگر کسی نے جواب دیا دفعتہً ایک بڑا سا شخص آیا اور نکاثر کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف گھسیٹتا لیچلا اس شخص کی صورت ظاہری تو چنداں خوفناک نہ تھی مگر آنکھوں میں کچھ اس بلا کی دہشت تھی کہ کلیجہ بلیوں اُچھل رہا تھا ایک کوٹھری کے قریب لیجا کر اس شخص نے باآواز بلند کہا "چل چل اپنے پھل پا۔ جو بویا ہے وہ کاٹ لے۔ کہا اور کچھ ایسا کڑک کر کہا کہ نکاثر کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ گیا۔ کوٹھری کے کواڑ کھل گئے۔ اندھیرا گھپ تھا یہ حالت دیکھکر چاہتی تھی کہ اس شخص کے پاؤں پر سر رکھکر کچھ عرض کرے کوٹھری کے اندر سے ایک سانپ نے ایسی پھنکار ماری کہ بالکل ہی دہل گئی اتنے میں ایک آواز اس کے کان میں آئی جو یہ کہہ رہی تھی۔

کیوں نکاثر چار دن کی زندگی پر ایسی بھولی کہ اگلے دن کا کبھی خیال نہ آیا تو دن رات دیکھتی تھی کہ تیری ماں بہنیں بھاگی دوڑی اس جگہ چلی آرہی ہیں مگر تو نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ایک دن تجھکو بھی یہاں آنا ہے۔ دیکھ اس کاغذ کو دیکھ تیری ایک ایک گھڑی کا حال اور ایک ایک پل کی کیفیت اس میں لکھی ہوئی ہے۔ ہم نے تجھکو لکھکر اطلاع دی باقی پیغام بھیجے کہ نادان ابھی کچھ نہیں گیا۔ کچھ کرنا ہے تو اب بھی کر لے ورنہ روئے گی اور

بچتا یگی ۔ مگر تیرے کان پر جوں کبھی نہ چلی ۔ ان خوشیوں میں جو پانی کے بلبلہ کی طرح زیادہ
ٹھہرنے والی نہ تھیں تو ایسی پھنسی کہ نکلنے کو جی ہی نہ چاہا ۔ وہ تیرے جھوٹے دوست اور خوشامد
کرنیوالے آج کہاں ہیں ؟ اے نمکحرام ہم نے پکار پکار کر کہا کہ سکھہ سے جی چین سے آخوشی
سے رہ اور شوق سے رہ مگر رہنے کو مستقل نہ سمجھہ بتا آج تیرے پاس ہمارے لئے کیا کیا
سوغاتیں ہیں ۔ ہماری محبت پر کبھی تو نے غور کیا تیری خاطر ہم نے سرائے دنیا کو گلزار
بنا دیا ۔ کام کاج کو دن دیا ۔ سونے کو رات دی جاڑے کے بعد گرمی دی گرمی کے بعد
برسات دی ۔ طرح طرح کے میوے قسم قسم کے پھل وضع وضع کی نعمتیں کس کے لئے ۔ گریبان
میں منہ ڈالکر دیکھہ ہماری عنایتیں اور مہربانیاں ایسی قابل تھیں کہ تو ہمیں کبھی بھولکر بھی
یاد نہ کرے ۔ دیا ضرورت سے زیادہ کافی سے بڑھ کر بے روک دیا بے ٹوک دیا جتنا چاہی کہا
جتنا چاہے پی جہاں ضرورت ہو جا جدہر مرضی ہو پھر ۔ یہاں اودھر اٹھ بیٹھہ لیٹ سو کہاں تک
ماری جا ئیو ۔ کمبخت نکا تو کبھی ہمارے احسان کو احسان نہ سمجھا اور احسان فراموش نا گئی
ذرا تو سوچ اور غور کر ۔ تجھہ جیسی بیوفا کو تینتیس چونتیس برس میں ایک وقت ہمارے روبرو سر
نہ جھکایا ہم نے اپنی نعمت سے محروم نہ رکھا ۔ پیٹ بھرنے کو روٹی دی پہننے کو کپڑا دیا ہاتھ
دئیے پاؤں دئیے کان دئے ناک دی ہمیں مشکل نہ تھا کہ تجھکو اندھا کر دیتے بہرا بنا دیتے
تیری جیسی عورتیں تیری ہی آنکھوں کے سامنے آنکھوں سے اندھی پاؤں سے لنگڑی
ہاتھوں سے لولی کانوں سے بہری موجود تھیں کبھی ان کو دیکھکر بھی تو نے ہماری قدرت کی تجھے
کبھی یہ بھی نصیب ہوا کہ نیا کپڑا پہنکر ہمارا شکریہ ادا کرے ۔ کبھی یہ نیک توفیق ہوئی کہ اچھا
کھا کر ہماری شفقت کو یاد کرے ۔ سر اٹھا اور آنکھ ملا کر بات کر ہم نے تجھکو کہاں کہاں
بچایا ۔ کس کس جگہ مدد دی کیسے کیسے موقعوں پر تیرا ساتھ دیا ۔ تیرے ہی کارن لے نمکحرام صرف
تیری خاطر تیری پرورش کی خاطر ماں کو ممتا دی ۔ باپ کو پیار دیا ۔ بھولی بھولی صورت دی میٹھی میٹھی
باتیں دیں ۔ کیوں نکا تو اسی لئے نہ ؟ کہ جب تو پل پلا کر بڑی ہو اور بڑھ بڑھا کر جوان ہو تو ہم کو بالکل

ہی بھول جائے۔ منتیں مان چادریں چڑھا قبروں پر جھک پیروں کو پوج۔ اول سے آخر تک اپنے تمام حالات سُن اور تو ہی بتا اب ہم تیرے ساتھ کیا سلوک کریں۔

تجھ سے زیادہ نا عاقبت اندیش کون ہوگا مسافر بنکر گئی۔ گھروالی بنکر بیٹھی۔ پردیس کو وطن سمجھا۔ سرائے میں ڈیرے ڈال لے اور اس بات کا کبھی خیال کبھی نہ آیا کہ جو کچھ کر رہی ہوں حرف بحرف لکھا جا رہا ہے اور یہ دفتر ایک دن کھلنا ہے۔ کیوں تکاثر! اکال کے دن مٹھی مٹھی بھر دانوں کے لالے اور تیرے ہی جیسے مظلوم و معصوم بندے دور سے آس لگا کر تیرے پاس آئیں اور تو منہ پھیر لے۔ دکھیاریاں مصیبت ماریاں۔ بھوکی پیاسی تیرے در پر آ کر پڑیں اور تو اُن کا زیور تلکے تیس تیس چالیس چالیس روپے کی رقمیں محنت کی بنائی مصیبت کی جوڑی سو سو پندرہ پندرہ روپے میں تھیائیں اور کبھی رحم نہ آیا۔ یتیموں کے مال مارے۔ وقت پڑوں کے زیور چھینے۔ رانڈوں کے دل توڑے۔ بچوں پر ظلم کیا۔ کسی کا مکان یا کسی کی دکان اُڑائی۔ مگر او بیوقوف۔ وہ سب یہیں تک کا تھا اور یہاں تک رہا۔ ہاں آج تیرے ساتھ ان میں سے تو کچھ نہیں۔ مگر ہاں مظلوموں کی آہیں اور دکھے ہوئے دلوں کی بد دعائیں تیرے ساتھ ضرور ہیں تکاثر۔ وہ ظلم و ستم اور غرور و تمکنت سانس ہی تک کا تھا۔ اب ختم ہوا۔ اب تو ہے اور ان کرتوتوں کا پھل۔ جو کیا وہ بھر۔ جو بویا وہ کاٹ۔ یاد ہے یا بھول گئی۔ آدھی رات کا وقت پانی کا طوفان اور وہ بن ماں باپ کی بچیاں رات کی رات تیرے گھر پر رہنا چاہیں۔ منتیں کریں خوشامدیں کریں۔ اور تو اس کان سن اس کان اُڑا دے۔ اُن کا کچھ نہیں گیا۔ تو نے اپنی آخرت برباد کرلی۔ وہ دن اور رات کچھ بھی نہ رہا۔ مگر تیرا عمل باقی رہ گیا جس مکان پر اتنا گھمنڈ کیا وہ سدا رہنے والا نہ تھا۔ تکاثر۔ آج اس گھر میں اُلو بول رہے ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ چراغ جلا کر بیٹھ جائے۔ کس برتے پر تتا پانی۔ کس بات پر بھولی اور کیا سمجھ کر بھولی۔ جو کچھ کرتی اور جو کچھ دیتی وہ سب تیرا امانت تھا اور آج ہم تجھ کو تیری امانت دگنی اور تگنی واپس کرتے۔ دیتے اور اتنا دیتے کہ تو خوش ہو جاتی۔

مگر تو ہمارے نام سے ایسی بیزار ہوئی کہ مرگئی اور ہم کو جھوٹوں یاد نہ کیا۔
کچھ معصومہ کے برتاؤ کا دھیان ہو۔ آج ہم نہیں برتاؤ تیرے ساتھ کرینگے۔ تونے اسکو بیٹی کی طرح رکھنے کا وعدہ کیا تھا اور اس کا ننھا سا دل باغ باغ تھا۔ مگر اے سنگدل تونے اس کی بڑی مٹی پلید کی اور ذرا سے کلیجے پر بڑے بڑے داغ دیئے۔
اس ایک معمولی سی بہنی میں تونے محلہ کا محلہ سر پر اُٹھالیا اور وہ بخار میں تپ ہلاتی آفت زدہ بچی تو تیرے حکم پر پانسیر کا بوجھ اٹھا کر لائی صرف پاؤں پھسل جانے پر اس سزا کے قابل تھی کہ سر لہولہان ہوجائے۔ وہ بھی تو تیری طرح جان رکھتی تھی۔ صرف اتنا فرق تھا کہ تو زبردست تھی وہ کمزور۔ تو اختیار والی تھی وہ مجبور۔ مگر اس وقت تو ایسی عدالت میں موجود ہو جہاں کا حاکم تجھ سے زیادہ زبردست اور جس کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگا۔ معصومہ کا دل مجروح اس بارے میں تجھ سے زیادہ پیارا ہو اور یہ اسی سات برس کی لاوارث بچی اور تیری دست نگر لونڈی کی خاطر ہو کہ تو اس سخت عذاب میں پڑتی ہو۔ اُٹھ اور جو کیا اسکو بھگت ؎
آنکھ کھلی تو جنگل تھا نہ میدان۔ خدا تھا نہ فرشتے۔ وہی اپنا گھر ٹوٹے جھلنگے اور رئے گئے آدمی۔ کلیجہ بلیوں اُچھل رہا تھا۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ بہتیرا چاہتی تھی کہ سنبھلے مگر دل تھا کہ اندر سے بیٹھا جاتا تھا۔ بمشکل تمام رک رک کر اور تھم تھم کر معصومہ کو آواز دی پاس بٹھایا اور خواب کے حالات پر غور کرنے لگی۔ سوچتی ہو تو واقعی میں پچیس برس میں مہینہ اور مہینے کا کوئی دن اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی ساعت اور کوئی گھڑی ایسی نہ گزری کہ سچ مچ نہیں تو جھوٹ موٹ اور واقعی نہیں تو کہنے ہی سہی کبھی تو خدا یاد آیا ہو یا خدا کے خوف سے کوئی کام کیا ہو۔ دو ڈھائی گھنٹہ تک پڑی اپنی حالت سوچتی اور افسوس کرتی رہی جس پہلو پر نظر ڈالتی تھی ندامت و شرمندگی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ خواب میرے واسطے غیبی ہدایت ہو

میں بہت خوش نصیب ہوں کہ ایکی تمام باتیں میرے اختیار میں ہیں جو کہیں مر گئی ہوتی تو ہمیشہ اسی عذاب میں پڑی سڑا کرتی۔

اگلے پچھلے گناہوں کا دھیان خدائے وحدہ لاشریک کی قدرت اور ہستی کا یقین ہوتا تھا کہ افسوس و ندامت کے ساتھ بیمار کے چہرہ پر مسکراہٹ آگئی اتنے میں دل نے اندر سے صدا دی کہ غافل یہی تو یہ کا وقت ہے منٹ منٹ اور پل پل کا بھروسہ نہیں گر دقت سے اٹھی مگر اٹھی۔ بیٹھے ہی بیٹھے وضو کیا جا نماز بچھوائی اور سجدے میں گر گئی یہ عمر بھر میں پہلا اتفاق تھا کہ تکا ارحم الراحمین کے حضور میں سچے دل سے پڑی گڑگڑا رہی تھی۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ تک پڑی روتی رہی رو چکی تو اٹھکر پلنگ پر آئی۔ معصومہ کو بلا کر گلے لگایا اپنا قصور معاف کرایا۔

خدا کی قدرت کہو یا اتفاق محض رات کو تکلیف میں آسمان زمین کا فرق تھا۔ صبح ہی اٹھکر استانی جی کو بلایا، روتی ہوئی لپٹی اور جھکتی ہوئی ملی۔ ایک ہزار روپئے کا نوٹ یتیم خانہ میں دیا۔

انیس بیس کا فرق تو رات ہی کو تھا صبح کو بہتر دوسرے دن اور بہتر۔ ایک ہفتہ ہی بھر میں پھوڑا ایسا ہو گیا تھا کہ گویا تھا ہی نہیں۔

سترھواں

میرزا نسیمہ کے والد ماجد کچھ ایسے بڈھے تو نہ تھے مگر ہاں تھے سدا کے روگی اور ہمیشہ کے بیمار وہی اس غضب کے کہ اگر چھینک بھی آگئی تو گھنٹوں کریدتی اور پرہیز اور احتیاط اتنی زیادہ کہ تول کر کھائیں ناپ کر پئیں۔ باوجود اس کے چوتھیا بخار کچھ ایسا ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا کہ دلی اور کلکتہ، بمبی اور لکھنو چاروں ہی کھونٹ تلاتوپ ڈالی مگر بخار نہ ٹلنا تھا اور نہ ٹلا۔ زاہد جیسا نازک مزاج جس کا آدھ پا دودھ میں جی متلائے بھرے بھرے قدحے اور لبالب پیالے جنکو دیکھکر دوسروں کو ابکائی آتی

مجبوری اور معذوری غٹ غٹ پی جاتا۔ اس کمبخت زندگی کے کارت سب ہی کچھ کیا۔ مگر جو دوا پی وہ الٹی اور جو علاج کیا وہ برعکس۔ ڈہائی تو رہ ہی گیا تھا اس پر ستم یہ ہوا کہ ایک دن صبح کو گرم پانی سے نہا کر چانولوں کے دو نوالے کہائے تھے کہ پسلی میں درد شروع ہوا۔ حکیم ڈاکٹر تو میں سب ہی آئے اور گئے مگر درد نے جنبش نہ کی۔ بال بچوں والا شخص کنبہ دار آدمی اور پھر آدمی بھی ایسا کہ پرائی آگ میں کود پڑنے والا۔ شام کو تو عورتوں کا ٹھٹ کا ٹھٹ مریض کے سرہانے موجود تھا۔

اُن کے آنے کی غرض دراصل ہمدردی ہو یا محبت لیکن بظاہر تو کچھ تھوڑی سی حماقت ہی تھی۔ دوائی کے یہ نہیں ٹھنڈائی کے یہ نہیں حکیم کے یہ نہیں بلکہ اور اُن کو دیکھکر مریض کو وحشت ہوتی ہوگی۔ اِدہر گھر والوں کا جی الٹتا ہوگا۔ بیمار غریب کو اول تو ہوش ہی نہ تھا اور اگر کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ بعد لمحہ دو لمحہ کو آنکھیں کھولتا بھی ہوگا تو یہ رنگ برنگ کی صورتیں اور طوفان بے تمیزی دیکھکر اپنے مرنے کا یقین ہو جاتا ہوگا۔ گھر والی عجیب پریشانی میں تھی۔ بیمار کی تیمارداری کرتی یا مہمانوں کی خاطر داری اگر ایسا ہی آنے والوں کا دل پھڑک رہا تھا تو سیدھی سی بات یہ تھی کہ کھانا کھا پی آئے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بیٹھ دور سے دیکھ دا کھ یا اِدہر اُدہر سے پوچھ پاچھ چلے گئے۔ یہ کس نے بتایا تھا کہ دس بجے کے آئے آئے شام ہوگئی جانے کا نام نہیں پھر یہ کیسی آفت تھی کہ آئیں عیادت کو اور بال بچوں سمیت۔ بچوں کی چیخم دہاڑ عورتوں کی کچر کچر اور بھی آفت تھی۔ بیوی جتنی خدمت تھی سر آنکھوں سے کر رہی تھی۔ مگر اس کے ساتھ دودھ پیتے بچے کا ایسا اٹکا لگا ہوا تھا کہ ذرا پاس سے سرکی اور اس نے بلکنا شروع کیا۔ سامنے کی چارپائی پر لیٹے پڑی رہتی۔ وہ سو جاتا تو اُٹھتی اور پاس آ بیٹھتی۔ ہاں خدمت کا حق ادا کیا تو نسیمہ نے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ تیرہ چودہ برس کی بچی باپ کو ماں کی یاد دلا دیگی پہاڑ سی راتیں گھر کا بچہ بچہ سو جائے اور وہ اللہ کی بندی ٹکٹکی باندہے باپ کی صورت دیکھ رہی ہے۔ تیسری رات۔ دو بجے ہونگے

سنجیدہ نے کہا۔ بیٹی۔ اب تو جا کر ذرا لیٹ جا۔ میں بیٹھ جاتی ہوں۔

نسیمہ۔ پھوپھی جان اب مجھے لیٹنے کی ضرورت نہیں۔ دنیا میں سب چیزیں میسر آجائیں گی مگر یہ نعمت گئی تو پھر ہاتھ آنے والی نہیں۔ ابا جان تیرہ چودہ برس تک میری خدمت کرتے رہے آج میرا فرض ہے کہ اس تکلیف میں ان کا ساتھ دوں۔ پھوپھی جان زندہ ہوں تو راتیں سینکڑوں آئیں گی یہی نیند ہوگی اور یہی میں۔ مگر ابا جان کہاں اور میں کہاں جس کے صدقہ میں برسوں راج کیا اگر اس وقت اپنا تھوڑا سا آرام اس کے واسطے گنوا دوں تو کیا بیجا ہے۔ میرا بس چلے تو میں اپنی جان تک قربان کر دوں۔

پھوپھی۔ توبہ نسیمہ۔ کیسے بُرے بُرے خیال تمہارے دل میں آتے ہیں۔ انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ کمزوری کے مارے غوطے میں پڑے رہتے ہیں۔ بیٹی! ایسی باتیں زبان سے نکالتے تمہیں وہم نہیں آتا۔

نسیمہ۔ ہاں پھوپھی جان۔ اللہ ابا جان کی عمر میں برکت دے۔ مگر پھوپھی جان! لاکھ آپ مجھ سے چھپائیں میں بھی تو آخر چھوٹی موٹی بُری بھلی کچھ تو عقل رکھتی ہوں۔ بچہ نہیں نادان نہیں۔ ہائے پھوپھی جان میرا دل اندر سے کہہ رہا ہے کہ میں باپ سے چھوٹی اور ایسی چھوٹی کہ سدا کو۔ اب تو آپ ابا جان کو اس گھر میں مہمان ہی سمجھئے۔ کلیجہ اندر سے اُمڈا چلا آتا ہے۔ کس قیامت کی رات ہے۔ دیکھئے تو ابھی صبح ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ابھی دو بجے ہیں۔ میں تو خدا سے التجا کرتی ہوں کہ ابا جان کی بیماری مجھکو لگ جائے اور یہ اچھے ہو جائیں۔ اللہ میری دعا قبول کرے۔ ڈاکٹر کمبخت کو دیکھئے کیا منہ پھر کہہ گیا ہے کہ اب علاج بیسود ہے۔

پھوپھی سے یہ کہکر جو باپ کی صورت پر نظر ڈالی اور ساتھ ہی اس کی شفقت و محبت کا خیال آیا تو دل بالکل ہی بے اختیار تھا۔ اس کا نسن نسن کہکر آواز دینا پاس بلانا سر پر ہاتھ پھیرنا۔ کھلانا پلانا۔ غرض شفقت پدری کا فراق کیا تھا۔ کلیجہ پر تیر لگ رہے تھے۔ کچھ ایسا جوش آیا کہ جھکی اور جھک کر اپنی آنکھیں باپ کے تلوؤں سے ملیں۔

نسیمہ کا رو رو کر آنکھیں ملنا اور پوسہ دینا تھا کہ میر زاہد نے آنکھ کھولی دیکھا تو گھر بھر پڑا سوتا تھا۔ سنجیدہ کی بھی آنکھ لگ گئی تھی نسیمہ کو پاس بلا کر گلے سے لگایا اور آہستہ سے کہا "میری جان میں تو اچھا ہوں تو کیوں دل بھاری کرتی ہے" باپ کے یہ الفاظ شکر تسکین کے بدلے ایک ایسا نشتر تھا جو فوراً ہی دل کے پار ہو گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہر چند باپ نے سمجھایا اور دلاسا دیا مگر وہ کچھ اس درجہ نا اُمید ہوئی تھی کہ کسی طرح نہ سنبھلی۔ سنجیدہ سوئی تو کیا خاک تھی۔ تین چار راتوں کی جاگی ہاری تھکی گاؤ تکیہ پر سر رکھ کر کمر سیدھی کرنے لیٹ گئی تھی۔ ذرا کی ذرا آنکھ جھپکی ہو گی کہ بھتیجی کے رونے کی آواز آئی۔ گھبرا کر اُٹھی اور سٹ پٹا کر دوڑی۔ بھائی کو ہشیار دیکھ کر جان میں جان آئی۔ بھتیجی کو سمجھا بجھا پانی پلایا اور بھائی سے باتیں کرنے لگی۔

میر زاہد کی حالت اس وقت تعجب انگیز تھی یا تو وہ غفلت اور غوطہ کہ گھنٹوں جھنجھوڑا ہے آوازوں پر آوازیں دو مگر خبر نہیں۔ یا یہ اوسان اور ہوش کہ اپنے منہ سے پانی مانگا۔ اُٹھ کر بیٹھا گھر کے ایک ایک بچہ کو نام بنام پوچھا۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ اس طرح گزرا ہوگا کہ حالت پھر بگڑی بتیسی بیٹھ گئی آنکھیں پھر گئیں سنجیدہ پائنتی بیٹھی تھی نسیمہ سہارا دیئے بیٹھی تھی۔ بہتیرا سنبھالا مگر جب دیکھا کہ اب باپ میرے بس کا نہیں۔ ہاتھو نپر سر لے کر تکیہ تک لائی۔ ابھی سر تکیہ تک پہنچا بھی نہ تھا کہ میر زاہد کو ہچکی آئی اور بیٹی کے ہاتھوں میں ہمیشہ کو رخصت ہو گیا۔

سنجیدہ نے آ کر دیکھا تو بھائی کبھی کا روانہ ہو چکا تھا چیخ مار کر گر پڑی۔ ہوش آیا تو بھتیجی کو گلے لگا کر کیا بلکی ہو کر سننے والوں کے دلوں پر چوٹ لگتی تھی نسیمہ کی آنکھ سے باپ کی زندگی میں تو ساون بھادوں کی جھڑیاں تھیں مگر باپ کا دم نکلنا تھا کہ بالکل ہی پتھر ہو گئی آنکھ میں آنسو۔ ٹھنڈا سانس ایک تصویر تھی کہ گم سم بیٹھی ہے پون گھنٹہ اس طرح گذرا ہو گا کہ اُٹھی۔ اُٹھ کر کلام اللہ لائی اور باپ کے سرہانے بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا۔

رات ختم ہوئی اور موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی۔ فراقِ ابدی کا ثبوت باپ کا مردہ آنکھ کے سامنے تھا۔ اذان کی آواز کان میں آتے ہی منہ پر سے کپڑا اُٹھایا اور یہ کہکر لپٹ گئی۔

"ابا جان لونڈی سے کچھ خدمت نہ ہوسکی"۔

۴۴
(~~۴۳~~)

میر زاہد کو تو خیر مرنا تھا وہ مر گیا مگر سچی بات یہ ہے کہ نسیمہ کو جیتے جی مردہ بنا گیا۔ سنجیدہ جیسی پھوپھی جس پر سو مائیں قربان۔ جس نے تیرہ چودہ برس تک بھتیجی کی آنکھ تک نہ میلی ہونے دی اس معاملہ میں بالکل مجبور تھی۔ یہ پہاڑ نسیمہ پر ایسا آن گرا کہ سنجیدہ کے سرکائے نہ سرکا۔ لاکھ تسلی اور تشفی دیتی مگر میر زاہد کی موت نسیمہ کو ایک ایسا کاری زخم تھا جس نے اندر ہی اندر گھلانا شروع کر دیا۔ پھوپھی کی زبردستی ماں کے کہنے سننے سے برائے نام دسترخوان پر آبیٹھتی۔ مگر جہاں نوالہ توڑا اور باپ کا تصور بندھا۔ مشکل سے رات دن میں آدھ پاؤ ڈھائی چھٹانک اناج اس کے پیٹ میں جاتا ہوگا۔ دسواں بیسواں چالیسواں سب کچھ ہو گیا۔ میر زاہد کو مرے دو تین مہینے ہونے آئے۔ بیوی اور بہن دونوں رو پیٹ کر صبر کر چکیں مگر نہ درست ہوئی تو حالت نسیمہ کی۔ ذکر ہے تو اُسی کا اور فکر ہے تو اُسی کا۔ مُردوں کی سی صورت یتیموں کی سی حالت۔ پڑی ہے تو چپکی۔ کھڑی ہے تو گم سم۔

بھائی کا صدمہ تو سنجیدہ بھول بسر بھی گئی مگر بھتیجی کی یہ کیفیت اس کے دل پر ہر وقت کچوکے دیتی۔ سب کوشش کر چکی تو استانی جی کو جو چند روز کے واسطے کلکتہ گئی ہوئی تھیں مفصل حال لکھکر اُن سے مدد مانگی کہ اگر آسکیں تو خود آئیں ورنہ لکھ کر سمجھائیں۔ اُستانی جی کچھ ایسے بکھیڑے میں تھیں کہ کئی دفعہ آنیکا ارادہ کیا۔ مگر ہمیشہ کوئی نہ کوئی سبب ایسا ہو گیا کہ نہ نکل سکیں۔ اس وقت جو خط انہوں نے نسیمہ کو لکھا ہے دیکھنے کے قابل ہے۔

"پارۂ جگر نسیمہ بیگم سلمہا۔ دعائے فراواں۔ میر صاحب کی رحلت سے جو صدمہ تم کو پہنچا مشکل ہے کہ دوسرا آدمی اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کر سکے۔ میں ہرگز اس خیال

کی آدمی نہیں ہوں کہ ایک شخص پر مصیبت پڑے اور دوسرے اس کو صبر کی تلقین کرنا محض اپنا فرض سمجھیں۔ صبر ایسی چیز نہیں کہ کسی کے کہنے سننے سے آجائے یا دینے سے ملجائے۔ بلکہ میں تو اس کو ایک قسم کی زیادتی سمجھتی ہوں۔ بننے والے کے تو جان پر بنی ہوئی ہے اور دیکھنے والے صبر صبر پکار رہے ہیں۔ یہ کہنے کا حق تو اسی معبود حقیقی کو حاصل ہے جو مصیبت پر صبر کرنے والے کو صبر جمیل بیان فرماتا ہے۔ تم کو اس وقت جس قدر صدمہ ہو صحیح اور جتنا غم کرو درست۔ سنجیدہ بہن کے خطوں سے تمہاری حالت معلوم ہوئی وہ اپنی مامتا کے مارے کچھ ہی کہیں۔ مگر میں تو یہ کہتی ہوں کہ یہ حالت جو تمہاری ہوئی بجا ہوئی اور جائز ہوئی اور ہونی چاہیئے تھی۔ کس منہ سے کہوں اور کس دل سے لکھوں کہ صبر کرو وہ تو اپنے وقت ہی سے آئیگا۔ آئیگا اور ضرور آئیگا۔ مگر ہاں باپ کا سایہ سر سے اٹھنا تھا وہ اٹھ گیا۔ محبت اور خوشامد کرنے والے زندہ ہو تو بہت سے ملیں گے مگر اس دل سے چاہنے والا اب نصیب ہوگا۔ میری رائے میں زندگی کی گراں بہا نعمت ماں باپ کا سایہ ہے اور تم اس آدھی نعمت سے محروم ہوگئیں۔ تقدیر نے تم سے ایک بیش بہا چیز چھین لی۔ چھینی اور اس طرح چھینی کہ اب کبھی ہاتھ نہ آئے گی۔ میرے خیال میں کوارپتے کی بڑی کمائی اور میکے کا انمول جہیز یہی دو چیزیں ہیں۔ تم کو تعجب تو ہوگا مگر غور کروگی تو معلوم ہو جائیگا کہ گو ماں باپ جہیز میں نہیں ہوتے مگر اُن کی دعائیں بیٹی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ نسیمہ بیگم میں سچ کہتی ہوں نہ اب میرزا قبر سے زندہ ہو کر آئیں گے نہ ویسی دعا دینے والا میسر ہوگا۔ ایسے نقصان پر جس کی تلافی تمہارے کیا کسی کے بس کی نہیں جتنا روؤ تھوڑا ہے۔ تم کو یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ ایسی دولت جس کا دنیا میں کوئی بدل نہیں چند روز کی مہمان ہوتی ہے۔ جب مہمان نے رخصت کی ٹھانی تو کچھ ہی کرو اور کتنا ہی روؤ سب فضول۔ پھر یہ دم بھر ٹکنے والے نہیں۔ چھوٹے اور ایسے چھوٹے کہ پھر چاہے دنیا بھر کی خاک چھان ڈالو۔ مگر یہ کہاں۔ نسیمہ بیگم۔ برا نہ ماننا اس وقت رنج اور غم جو کچھ بھی کر رہی ہو اپنے آرام کا ہے

محبت آزمانے کا وقت تو وہ تھا کہ جب باپ مرض الموت میں گرفتار اور تمہاری مدد کا محتاج ہو کر پڑا تو تم نے کتنی خدمت کی۔ مجکو تمہاری سعادتمندی سے امید نہیں یقین ہی کہ وہ شخص جس نے اپنا سکھ چین تم پر سے قربان کرکے تم کو تن سے نسیمہ بیگم بنایا آخر وقت میں اس طرح رخصت ہوا ہوگا کہ اس کی روح ہمیشہ ہمیشہ کو تم کو دعائیں دیگی یقین نہیں یقین کامل ہی کہ تم نے باپ کا تھوک بھی صندل کیا ہوگا۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ پھولو گی پھلو گی اور کبھی اس بات کا پچھتاوا نہ آئیگا کہ باپ کا حق الخدمت ادا نہ ہو سکا۔

مجھکو یہ سنکر خوشی ہوئی کہ باپ کی یاد میں آجتک تمہاری آنکھ سے آنسو بہ رہے ہیں میں نہ تم کو منع کرتی ہوں نہ یہ کہتی ہوں کہ زاہد جیسے باپ کو دل سے بھلا دو اور دنیا کے تخمصوں میں ایسی پھنسو کہ مرحوم باپ کا کبھی خیال نہ آئے مگر ہاں اتنا ضرور کہوں گی اور یہ بھی اس لئے کہ ضرورت ہی۔ بیٹی یہ تمام رشتے ختم ہونے والے اور فانی ہیں۔ یہ سلسلہ اسی طرح چل رہا ہی اور چلتا رہیگا۔ ذرا سوچنے کی دیر ہی آسانی سے معلوم کر لوگی کہ کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہ ہوا ہی نہ ہوگا جو اس رنج سے بچا ہو۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی یہ صدمے زیادہ ہوتے گئے۔ زندگی کے ساتھ ہی ان واقعات کا دیکھنا اور صدمات کا اٹھانا بھی لازمی سمجھ لو۔ کبھی قبرستان میں جانیکا اتفاق ہو تو دیکھنا بیسیوں اور سینکڑوں اور ہزاروں اور لاکھوں قبریں ہی قبریں دکھائی دیں گی۔ کچی اور پکی ثابت اور ٹوٹی غرض چپہ چپہ اور کونہ کونہ ان سے پٹا ہوگا آخر یہ کون ہیں؟ کلیجے کے ٹکڑے آنکھوں کے تارے لالوں کے لال یہ وہ چاند سی صورتیں ہیں جو راتوں سینوں پر لوٹی ہیں اور آج جنگل بیابان اندھیرے گھپ میں مٹی اور گارے کے نیچے دبی پڑی ہیں۔ ان کو کس دل سے رخصت کیا اور کن ہاتھوں نے سلایا وہی دل جس پر ان کی چند روزہ جدائی سے چھریاں چلتی تھیں انکو گہری گور میں سلانے اور فراق ابدی پر راضی ہو گیا۔

بیوی دنیا کا یہی دستور ہی کہ ایک سے ایک چھٹتا چلا آیا ہی جس طرح آج ہمارے ماں

باپ ہمکو تن تنہا چھوڑ کر سدھار گئے۔ اسی طرح ایک دن ہمکو بھی لینے بچوں سے منہ موڑنا ہے یہ
وہ قانون ہے جو بدلنے والا نہیں اور وہ سلسلہ جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔ ہم اُن پر رو رہے ہیں۔ لوگ
ہم پر روئیں گے۔ جیسے ہم مرنے والوں پر رو رہے ہیں مرنے والے اپنے پیاروں کو رو دئے مگر نہ اُن کے
مرنے سے قدرت کے انتظام میں فرق آیا نہ انکے مرنے سے آئیگا۔ آسمان جیسے پہلے چھایا
ہوا تھا آج بھی چھایا ہوا ہے وہی دن ہیں وہی راتیں وہی صبح وہی شام مرنے والے مر گئے۔
اور چلنے والے چلدیئے اب ہم ہیں اور دنیا وہی دنیا اور وہی دنیا کے دھندے مرتے
کے ساتھ کون مرتا ہے۔ اگر کہیں مُردوں کے ساتھ زندہ بھی دفن ہوتے تو دنیا کے کام ہی
چوپٹ ہو جاتے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ مرنے والا کیسا مرا۔ گیا تو کیا کرکے گیا اور چلا تو
کیا لیکے چلا۔ میرزا ہد خدا بخشے مجھ سے آٹھ برس چھوٹے تھے۔ میں ہٹی کٹی بیٹھی ہوں اور
اُنہوں نے جنگل جا بسایا۔ گو اُنکی عمر مرنے کی نہ تھی مگر پھر بھی اُنکو جو کچھ کرنا تھا اگر سب نہیں
تو بہت کچھ کر گئے۔ بیٹا بیاہا۔ بیٹی بیاہی۔ بیٹی کے بچے دیکھے۔ بیٹے کی دلہن دیکھی رہے تو ایسے
رہے کہ واہ واہ اور سبحان اللہ اور گئے تو ایسے گئے کہ تم تو بیٹی ہو میں غیر بھی آجتک رو رہی ہوں
اُنکو نہیں رو رہی بلکہ اپنی غرض کو کیونکہ محلہ میں کوئی اتنا نہیں دکھائی دیتا۔ بیٹی پیاری اُنکو تو
جو کچھ کرنا تھا وہ کر گئے اور اچھا کر گئے۔ تمکو جو کچھ کرنا ہے اس پر بھی تو نظر ڈالو ورنہ دنیا
میں آنے کی غرض کیسی گذری ہوئی۔ جانتی ہو کیا کرنا ہے؟ اتنا تو تم کو معلوم ہے کہ تمہاری
زندگی سے کارخانہ قدرت کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر فائدہ پہنچ سکتا ہے
تو تمہارے اپنے بہن بھائیوں کو۔ تمہارے جیسے آدمیوں کو تمہارے ہی جیسے اللہ کے بندوں کو
محتاجوں کی خدمت۔ حاجتمندوں کی مدد مظلوموں کا ساتھ بے وارثوں کا پاس بڑوں کی
تعظیم چھوٹوں سے سلوک۔ یہ کام ہیں جنکے واسطے تم بنائی گئیں تاکہ آدمی اور جانور میں فرق ہو جسکا
جو کچھ حق تمہارے ذمے مقرر ہو گیا اسکو پورا کرو بیٹی زندگی کا مزا تو جب ہی ہے ورنہ جینا فضول اور رہنا
بیکار۔ تم نے تو ابھی عمر کی پہلی منزل بھی طے نہیں کی۔ حالانکہ پہنچنا بہت دور ہے۔ ابھی کیا ہے ابھی تو آگے چلکر دیکھنا

کہ کیسے کیسے ندی اور نالے پھلانگنے پہاڑ اور گھاٹیاں اُترنی پڑتی ہیں ضرورت یہ ہے کہ بڑی بڑی ٹکروں اور سخت سخت مصیبتوں کے واسطے تیار رہو اگر آج ہی سے ہمت پست کر دی اور جی ہار دی تو یہ عمر کس طرح کاٹے کٹیگی۔ یہ بیڑا کیونکر پار ہوگا اور یہ منزل کس طرح پوری ہوگی

نسیمہ بیگم! تم کو چند بندوں کی پرورش کرنی ہے اور ایک گھر کا مالک بننا ہے۔ تم ابھی سے کمند ہاتھ ڈالو گی تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ تم یہ کوشش کرتی ہو کہ قدرت کے انتظام کو بدل کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چن لو۔ بیٹی یہ تو ہوتا نہیں پھر کیوں کیکر بدنام اور کر کے شرمندہ ہوئیں۔ یہ انتظام میرے تمہارے دو ہاتھ دو پاؤں والے آدمی کے کام نہیں بلکہ ایک زبردست احکم الحاکمین کے احکام ہیں۔ کس کی مجال ہے کہ دم مارے اور اس کے فیصلہ پر چین بجبیں ہو۔ میں مسلمان کے ہاں پیدا ہوئی۔ اب بھی مسلمان ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ مسلمان مروں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہم سب اپنا وقت پورا کر کے ایک بڑے دربار میں اس غرض سے حاضر ہوں گے کہ زندگی میں جو غفلت کی اس کی جوابدہی کریں۔ ممکن ہے میری رائے صحیح نہ ہو۔ لیکن میں تو زندگی کا ماحصل یہ سمجھتی ہوں کہ جس وقت دنیائے ناپائیدار کو خیرباد کہوں تو جس طرح تم اپنے باپ کو رو رہی ہو دنیا مجھکو اس طرح روئے اور میں جس طرح دنیا میں روتی ہوئی داخل ہوئی ہنستی ہوئی رخصت ہوں

اب میں اس نتیجہ کو پہنچتی ہوں کہ جب زندگی کا مقصود خدا اور اس کے بندوں کی خدمت تھی تو کس کا صدمہ اور کس کا رنج جو حال ہے وہ اچھا جو وقت ہے وہ خوب۔ باپ کی محبت رنج و غم سے ظاہر نہیں ہو سکتی سچی ہے تو وہ باپ جس کا دن رات تمہاری صورت دیکھتے گزرتا تھا اور آج تمہاری مدد کا محتاج ہے اس کی خدمت کرو خیرات کرو قرآن پڑھو وہ بھی تو سمجھے کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ مجھے میاں زاہد مرحوم کا حال اچھی طرح معلوم ہے جس طرح انہوں نے دنیا میں کسی کا دل نہ توڑا۔ خالق حقیقی اُن کا دل نہ توڑیگا۔ مگر وہ تو جیسی گزارنی تھی گذار گئے۔ لیکن تم کو ابھی بہت سی گذارنی ہے نسیمہ بیگم سب سے

زیادہ اسکا لحاظ کرو۔ اور یہ سمجھو کہ دنیائے ناپائیدار کی کسی حالت کو قرار نہیں کوشش یہ ہو کہ جب تک زندگی ہی عزیز اقارب محلہ پڑوس اپنے ہوں یا غیر رشتہ دار ہوں یا جان پہچان کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور جب روانگی کا وقت ہو تو دربار حقیقی میں شرمندہ نہ ہونا پڑے

(۳۴) ۳۵

اُستانی جی کا خط ایک نشتر تھا جس نے صبح ہی صبح نسیمہ کے پکّے پھوڑے کو چھیڑ دیا۔ مواد بھرا ہی ہوا تھا ہاتھ لگانے کی دیر تھی۔ پڑھتے ہی بے اختیار ہو گئی اندر کے کمرے میں جا لگی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں دو ڈھائی گھنٹہ بعد جا کر ہچکی تھمی تو سوچنے لگی کہ سچ تو یہ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب اس رونے دھونے اور فکر و رنج سے کیا حاصل کیا کروں ہر چند دل کو سمجھاتی ہوں مگر کسی خیال سے تسکین نہیں ہوتی۔ یہ صحیح ہی کہ کوئی میں ہی انوکھی بیٹی تھوڑی ہوں اور کچھ میرے ہی سر سے باپ کا سایہ نیا نہیں اٹھا دنیا جہان میں یہی ہوتا آیا ہی۔ خدا کی مرضی یہی تھی پوری ہوئی۔ اب میں قدرت کے انتظام میں دخل دینے والی کون۔ استانی جی نے کیسی اچھی بات لکھی ہی کہ خیرات کرو۔ قرآن پڑھو۔ باپ کی محبت ہی تو ثواب پہنچاؤ۔ مجھے اس کی تعمیل میں تو عذر نہیں مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بزرگوں سے بھی سُنا کتابوں میں بھی پڑھا کہ مردے کو ثواب پہنچتا ہی آخر یہ کس طرح؟ پھوپھی اماں سے چلکر پوچھوں۔

نسیمہ کو خبر ہو یا نہ ہو مگر یہ خط تو اصل میں سنجیدہ اور استانی جی کی ملی بھگت تھی۔ ڈاکئے کا آکر آواز دینا تھا کہ وہ اندر بیٹھی بیٹھی باہر آئی کن انکھیوں سے پتہ پڑھا اور لفافہ کی صورت دیکھتے ہی خط کا مضمون بھانپ گئی۔ نسیمہ مسئلہ ثواب کو دریافت کرنے آئی تو اس نے اس طرح جواب دینا شروع کیا۔

تم جانتی ہو باری تعالیٰ خود تو کسی بندے کی عنایت یا عبادت کا محتاج نہیں خیرات و زکوٰۃ کے مقرر کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ حاجتمند اس بہانہ سے

اپنی حاجتیں رفع کریں جس طرح مالداروں کی ضرورتیں بہ آسانی پوری ہوتی ہیں اسی طرح مفلسوں کی بھی اٹکی نہ رہیں اور وہ لوگ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہو وہ دوسروں کی ضرورت کا بھی لحاظ کریں! اسی واسطے سب سے پہلے عزیز اقارب کی خدمت ہو تاکہ وہ غیروں کے دست نگر نہ ہوں ہر شخص کے اوپر دنیا میں دو قسم کے حق ہیں ایک خدا کا جسکو حقوق اللہ کہتے ہیں اور ایک بندوں کا جسے حقوق العباد کہتے ہیں۔ میں پہلے بھی ایک دفعہ تم کو بتا چکی ہوں لیکن آج اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کرتی ہوں تاکہ مسئلہ ثواب تمہاری سمجھ میں آجائے۔ یوں سمجھو کہ ایک اپاہج کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ قدرت نے اسکو ان ذرائع سے محروم کردیا جو اس کی ضرورت پوری ہونے میں مددگار ہوتے! اب اس کی ضرورت کا حق اس کے ہمجنسوں پر ہے۔ ایک شخص کو رحم آیا اور وہ مدد کرنے پر آمادہ ہوا۔ گو چونکہ اس حق میں جو اس پر ہے تمام انسان شریک ہیں اور صرف ایک شخص اس حق کو محض ہمدردی کے طور پر ادا کرنا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ انسانیت متقاضی ہے اس بات کی کہ میں اس کی مدد کروں جہانتک امکان میں ہے مدد دی اور یہ چاہا کہ اس کا ثواب میرے کسی عزیز کو ملے۔ اب یہ خیال کہ دینے والے نے ایک روٹی دی اور مرنیوالے کو بھی روٹی پہنچی ٹھیک سا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن یہ اپاہج کی خدمت رضائے الٰہی کا سبب ہوا۔ اور جب خدا کی رضامندی حاصل ہوئی تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ وہ دینے والے کی خواہش پوری کرنے اور اس کے اس عزیز کی جو ہر قسم کی مدد کا محتاج ہے اپنی رحمت سے اعانت کرے اور یہ نا چیز تحفہ کسی دوسری صورت میں اس تک پہنچائے۔

(۳۵) ۳۶

جس طرح برف کی ساری سل گھل گھلا کر آخر کار پانی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رنج اور صدمہ تحلیل ہوتے ہوتے ایک نشان سا باقی رہ جاتا ہے۔ استانی جی کا خط پھوپی کی تلقین نسیمہ کو کچھ ایسی تسکین ہوئی کہ بظاہر غم کے کوئی آثار اسکے چہرہ سے نہ معلوم ہوتے تھے البتہ

صبح شام دونوں وقت دو پارے قرآن شریف۔ دو آدمیوں کا کھانا بلاناغہ باپ کو پہنچوا دیتی اگر کوئی مستقل فرق حالت میں ہوا تو صرف یہ کہ مونس و ہمراز رفیق وہ ساز گڑیاں یا سہیلیاں جو کچھ بھی تھیں وہ کتابیں۔ غرض معلومات مذہب میں جو تھوڑی بہت کمی تھی وہ اس طرح پوری ہوئی۔

نسیمہ کے سگھڑاپے اور سلیقہ شعاری کی دہاک تو گھر اور محلہ کیا کنبہ اور شہر میں کبھی کی بندھ چکی تھی۔ چودھویں برس ہی ہر طرف سے شادی کے چرچے ہونے لگے۔ بڑی بڑی رئیس زادیوں اور امیر زادیوں کو نسیمہ کے لانے کا ارمان تھا اور ایمان کی بات بھی یہ ہے کہ دھن بھاگ اس گھر کے جس میں نسیمہ دلہن بنکے پہنچے۔

ایک دو نہیں بڑے بڑے گھرانوں کی بیویاں سینکڑوں ہزاروں کی جائداد لکھنے کو تیار تھیں۔ ادھر منجھلی کے سسرال والوں نے مارے تقاضوں کے دم ناک میں کر رکھا تھا۔ گو سنجیدہ نے کئی دفعہ کھلم کھلا صاف جواب دیدیا مگر کچھ عجب قسم کے لوگ تھے کہ گھر کی مٹی لے ڈالی۔ سنجیدہ کا انکار اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ پردیس میں بیٹی دینی گناہ سمجھتی ہو لڑکے کے گن ہی اس قابل نہ تھے کہ نسیمہ جیسی بیوی کا خاوند ہوتا روپئے کی افراط ضرور تھی مگر سنجیدہ اس کی بھوکی نہ تھی۔ سو عیبوں کا عیب اور ہزار نقصوں کا نقص یہ تھا کہ صاحبزادہ کی کل علمیت اُردو کی دو چار کتابیں تھیں ایسی جگہ تو لوگ اگر آنکھیں بچھاتے اور سونا لٹاتے تو سنجیدہ بیٹی دینے والی نہ تھی۔ جن صفتوں کا لڑکا اُسے مطلوب تھا وہ علانیہ کہہ چکی تھی۔ اس پر منجھلی والوں کا اصرار بالکل بے سود اور قطعی بیکار تھا۔ مجبوراً ایک دن صاف کہدیا۔ بیوی مجھکو کیوں پریشان کیا۔ کئی دفعہ کہہ چکی کہ مجھکو روپیہ پیسہ نہیں چاہیئے۔ میں تو صرف پڑھا لکھا لڑکا چاہتی ہوں۔

(منجھلی والی) تو پھر بیگم بگڑتی کیوں ہو۔ کس برتے پر یہ تتوں تھاں۔ ایسے لڑکی میں کیا لال لگے ہوئے ہیں۔ علم علم۔ علم نہ ہوا سر اکوڑا کا تام جھام ہوا۔ آمکا امتحان پاس کر

ڈھکا امتحان پاس ہو، تب تو اصل نسل ہڈی تو کچھ چیز ہی نہ رہی۔ تقدیر میں نوکری نہیں تو پاس کو بیٹھی چاٹا کرنا۔ بڑے بڑے پاس والے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں اور کوئی بات تک نہیں پوچھتا۔ مشاطہ تو خدا معلوم کیسی جلی اور کب کی بھری ہوئی تھی کہ گھر چڑھا کر آئی اور سر چڑھ کر لڑی۔ اتفاق سے نند بھاوجیں دونوں ہی بیٹھی تھیں اور بھاوج کو تو غصہ بھی آچلا تھا۔ مگر سنجیدہ نے بھاری بھرکم تجربہ کار عورت، ہوں نہ کرنے دی۔ جانتی تھی کہ اس کے منہ لگنا پرلے سرے کی بیوقوفی اور حد درجہ کی نادانی ہے۔ کیوں اندھا نیوتا اور کیوں بلائے ایسی گھنی ساوی کہ خبر ہی نہیں یہ کہہ کس کو رہی ہے۔ بڑھیا کچھ دیر تک تو اس توقع پر کہ شاید کچھ جواب ملے منہ تکتی رہی مگر جب دیکھا کہ یہاں کسی کے کان پر جوں بھی نہ چلی تو برقع سر پر ڈال سیدھی ہولی۔

اتنے بڑے شہر میں لڑکوں کی کیا کمی۔ مگر انٹرنس پاس سو روپیہ کی مستقل آمدنی کچھ دو بچیں ایسی تھیں کہ سال پورا ہونے آیا اور ایک بات ڈھنگ کی نہ جڑی۔ پیغام بیسیوں آئے مگر جو آیا وہ بٹے لگا۔ مالدار ہیں تو جاہل پڑھے لکھے ہیں تو مفلس۔ دانت کریدنے کو تنکا تک نہیں۔ دولت پور کے رئیس کا نام سُنکر تو ماں کے منہ میں پانی بھر آیا اور زبان سے کہا بھی۔ مگر سنجیدہ کچھ ایسی مستقل مزاج آدمی تھی کہ جو ایک دفعہ منہ سے نکل گیا آخر تک اسی پر اڑی رہی۔

میرزا اہد مرحوم کے چچازاد بھائی کا لڑکا قسیم تیو رس کے سال بی۔ اے میں کا میاب ہو چکا تھا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ بچپن ہی سے کچھ ایسا سیدھا اور نیک واقع ہوا تھا کہ تمام جھگڑوں سے الگ تھلگ مدرسہ اور کتاب کے سوا تیسری چیز سے واسطہ ہی نہ تھا۔ چودھویں برس میں انٹرنس کیا سولھویں میں ایف۔ اے اٹھارویں میں بی اے نتیجہ کا نکلنا تھا کہ نائب تحصیلداری میں نام درج ہو گیا اور اس سال مستقل جگہ مل گئی سنجیدہ کی نگاہ تو قسیم پر کبھی کی پڑ چکی تھی۔ خصوصاً بقر عید والے روز تو وہ یہ دیکھ کر بالکل ہی

لٹو ہوگئی کہ بکرا ذبح کرنے کے واسطے کنبہ ہی بھر نے زور لگایا مگر اس نے اپنے ہاتھ سے چھری نہ پھیری کسی نے مرغ کسی نے کاغذ کسی نے راہ کی کسی نے بزدل غرض جو جس کے منہ میں آیا سب ہی کچھ بنایا۔ مگر ذبح کرنا تو درکنار وہ ذبح کے وقت کھڑا تک نہ ہو سکا۔

چونکہ سنجیدہ کا مذہب بھی تقریباً یہی تھا اس لیے قسیم کی عزت تو اس کی نگاہ میں اس قدر تھی جیسے کچھ بھی نہ تھا۔ اب تو رہی۔ لے او نائب تحصیلدار جیسی اور دو دو۔ مگر بیٹی کی ماں تھی کیا مجال جو اشارۃً یا کنایۃً کبھی کسی کے آگے زبان پر لائی ہو۔ ادھر قسیم کی ماں نسیمہ کا انتظام خانہ داری اور اس کے خیالات سن سن کر سو جان سے عاشق تھی۔ گو زبان پر نہ لائی مگر دل میں کہہ چکی تھی کہ اگر جان میں جان ہے تو بھائی جان سے بیٹی لوں اور دوں سنجیدہ کی شرطیں اس کے کان تک پہنچتے ہی پہنچ چکی تھیں اور ابتک اس کی خاموشی غفلت نہ تھی بلکہ بیٹے کی نوکری کا انتظار نائب تحصیلدار ہونا تھا کہ وہ ایک دن پانچ روپے کی مٹھائی ساتھ لے صبح کی نماز سے فراغت پا سنجیدہ کے ہاں آن اتری نسیمہ تو سنتے ہی کمرے میں چلی گئی۔ چبوترے پر دونوں گلے ملیں اور دالان میں آکر ہنستی ہوئی بیٹھیں۔

سنجیدہ۔ آج کدھر رستہ بھول گئیں۔ غنیمت ہے کہ ملنے کو تو جی چاہا میں تو ایک ایک سے خیر صلاح پوچھتی تھی۔

قسیم کی ماں۔ جی بجا ہے۔ دل چاہتا تھا تو میں ایسی کون سی ہزاروں کوس تھی۔ بچی اچھی ہے۔

۔ ہاں خدا کا شکر ہے آپ کی دعا سے اچھی طرح ہے۔

قسیم کی ماں۔ میرے آنے کی شرم۔ میرے بڑھے چونڈے کی لاج تمہارے ہاتھ ہے فقط ملنے ہی نہیں آئی غرض لیکر آئی ہوں قسیم کے عیوب اپنے دامن میں چھپا

اور اس کو غلامی میں قبول کرو۔ میں ہوں تو چھوٹی سی آدمی مگر یہ وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک زندہ ہوں پاؤں دھو دھو کر پیوں گی۔ زور نہیں زبردستی نہیں مگر یہ ارمان قبر میں ساتھ لیجاؤں گی۔ میرا دل نہ توڑنا۔ لاؤ لپیٹ کی باتیں تو مجھے آتی نہیں تین ہزار روپیہ اسی نام کا اب تک میرے الگ رکھا ہے وہ حاضر ہے یہی جوڑا جہیز کا سمجھ لو۔ مردہ بنکر آئی ہوں زندہ بنا کر بھیجو۔ میری طرف دیکھو اپنی طرف نہ دیکھو۔ آپا جان ہنسی کی بات نہیں ہے۔ مجھے ہنسی میں نہ اڑاؤ۔ چھوٹا منہ بڑی بات تو ضرور ہے۔ مگر دروازہ پر آئی ہوں خالی نہ جاؤنگی۔

سنجیدہ۔ ادھر کا خیال تمکو کہاں سے پیدا ہوا۔ کیوں زربفت میں گاڑھے کا پیوند لگاتی ہو۔ کس بل پر ہاں کروں۔ روپیہ پیسہ ہنر سلیقہ شکل و صورت کچھ بھی تو نہیں کیوں مجھکو لیکر شرمندہ کرتی ہو۔ غریبوں کی کھپت تو غریبوں میں ٹھیک ہوتی ہے نسیم اللہ اس کی عمر دراز کرے اور تمہارا کلیجہ ٹھنڈا رکھے جیسے تمہارا کیہ ویسے میرا۔ مگر کیا کروں عقل کام نہیں کرتی خیر ابھی انکار اقرار تو کچھ کرتی نہیں۔ ہاں اتنی مہلت دو کہ اس کی ماں کا بھی عندیہ لے لوں۔

بظاہر تو سنجیدہ نے پانی کے آگے خوب پار باندھی مگر دل کی کیفیت یہ تھی کہ نسیم کا نام سنتے ہی ہوش اڑ گئے وہ تو ان میں پانی پڑ گیا نسیم کی ماں کیسی ہی سیدھی اور بھولی کیوں نہ ہو ایسی بچہ بھی نہ تھی کہ معاملہ ادھر نہ ادھر آدھر میں ڈال دیتی ہوتی سنجیدہ کی گفتگو سنکر پہلے تو ہنسی اور پھر کہنے لگی۔

بھابی جان کا عندیہ کیا۔ اصل عندیہ تو تمہارا ہے۔ جہاں تم راضی ہو وہاں وہ خوش اور اگر خیر ان ہی پر دارومدار ہے تو وہ کون سے کالے کوسوں ہیں۔ جانا بڑی بی ذرا بلا لانا۔ کل پندرہ دن کی تو چھٹی ہے جس میں سے آج تین دن تو ہو ہی گئے ان ہی بارہ دن میں سب کچھ کرنا دھرنا ہے۔ اچھی مہلت مانگی۔

قیاس تو یہی کہتا ہے کہ سنجیدہ ایسی جلدی ہار کرنے والی نہ تھی اور اگر

قسیم کی ماں غیر ہوتی تو یقیناً برتے پھٹتے اور جوتیاں ٹوٹتیں گو اپنی کرنی میں اس نے بھی کسر نہ رکھی اور ہر چند چاہا کہ کسی طرح اس وقت ٹال دے مگر قسیم کی ماں برابر کی سہیلی اور قریب کا رشتہ ان ٹالے بالوں میں کیا آنیوالی تھی صبح کی نماز پڑھ کر آئی اور ظہر کے بعد ہاں کروا کر اٹھی شادی کیا ہتیلی پر سرسوں جمانی تھی کہ اس پیر کو بات ٹھہری اگلے پیر کو ساچق منگل کو برات بدھ کی وداع۔

سنجیدہ کے دور اندیش اور سمجھدار ہونے سے انکار نہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر نسیمہ چاہتی تو سنجیدہ ہی کے ہاتھوں اشرفیاں ہٹی کروا دیتی ایک کاٹ کباڑ ہی میں جس کو کوئی کوڑیوں کے مول نہ پوچھتا دو چار سو روپے اٹھ جاتے کوئی بڑی بات نہ تھی اور سچ یہ ہے کہ سنجیدہ جھکی ہوئی بھی اسی طرف تھی کہ تھوڑی بہت برات کی سوبھا ہو جائے مگر نسیمہ نے پھوپھی سے صاف صاف کہدیا کہ لمبی لمبی کشتیاں اور چکلے چکلے خوان بڑی بڑی گھڑونچیاں اور بھاری بھاری لگن سوا اس کے کہ گلا کر آتا ہوں اور کس کام کے. ہاں تانبے کے برتنوں کا مضائقہ نہیں وہ بھی ضرورت کے موافق اور حیثیت کے لائق۔ یہ نہیں جو چیز نکلی تار بندہ گیا۔ برتنوں کی حمائل تھوڑی ڈالنی ہے۔

یوں تو جس دن سے بھتیجی بیٹی بنی اُسی دن سے گلہری کے گودڑ کی طرح ایک ایک چیز سنجیدہ نے سینت سینت کے رکھنی شروع کر دی تھی مگر لکڑی کی چیزیں اس خیال سے کہ زیادہ دن کی ہو کر بے آب معلوم ہوں ابھی نہ لی تھیں لیکن نقد پانسو روپے اس کام کیلئے الگ کر رکھ چھوڑے تھے۔ نسیمہ کا یہ حال دیکھکر اس کو کیا غرض پڑی تھی کہ گرہ سے اُٹھاتی اور بیوقوف بنتی سوسوا سو روپے میں لگن گھڑونچی کر کرا کے پورے چار سو بچا لیے۔

جوڑوں کا ذکر آیا تو نواسی کی معرفت پھوپی کے کان میں بات ڈلوا دی کہ وہاں بھی کہلا بھیجئے۔ جو بھی کا جوڑا ہو کار چوبی چاہیئے نہ مصالحہ سے لپا۔ گو نئے ٹھپے میں زیادہ رقم لگانی روپے کے چار آنے کرنے میں اس کے بدلے زیور میں ایک چیز بڑھ جائے تو بہت اچھا بیٹے والوں کا کیا ہرج تھا جوڑا معمولی کر سہارے بڑھا دیئے۔ بھتیجی کا عندیہ دیکھ پھوپی

نے بھی دولہا کا جوڑا الغرض ڈیڑھ سو روپے نقد حوالے کئے۔ جہیز کے جوڑوں میں بھی ایسی ہی کتر بیونت کر کرا دو ہزار روپیہ کا ایک مکان نسیمہ کے نام خرید لیا گیا۔ زیادہ سے زیادہ پانسو روپے اوپر لگے ہونگے۔ پانسو کا کھانا دانا۔ ایک ہزار کا زیور چار ہزار کی شادی ایسی ہوئی کہ ادہی کی کوڑیاں بھی بیکار نہ گئیں۔

وداع کا دن آیا تو محلہ تک کی عورتیں گھر میں بھری تھیں اور کوئی ایسی نہ تھی جس کی آنکھ میں آنسو اور لب پر دعا نہ ہو۔ خوش نصیب بچی تھی۔ نسیمہ بیٹی بنی تو ایسی بنی کہ محلہ بھر کے دل میں گھر کیا اور بہو بننے کا وقت آیا تو پڑوسنوں تک کو خون کے آنسو رلوا گئی۔ چاروں طرف سے یہی صدائیں آ رہی تھیں الٰہی دودھوں نہائے پوتوں پھلے ماں اور پھوپھی کی تو جو کچھ کیفیت تھی وہ تھی۔ ساٹھ ساٹھ پینسٹھ پینسٹھ برس کی بڑھیاں جنہوں نے اپنے ہاتھ سے بیٹیاں اور نواسیاں تک بیاہ دیں کلیجہ سے لگا ڈاڑھیں مار مار کر رو رہی تھیں نسیمہ کی محبت نے کچھ ایسا گرویدہ کر لیا تھا کہ سنجیدہ کی بیٹی محلہ بھر کی بیٹی معلوم ہوتی تھی۔ سمدہنوں کا انتظار تھا کہ نسیمہ کی طبیعت دفعتہً بگڑ گئی۔ بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ جس گھر میں پلی اور بڑی ہوئی آج اسکا کولا کوا اور پا کھا پا کھا سب چھوٹے اور چودہ برس کا ساتھ ختم ہوا۔ عمر کا یہ حصہ بھلا یا برا جیسا گزرنا تھا گزر گیا۔ افسوس یہ ہے کہ جو کام کا وقت تھا وہ پورا ہوا۔ آگے چلکر تو دنیا کے دھندے ہیں اور میں ہوں۔ بزرگوں کی خدمت کے دن تو یہی تھے اب بھلا میں انکی اطاعت کرنے کہاں سے آؤں گی اور تو اور پھوپھی اماں تک کو کئی دفعہ میں نے کیسے سخت جواب دیئے کہ وہ میرا منہ دیکھکر چپ ہو گئیں اب وہ کہاں اور میں کہاں نہ کیا ہمیشہ باتیں سننے کو میرے پاس بیٹھی ہیں۔ ایک پھوپھی اماں ہی پر کیا خدا معلوم کس کس کی شان میں کیا کیا گستاخی اور کس کس کے ساتھ کیسا کیسا برتاؤ کیا ہو نسیمہ ان ہی خیالات میں غلطاں پیچاں تھی کہ باہر سے نکاح کی خبر آئی اور چاروں طرف سے مبارک سلامت کی دھوم دھام ہونے لگی۔ سمدہنوں نے وداع کا تقاضا شروع کیا۔ آرسی مصحف کے واسطے دولہا اندر آیا تو سنجیدہ نے بیویوں کو

قرینے سے بٹھا کر کہا۔

"میں اپنی بچی کو رخصت کرنے سے پہلے کچھ کہنا چاہتی ہوں گو آپ سب کو تعجب ہوگا کہ میں ایک انوکھی بات کر رہی ہوں اور مجھے جو کچھ کہنا تھا تنہائی میں کہتی تخلیہ میں کہتی۔ مگر مجھے اس محفل میں بہت سی لڑکیاں ایسی نظر آ رہی ہیں جنکو بہت جلد میکہ سے رخصت ہونا ہے۔ اس لئے میری یہ تقریر ایک پنتھ دو کاج ہو جائیں گے۔"

"نسیمہ بیگم۔ آخر وہ دن آگیا جس کے دھڑکے میں میری ساری ساری رات آنکھوں میں کٹی ہے۔ کل کی بات ہے کہ تم میری گود میں تھیں اور آج خدا کا شکر ہے دلہن بنی بیٹھی ہو چودہ برس کا زمانہ خواب خیال ہو گیا اس وقت جو کچھ میری کیفیت ہے اور جس دل سے میں تم کو رخصت کر رہی ہوں وہ بیٹی والیوں ہی کے دل جان سکتے ہیں اور جو حالت تمہاری اس وقت ہوگی وہ میں خوب سمجھتی ہوں کیونکہ تمہاری ہی طرح ایک دن میں بھی دلہن بنی تھی۔ ماں جیسی چاہنے والی بہن بھائی جیسے پیار کرنے والے غرض سولہ برس کے رفیق و شفیق سب کو چھوڑ چھاڑ ایک ایسے محل میں آ بسی جہاں آج کھڑی ہوں گو ابتدا میں دل ضرور گھبرایا مگر رفتہ رفتہ وہ الجھن اور گھبراہٹ سب جاتی رہی جوں جوں دن بڑھتے گئے طبیعت لگتی گئی۔ میکہ کا زمانہ زندگی کا کوئی حصہ نہ تھا بلکہ کھیل کود کے دن تھے غور سے دیکھو تو زندگی آج ہی سے شروع ہوئی اور میں اپنے ہاتھوں تمہارے کندھے پر ایک بڑی ذمہ داری کا بوجھ رکھتی ہوں اس گھر سے چھوٹ کر اب تم کو ایسا گھر آباد کرنا ہے جہاں حق ہمسایہ ماں کا جایا کوئی نہیں۔ جو ہے وہ نیا اور اجنبی مگر سچ پوچھو تو زندگی میں تم کو جو کچھ کرنا ہے اس کا پہلا کام یہی ہے اور اصل بنیاد یہی ہے گو غیر لوگوں کے دل میں گھر کرنا مشکل ہو مگر تھوڑی ہمت کرو گی تو بیڑا پار ہے۔ میں بھگت چکی ہوں اور جانتی ہوں کہ رنگ برنگ کے لوگ طرح طرح کی بولیاں بولیں گے مگر ان کا رام کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر عمر بھر راج کرنا سب سے پہلا مرحلہ ساس نندوں کا ہے جنکو نادان لڑکیاں دوسرے ہی دن سے جان کا دشمن بنا لیتی ہیں مگر مجھکو تمہاری سعادتمندی اور دوراندیشی سے یقین ہے کہ تم اپنی ساس کی عزت مجھ سے زیادہ کرو گی جسقدر

تم نے میری اطاعت کی ہے یا نہیں اس کی تعریف کروں آج اتنی ہی اطاعت کی توقع
پر میں تم کو سسرال بھیجتی ہوں نسیمہ بیگم میں کہتی ہوں اور سچ کہتی ہوں کہ اگر ساس کی اطاعت
میں غفلت نہ کی تو سسرال میں بیٹھی حکومت کرو گی ہاں چند نامرادیں تم کو ایسی بھی ملیں گی جو اِدہر
اُدہر کی باتیں لگا کر اور بات کے تنگڑ بنا کر دونوں میں فساد ڈلوانے کی کوشش کریں ان سے البتہ
ہوشیار رہنا اس سے زیادہ بدنصیب لڑکی کون ہو سکتی ہے جو شادی ہوتے ہی ساس سسر سے علیحدگی
کی خواہشمند ہو میری رائے میں ساس کی زندگی بہو کے واسطے ایک سرپوش یا جہاز کا بادبان ہے اور مجھے
پورا یقین ہے کہ تم اس نعمت کو ہمیشہ وقعت کی نظر سے دیکھو گی میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ ماں کے بعد جو
شفقت مجھ پر میری ساس نے کی دنیا میں اور کسی نے نہ کی چند روز کی مہمان کو دکھ نہ دینا اور یاد رکھنا کہ
ساس کی رضامندی سسرال کی پہلی منزل ہے یہ مہم جیت لی تو نندوں کا سر کر لینا بڑی بات نہیں۔
نسیمہ بیگم اب ایک نیا گھر ہوگا اور تم ہو گی نئی دنیا ہو گی اور تم ہو گی۔ کنوار پنے کا زمانہ ختم ہوا
اور خدا کا شکر ہے یہ عزت و حرمت ختم ہوا میں تو آج کیا کئی مہینے سے رو رہی ہوں مگر نہیں
تمہاری جدائی پر سارا محلہ آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے میری پیاری بچی فرحت! یہ وقت تیرے رونے
کا نہیں میرا دل دیکھ کہ نسیمہ جیسی بیٹی جسکو کبھی دم بھر کے واسطے آنکھ سے اوجھل نہ کیا آج مجھکو
روتا چھوڑ اپنا گھر الگ بسا رہی ہے۔
نسیمہ بیگم! میں تمہارے پاس نہیں ساتھ نہیں تم کہیں ہو میں کہیں ہوں مگر جب تک جیتی ہوں میرا
دل میرا خیال سب تم میں ہے۔ جانتی ہو تکلیف و مصیبت پر کیوں اپنے سر لی میں تم کو
ایک زبردست امتحان میں بھیجتی ہوں اور ایک اجنبی شخص کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ اس امید پر دیتی
ہوں کہ تم اپنی خدمت گزاری سلیقہ شعاری سے اسکو رضامند رکھو گی یہ وہ شخص ہے جس کے اوپر
تمہاری زندگی کا دارومدار ہے اور جس کے ساتھ عمر بسر کرنی ہے تم اور وہ دونوں ملکر دنیا میں ایک
آدمی سمجھے جاؤ گے کہنے کو دو مگر اصل میں ایک ہے رنج میں دونوں شریک اور خوشی میں دونوں ساتھی
تمہارے جہیز میں جوڑے اور زیور تو خیر جیسی میری حیثیت تھی اور اسکے موافق دیئے ہی ہیں مگر

ایک بیش بہا رقم بھی ساتھ جا رہی ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر ہزاروں اور لاکھوں روپے اشرفیاں قربان۔ بتاؤ یہ کیا چیز ہے؟ یہ جوہر شرافت ہے۔ امیری فقیری تقدیری امر ہیں مگر شریف ماں باپوں کی بیٹیاں ہر حال میں خاوندوں کے ساتھ خوش ہیں۔ فاقے کریں پیوند لگائیں اور بڑوں کی عزت ہاتھ سے نہ دیں۔ سنا ہوگا۔ لاج رکھیے سجنوں کی بیٹیاں جو رکھیں پنچوں کی لاج۔

آج یہی جوہر شرافت تمہارا بڑا جہیز ہے اور مجھکو یقین ہے کہ جاتے تکلیف سے جان پر بن جائے اور فاقوں سے دم ناک میں آجائے مگر اس جوہر کو ہاتھ سے نہ دوگی اور جب تک میں زندہ ہوں کبھی تمہاری شکایت نہ میرے کان تک آئے گی، نہ کسی کی زبان تک۔ میری پردیسن بچی مسافر بیٹی۔ مہمان بھتیجی۔ میں تیری خدمت اچھی طرح نہ کرسکی۔ آہ نسیمہ اگر پہلے سے تربیت میں کوئی غفلت ہوئی یا کوئی تنبیہ ناگوار گزری ہو تو معاف کیجیو۔ نسیمہ بیگم! تمہارا رنج چند روز میں بہل جائیگا مگر پھوپی کے دل سے پوچھو جس کا بھرا گھر آج سونا ہوگیا"

اتنا کہکر سنجیدہ نے سمدھن کی طرف رخ کیا اور کہنے لگی۔

"لو، یہ چودہ برس کی امانت تمہارے سپرد ہے۔ صاحب والا ہو میرے دکھے ہوئے دل کی مدد کرنا۔ خدا تمکو بہو لیجا نی نصیب کرے۔ مگر میری بنگالے کی مینا را توں میرے کلیجے پر سوئی اور سینہ پر لوٹی ہے میرے بڑھاپے کی لاج رکھنا اور اگر کوئی بات خلاف مزاج ہو تو معاف کردینا۔ کیا کروں دنیا کا یہی دستور ہے۔ اسی دن کو میں نے بھی پال پوس کر بڑا کیا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں ہاتھ دے اپنے ہاتھ جھاڑ خالی ہو بیٹھوں۔ نسیمہ بیگم آؤ چودہ برس کی کمائی خدمتگزار پھوپی اور پرائے نام ماں کے کلیجہ سے لگو اور بسم اللہ کہکر اپنے گھر کو سدھارو۔ الٰہ العالمین یہ بن باپ کی بچی نسیمہ جسکو میں آج تیرے توکل پر وداع کرتی ہوں تیرے سپرد ہے۔ ارحم الراحمین اس کٹھن منزل میں تو ہی مددگار رہے۔ دنیا کی بہار اس کے واسطے موجود ہو اور یہ زندگی جس کی اس وقت صبح ہے عزت آبرو کے ساتھ بسر ہو جائے"

وداع کا سماں یوں ہی درد انگیز تھا اس پر سنجیدہ کی تقریر۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔ آرسی مصحف کے بعد سامان نکلکر باہر آیا اور نسیمہ بیگم گم سم ماں کو خاموش پھوپی کو تھرتھر مہمانوں کو روتا چھوڑ ظاہری اسباب کے ساتھ دعاؤں کا بھاری جہیز لیکر سسرال سدھاریں۔

شام زندگی

تصنیف مصورِ غم علامہ راشد الخیری

اس کتاب سے زیادہ آخری پانچ سال میں اُردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی ہے۔ اب تک سترہ ہزار بک چکی ہے اور مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ اُنکی بیویاں اُنکے مزاج کے موافق ہو جائیں وہ شام زندگی کو انہیں پڑھواتے ہیں اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ اُن کا گھر رشک جنت بنجائے وہ شام زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے اُن کے نزدیک تو اس کام کے لئے شام زندگی سے بہتر اتالیق ہی نہیں۔ شام زندگی میں قصہ کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے انسان ہو کر گذرنا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا۔ پھر پیرایہ اس قدر دلچسپ کہ چند صفحے دیکھکر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول واپس دینے کو طیار ہیں اور موثر اتنی کہ لوگوں نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصورِ غم کا خطاب دیا ہے۔ ہر ہر سطر آنکھوں کو پُرنم کر دیتی ہے۔ غرض شام زندگی بڑی کامیاب کتاب ہے کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ محاسن ہی محاسن ہیں ایک جلد طلب فرما لیجئے۔ آپکے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی۔ عورت اور مرد سب اس پر مرتے ہیں۔ تمہارے دُکھ کا علاج تمہارے درد کی دوا۔ تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شام زندگی اور صرف شام زندگی میں ہے۔

شام زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھا دی۔ لامذہبوں میں مذہبیت پیدا کر دی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔

جو شخص شام زندگی سے محروم ہے اور شام زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کی تقدیر ہے۔ ورنہ شام زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کر دیا ہے۔ ضخامت قریباً دس جزو۔ اعلیٰ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی۔ قیمت سوا روپیہ۔

ملنے کا پتہ: مینیجر نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۵ دہلی

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

(کی)

عام فہم تفسیر القرآن

پوری تیار ہے

قرآن پاک کے بکثرت ترجمے اور متعدد تفاسیر موجود ہیں۔ لیکن ایسا ترجمہ اور ایسی تفسیر جس سے عام مسلمین بچے عورتیں اور معمولی لکھے پڑھے لوگ فائدہ اٹھا سکیں اور بطور خود قرآن پاک کے مطالب، معانی اور احکام و مسائل آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں حضرت خواجہ حسن نظامی کی عام فہم تفسیر کے سوا ایک بھی نہیں ہے۔ اس کا انداز یہ ہے کہ پہلے قرآن پاک کی عبارت لکھی گئی ہے اور عبارت کے نیچے نہایت آسان زبان میں تحت اللفظ ترجمہ ہے۔ اس کے بعد نہایت سادہ لفظوں میں اس عبارت کی تفسیر ہے۔ اگر آیات سے کوئی مسئلہ یا کوئی حکم پیدا ہوتا ہے تو اسے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اگر کوئی فلسفیانہ بات آئی ہے تو حاشیہ پر اس کی تشریح موجود ہے۔ بچوں کو اس تفسیر کے پڑھانے سے تین خاص فائدے پہنچتے ہیں (۱) قرآن پاک کے ساتھ ساتھ انہیں اردو زبان میں مہارت ہو جاتی ہے (۲) وہ ابتدا ہی سے قرآن پاک کا مطلب سمجھنے لگتے ہیں (۳) انکی تعلیمی زندگی جب قرآن پاک کی تعلیم پر مبنی ہوگی تو بڑے ہو کر وہ لازمی طور سے پکے اور سچے مسلمان ہو جائیں گے۔ اور یہی اس تفسیر کا مقصد اعظم ہے۔ الحمد للہ اب یہ تفسیر پوری تیار ہے۔

اس تفسیر کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی دس دس پاروں کی تین جلدیں ہونے والی ہیں **ہدیہ** دس پاروں (مجلد) کی پانچ روپے ہے لیکن جو حضرات تینوں جلدیں ایک ساتھ منگائیں گے ان سے تینوں جلدوں کی مجموعی قیمت بارہ روپے لی جائے گی۔ گویا ایک روپیہ فی جلد رعایت کی جائے گی۔ اور جو علیحدہ علیحدہ متفرق پارے طلب کریں گے ان سے بدستور ۸ آنے فی پارہ کے حساب سے وصول کیا جائیگا۔

ملنے کا پتہ: منیجر نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۵۔ دہلی